ذکرِ ایک عمرہ کا
رضوان صدیقی

83786

انتساب

مکہ و مدینہ کے مستقل مسافر

سردار یٰسین ملک

کے نام

Marfat.com

فہرست

	علامہ سیّد حامد سعید کاظمی	۶
	مفتی منیب الرحمٰن	۷
عرضِ مصنف	رضوان صدیقی	۸
حمد باری تعالیٰ	....	۹
نعت رسول مقبول ﷺ	....	۱۱
آغاز سفر	....	۱۳
سوئے حرم	....	۱۵
کعبے پہ پڑی جب پہلی نظر	....	۳۵
بھیگی پلکوں پہ دعاؤں کے آنسو	....	۶۵
مطاف میں بارش	....	۷۷
ایک اور عمرہ	....	۸۴
مدینہ کا مسافر	....	۹۲
مواجہ شریف پر حاضری	....	۱۱۵
مسجد قبلتین	....	۱۳۲
مسجد قبا	....	۱۳۷
جبلِ احد	....	۱۴۰
جنت البقیع	....	۱۵۲
مدینہ سے واپسی	....	۱۹۰
مکہ مکرمہ سے واپسی	....	۱۹۶
بیت اللہ میں پہلا روزہ	....	۲۰۲
رمضان المبارک کا پہلا جمعہ	....	۲۱۲
مقامات مقدسہ	....	۲۱۶
مکہ سے روانگی	....	۲۳۹
پرانا شہر	....	۲۴۱
عرضِ ناشر	....	۲۵۵

Marfat.com

علامہ سیّد حامد سعید کاظمی

وفاقی وزیر مذہبی امور، حکومت پاکستان

رضوان صدیقی معروف اور معتبر سفر نامہ نویس اور افسانہ نگار ہیں، وہ طویل عرصے تک ریڈیو پاکستان کے لئے ڈرامے لکھتے رہے اور کراچی شہر کی ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں میں بے حد مستعد اور فعال ہیں اس کے ساتھ ساتھ فروغ نعت میں ان کی خدمات لائق ستائش ہیں، انہوں نے امریکہ، یورپ اور شمالی علاقہ جات پاکستان کے سفرنامے لکھے ہیں جو کتابی صورت میں شائع ہو کر قبولیت عام حاصل کر چکے ہیں۔

زیرِ گفتگو کتاب ''ذکر ایک عمرہ کا'' حجاز مقدس کا سفر نامہ ہے۔حج اور عمرہ کے حوالے سے میں نے بہت سے سفرنامے پڑھے ہیں لیکن یہ ایک ایسا سفرنامہ ہے جس میں نہ صرف عمرہ کے ارکان اور آداب کے بارے میں نا محسوس انداز میں تفصیلات بیان کی ہیں بلکہ بعض ایسے مقامات مقدسہ کا ذکر کیا ہے جن کے بارے میں عام حجاجِ کرام اور زائرین کم کم جانتے ہیں۔تحریر سادہ مگر دلنشیں ہے۔لفظوں کے انتخاب میں بلا کا اہتمام جذبات کے اظہار میں آداب کا التزام، زبان میں شائستگی، بیان میں روانی اور جملوں کی بنت کاری کمال کی ہے۔ سفرنامہ یوں لکھا ہے کہ قاری تصور ہی تصور میں مصنف کا ہم سفر بن جاتا ہے۔رضوان صدیقی حرمین شریفین کی اس طرح زیارت کراتے ہیں کہ پڑھنے والا یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا یہ تو میرے دل میں ہے۔

میری خواہش ہے کہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے جانے والا ہر شخص اس کتاب کا مطالعہ کرے تو غالباً اسے کسی معلّم کی ضرورت پیش نہ آئے۔

میں پوری ذمہ داری سے کہہ سکتا ہوں کہ اُردو ادب میں حجاز مقدس کے تعلق سے جس قدر سفرنامے شائع ہوئے ہیں ان میں رضوان صدیقی کی یہ کتاب ایک معتبر اضافہ ہے۔

Marfat.com

مفتی منیب الرحمٰن

چیئرمین: مرکزی رویت ہلال کمیٹی

محترم جناب رضوان صدیقی صاحب، صاحب طرز ادب ہیں، شخصی اور طبعی طور پر بھی وضع دار آدمی ہیں، لہٰذا روزمرّہ زندگی میں بھی ان کا انداز تکلم علمی اور ادبی ہے، وی آئی پی شخصیات کے تقریر نویس بھی رہے ہیں، محافلِ نعت ومیلاد النبی ﷺ میں نظامت ونقابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ ''زیارت حرمین طیّبین'' زادھما اللہ حرمۃً وتکریماً کا شرف عطا فرمایا، عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ میری دعا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ ان کے عمرہ کو مقبول ومبرور فرمائے۔

انہوں نے ''ذکر ایک عمرہ کا'' کے عنوان سے اپنے سفرنامہ حرمین شریفین کو کتابی شکل میں مرتب کیا ہے، یہ دراصل ان کا اظہار عقیدت بھی ہے اور مشاہدات وقلبی کیفیات کا رپورتاژ اور تاثراتی پیرایۂ اظہار بھی ہے، جسے انہوں نے الفاظ کے قالب میں ڈھال کر ایک دائمی شکل عطا کر دی ہے۔ ان کی تحریر میں سلاست وروانی ہے، ادبیت ہے، الفاظ کو نگینوں کی طرح نثر کی لڑی میں پرو دیا گیا ہے، یہ ایک ایسا انداز ہے کہ قاری اس میں کھو جاتا ہے اور اپنے آپ کو گردوپیش کی بندشوں سے آزاد سمجھ کر خود کو شریکِ سفر وسعادات محسوس کرتا ہے۔

میرے لئے اپنے مشاغلِ کثیرہ کے سبب کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ دشوار ہے، سرسری انداز میں ایک ''نظرے خوش گزرے'' کے انداز میں جستہ جستہ دیکھا ہے، بادیٔ النظر میں یہ ایک سعیِ مشکور ہے، اپنی عقیدت کا اظہار ہے اور اپنی حسین اور متبرک یادوں کو محفوظ رکھنے کی خواہش ہے۔ بقول شاعر ؎

یلوح الخط فی القرطاس دھرا   وکاتبہ رمیم بالتراب

ترجمہ: ''لکھنے والا خود تو پیوندِ خاک ہو چکا ہوتا ہے لیکن اس کی تحریر طویل زمانے تک زندہ و تابندہ رہتی ہے''۔ میں ایک بار پھر جناب رضوان صدیقی کی سعی کے مشکور وماجور ہونے کی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اسے قبول عام عطا فرمائے۔

Marfat.com

عرضِ مصنف

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے پایاں کرم واحسان کہ اس نے اس فقیر کو ۱۹۸۷ء میں حج کی سعادت عطا فرمائی۔ واپس آ کر سفرنامہ لکھنا شروع کیا، چند قسطیں ماہنامہ "اہل نظر" میں شائع ہوئیں مگر یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کے وسیلے سے چار بار میرے رب نے غلام کو اذنِ باریابی بخشی۔ ہر دفعہ واپسی پر کیفیت قلب وجاں تحریر کرنے کی کوشش کی ایک بار ۸۰۔۹۰ صفحہ لکھ ڈالے مگر...... میں کہ ایک نافرمان بندہ دنیا داری میں کھو گیا اور وہ سلسلہ بھی ادھورا رہ گیا۔

بے شک میرا رب بڑا معاف کرنے والا ہے، اس نے ۲۰۰۸ء کو ایک بار پھر موقعہ عطا فرمایا۔ رمضان المبارک میں پہلی بار عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی تھی، واپس لوٹا تو لکھنے بیٹھ گیا، رمضان المبارک کی تقریباً ۲۰ راتیں جاگ کر ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اپنے سفر کی روئداد تحریر کی اور عید کے بعد مزید چند دن توجہ دی اور کتاب مکمل ہوگئی۔

اب کتاب کی طباعت واشاعت کا مرحلہ تھا۔ اس سلسلہ میں میرے دوست فضل الرحمٰن اور زبیر حبیب نے میری معاونت فرمائی۔ خیال رہے کہ فضل الرحمٰن ایک اعلیٰ سرکاری افسر ہیں مگر ان کے اندر ایک عاشقِ رسول ﷺ چھپا ہوا ہے جبکہ زبیر حبیب بزنس کمیونٹی کی معروف شخصیت ہیں اور ان کے والد سیٹھ حبیب احمد بڑے نیک طینت انسان تھے، بڑے عاشقِ رسول ﷺ...... زبیر حبیب کو حضور اکرم ﷺ سے محبت، اپنے والد سے ورثے میں ملی...... میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں خیرِ کثیر عطا فرمائے۔

"ذکر ایک عمرہ کا" اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اگر کتاب میں کوئی بات، واقعہ یا تاریخی پس منظر لکھتے وقت کوئی کوتاہی یا غفلت ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں...... اللہ تبارک وتعالیٰ میرے لفظوں میں تاثیر عطا فرمائے۔ آمین

رضوان صدیقی

Marfat.com

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

نجانے کتنا عظیم ہے تُو
نہ میری فکر و نظر میں آئے
نہ میری عقل و خرد میں آئے
میرے خدایا! میں مانتا ہوں
ازل بھی تُو ہے ابد بھی تُو ہے
ہے ابتدا انتہا بھی تُو ہے
زماں بھی تُو ہے فضا بھی تُو ہے
ہوا بھی تُو ہے فضا بھی تُو ہے
زمیں بھی تُو آسماں بھی تُو ہے
بلند کہسار بھی ہیں تیرے
حَسین گلزار بھی ہیں تیرے
سبھی سے اونچی ہے بات تیری

Marfat.com

محیط ہر شے پہ ذات تیری
میرے خدایا میں مانتا ہوں
ہر ایک دل میں قیام تیرا
ہر اک رگ جاں میں نام تیرا
میرے خدایا ! میں مانتا ہوں
مگر مجھے کچھ پتا نہیں ہے
نجانے کتنا عظیم ہے تُو!
نہ میری فکر و نظر میں آئے
نہ میری عقل و خرد میں آئے

رضوان صدیقی

Marfat.com

روشنی

ہم اپنے کتبے اٹھائے کاندھوں پہ
اپنی قبروں کو ڈھونڈتے ہیں
بھٹک رہے ہیں نشانِ منزل کی جستجو میں
نہ کوئی راہرو نہ کوئی راہبر
نہ کچھ پتہ ہے نہ کچھ نشاں ہے
یوں ہی رواں ہے
ازل سے تاریخ کے سفر میں
بہت ہی کم لوگ ایسے گذرے
جنہوں نے آدم کو روشنی کا پتہ بتایا
بہت سے روشن چراغ چمکے
جو بجھ چکے ہیں
تجلیوں کے ایاغ لے کے جو آئے تھے
خواب ہو چکے ہیں
بہت سے چمکیلے چہرے اُبھرے
جو مٹ چکے ہیں
مگر یہ تاریخ کہہ رہی ہے
زمانہ گذرا
جھلستے صحرا میں ایک چہرہ طلوع ہوا تھا
جو سب سے سچا۔۔۔ جو سب سے اچھا
جو سب سے برتر

Marfat.com

جو سب سے اُولیٰ
کہ آدمیت نے جس کے چہرے
کی روشنی سے سراغ پایا تھا منزلوں کا
وہ منزلیں آدمیت کی اپنی منافقت کے
مہیب صحرا میں کھو چکی ہیں
مگر ہمارے دلوں کے اندر سے۔۔۔آواز آرہی ہے
جو کہہ رہی ہے
تجلّیوں کی کروڑوں کرنیں لئے ہوئے
آج بھی وہ چہرہ۔۔۔رواں دواں ہے
مگر وہ آنکھیں کہاں سے لائیں
جو روشنی کو قبول کرلیں
کہ عصرِ حاضر کے سارے انسان
اپنے اندر کی آنکھ کی روشنی سے محروم ہو چکے ہیں
ہم اپنے کتبہ اُٹھائے کاندھوں پہ
اپنی قبروں کو ڈھونڈتے ہیں
میرے خدایا! بس اک کرم کر
وہ آنکھ ہم کو بھی تو عطا کر
کہ جس کی بینائی، روشنی کی کرن کو پائے
اسی کرن کی مدد سے یارب! ہم اپنے کتبوں کو
اپنی قبروں پہ نصب کر کے
سکون پائیں
سکون پائیں

رضوان صدیقی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز سفر

گذشتہ ایک برس سے بیگم کا اصرار کہ عمرہ پر جانا ہے۔ ادھر میں روز مرہ کاموں میں مصروف۔ ارادہ بھی ڈانواں ڈول۔ عقیدت پر دنیاوی آلودگی کا گہرا میل چڑھا ہوا۔ دل میں مکّہ اور مدینہ جانے کی تڑپ مگر اس پر خواہشوں کا جال لپٹا ہوا۔۔۔ بیگم عمرہ پر جانے کے لیے اصرار کریں اور میری راہ میں نئی مصروفیات رکاوٹ بن جائیں۔ ہر بار نیا عذر۔۔۔ تازہ بہانہ۔۔۔ یوں وقت گذرتا گیا۔۔۔ پھر بلا ارادہ اچانک ملائیشا جانے کا پروگرام بنالیا۔ بات ٹل گئی۔ میں ملائیشیا کا سفر نامہ لکھنے میں مصروف ہو گیا۔ رمضان المبارک کا مہینہ قریب آ رہا تھا، بیگم سے وعدہ تھا کہ رمضان میں عمرہ کریں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بار حج اور چار بار عمرہ ادا کرنے کی سعادت عطا فرمائی تھی۔ لیکن رمضان کے مہینے میں مکّہ اور مدینہ کی رونقیں دیکھنے سے محروم تھا۔ بہت کچھ سُن رکھا تھا۔ جو لوگ حرمین شریفین میں رمضان گذار کر آئے تھے وہ اس قدر عقیدت اور احترام سے وہاں گذارے ہوئے شب و روز کا ذکر کرتے کہ دل چاہتا۔۔۔ اُڑ کر پہنچ جاؤں۔۔۔ مگر میں خود صیاد بن کر نت نئے انداز میں حیلے بہانوں کا جال پھینکوں اور خود کو گرفتار محسوس کروں۔

ایک بار بیگم نے سنجیدگی سے کہا، آپ کی مصروفیات تو کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ یہ سب کام تو چلتے رہیں گے پکا ارادہ کریں اور پروگرام بنائیں۔۔۔ دل آمادہ ہونے لگا۔ خود کو اپنے ہی پھینکے ہوئے جال سے نکلنے کی تدبیر کرنے لگا۔۔۔ ایک دن چھوٹے بیٹے حسّان نے PIA کی پرواز کے دو ٹکٹ لا کر اپنی اماں کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ روانگی اور واپسی کی

Marfat.com

تاریخیں بھی درج تھیں، رات گھر آیا تو مجھے بیگم نے بتایا تو میں حیران رہ گیا۔

دل سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے طواف کے لئے طلب کر لیا۔

سرکار ﷺ نے اذنِ باریابی عطا فرمادی۔

بے طلب، طلب کر لیا۔

بن مانگے، عطا کر دیا۔

میں تذبذب میں تھا اس نے یقین فراہم کر دیا۔

میں خالی ہاتھ تھا اس نے پروانہ راہداری عطا فرمادیا۔

میں تہی دامن تھا اس نے جھولی بھر دی۔

میں سوچ رہا تھا کہ اس نے زادِ سفر مہیا کر دیا۔

میں عذر تلاش کر رہا تھا۔۔۔ بہانے بنا رہا تھا۔۔۔ میں گوں مگوں میں مبتلا تھا۔۔۔ جاؤں یا نا جاؤں کی کیفیت میں گرفتار تھا۔۔۔ ہاں یا ناں کے بیچ کھڑا تھا۔۔۔ میرے رب نے کمزور ارادوں کی بیساکھیاں گرادیں اور یقین کا سہارا فراہم کر دیا۔

میں اپنے رب کے حضور نادم تھا۔ میں اپنے آپ سے شرمندہ بھی تھا اور بیگم سے اس خوش خبری پر اظہارِ مسرت کر رہا تھا۔۔۔ رب تو دلوں کا بھید جانتا ہے وہ تو علیم وخبیر اور دانا و بینا ہے۔ اس سے کیا چھپا ہے۔ اس سے کیا پوشیدہ ہے۔

اے میرے رب بیشک تو اپنے بندوں سے بے پناہ پیار کرتا ہے، اپنے گنہ گار اور عصیاں کار بندوں پر بھی شفقت اور مہربانی فرماتا ہے۔ مجھے معلوم تھا میرا انتخاب Merit پر نہیں تھا۔ مجھے تو رعایتی نمبروں سے پاس کیا گیا تھا۔ ہاں! بیگم کی طلب شدید اور اس کی تڑپ سچی تھی۔ اس نے پاسپورٹ اور ٹکٹ دیئے اور کہا Viza کے لئے Apply کر دیں۔ اب وقت بہت کم ہے۔

وہ تو ٹھیک ہے بھاگوان! لیکن ابھی تو تصویریں اتروانی ہیں۔

Marfat.com

ٹھیک ہے ابھی چلیں، کسی اسٹوڈیو سے فوٹو کھنچواتے ہیں شام کو تصویریں مل جائیں، کل صبح آپ Viza کے لئے Apply کردیں۔

ہم نے تصویر بنوائیں۔ دوسرے دن میں اپنے مہربان دوست یحیٰی پولانی کے دفتر گیا اور تمام کاغذات ان کے سپرد کردیئے۔۔۔ یحیٰی پولانی نے اپنے رفیق کار کو طلب کیا اور میرے ٹکٹ اور پاسپورٹ دیتے ہوئے کہا۔ یہ میرا بھائی ہے اس کی ناراضگی سے ڈر لگتا ہے۔ As a Special Case یہ کام کرنا ہے۔

بہت شکریہ یحیٰی بھائی!۔۔۔ کب تک Viza لگ جائے گا۔

جب اللہ کا حکم ہوگا۔ وہاں تو وہی جاتے ہیں جنہیں بلوایا جاتا ہے۔۔۔ کوشش پوری کریں گے۔ پھر باآواز بلند کسی کو آواز دی اور کہا! بھائی چائے لاؤ۔۔۔

دل ہی دل میں یحیٰی پولانی کو دعائیں دیں۔

اب اپنی مصروفیات پر نظر ڈالی۔۔۔ حق ٹیلی ویژن پر مجھے 29 پروگرام ریکارڈ کرنے ہیں حنیف بھائی اور انور پٹنی سے پروگرام کا Formad پہلے ہی طے ہو چکا تھا۔

اس سال کے لئے پروگرام کا نام ''پہلا روزہ اور ماں'' طے ہوا تھا، بہت عرصہ سے میرے ذہن میں اس پروگرام کا خاکہ تھا۔ پروگرام کے بارے میں تفصیلات طے ہو چکی تھیں، بس Set کا Design تیار ہونا تھا، اس کے بعد Panaflix تیار ہونا تھا۔ بات آج کل پر ٹل رہی تھی۔

اب میں نے انور پٹنی کو عمرہ جانے کی اطلاع دی اور بتایا کہ آٹھ یا نو رمضان کو واپس آؤں گا۔ آپ سیٹ لگوائیں تو میں کم از کم پندرہ بیس پروگرام ریکارڈ کرلوں گا۔

انور پٹنی محنتی بھی ہے اور ذمہ دار بھی۔ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے، اس نے کہا Sir آپ بے فکر ہو جائیں۔

سارے کام چھوڑ دیئے۔ پہلے مرحلے میں تو پروگرام ''رضوان صدیقی کے مہمان''

Marfat.com

کے سلسلے میں چار پروگرام پیشگی ریکارڈ کرنے تھے۔میں نے آرٹس کونسل کی مصروفیات ترک کیں اور پروگرام ریکارڈ کرانے میں مصروف ہوگیا۔''پہلا روزہ اور ماں'' کا Painaflex تیار نہ ہوسکا۔ چند دن باقی رہ گئے۔ایک دن پولانی ٹریولرز سے فون آیا، آپ کا ویزا لگ گیا ہے،آ کر پاسپورٹ لے جائیں۔

میں نے بیگم کوفون پراطلاع دی تو خوشی سے نہال ہوگئیں۔ان کی گلوگیر آواز سُن کر مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ آبدیدہ ہوگئی ہونگیں۔روانگی میں چند دن باقی تھے۔دوپہر سے رات دیر تک میں پروگرام ریکارڈ کراتا رہا۔روانگی سے ایک دن پہلے ۱۳ پروگرام تیار ہوسکے۔ اللہ کا شکرادا کیا۔

ٹور آپریٹرز Viza Fee کے نام پر ہزاروں روپے طلب کرتے ہیں۔سعودی سفارتخانے نے فیس میں بھی اضافہ کردیا ہے۔اللہ تعالیٰ خوش رکھے یحییٰ پولانی کو کہ انہوں نے پاسپورٹ ٹکٹ دیتے ہوئے کہا۔۔۔جاؤ بھائی! بس دعاؤں میں یاد رکھنا۔شکریہ کے رسمی جملے ادا کرنے کے لئے میں نے لب کھولنے چاہے مگر ہمت نہ ہوئی۔بس دل ہی دل میں ان کے حق میں دعائیں کرتا رہا۔

میں چونکہ بے حد مصروف تھا اس لیے سلطان خلیل سے کہا کہ بھائی میرے لئے احرام اور بیلٹ خرید لینا۔ایک شام میں بھاگم بھاگ آرٹس کونسل پہنچا۔سلطان خلیل نے احرام اور بیلٹ مجھے دیا۔اور میں گھر روانہ ہوگیا۔

گھر جاتے وقت دنیا کے سارے کام بھلا دیئے۔نہ کسی دوست سے ملاقات کی اور نہ ہی ارادتاً کسی کو اپنی روانگی کی اطلاع دی۔24 راگست کو شام ساڑھے سات بجے PIA کی فلائٹ نمبر 731 سے روانہ ہونا تھا۔

اس سے پہلے جب بھی کراچی سے جدہ کے لئے عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے گھر سے احرام باندھ کر چلے تھے۔اس بار بچوں نے مشورہ دیا کہ آپ لوگ ایئرپورٹ پر احرام

Marfat.com

باندھ لینا۔ بات معقول تھی اس لئے روزمرہ کے لباس میں گھر سے تین بجے روانہ ہوئے۔

اہم ترین مرحلہ اپنے پوتے سفیان کو خدا حافظ کہنا تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ میرا بیٹا ارسلان اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کینیڈا میں تھا کہ کچھ ایسے حالات ہوئے کہ ارسلان، بڑے بیٹے سفیان کو جو پونے چار سال کا ہے لے کر پاکستان آ گیا۔ میری بہو اور چھوٹا پوتا ریان کینیڈا سے مظہر کے پاس ہیوسٹن چلے گئے۔ سفیان شروع دن سے دادی کے پاس رہا اور ایک دن بھی وہ اپنی دادی سے جدا ہونے کو تیار نہیں۔ اب کئی دن سے اسے Motivate کیا جا رہا تھا کہ "دادا اور دادو اللہ اللہ کرنے۔۔۔ اللہ کے گھر جا رہے ہیں اور تمہارے لئے بہت سے Toyes لے کر آئیں گے"۔ سفیان کسی کے ساتھ ایک گھنٹہ گزارنے کو تیار نہیں۔۔۔ ہاں! اسے اپنی کزن زینی سے بہت محبت ہے۔ طے پایا کہ میری بیٹی المنیٰ ایئرپورٹ سے سفیان کو اپنے ساتھ لے جائیگی۔ سفیان، اپنی آپا زینی کے ساتھ رہنے کو تیار ہو گیا مگر سب گھر والوں کو ڈر تھا کہ ایئرپورٹ پر وہ دادو کے ساتھ جانے پر ضد کرے گا۔۔۔ سفیان ماشاءاللہ بہت سمجھدار اور پیارا بچہ ہے۔ میرے بیٹے، بیٹیاں اور داماد اپنے بچوں کے ساتھ ہمیں ایئرپورٹ پر خدا حافظ کہنے آئے اور حیرت انگیز طور پر سفیان نے بڑی محبت سے اپنی دادو کو خدا حافظ کہا۔ ہم بچوں سے مل کر لاؤنج میں داخل ہو گئے۔ دنیاوی رشتے ایئرپورٹ سے باہر رہ گئے۔

اب احساس ہوا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟۔۔۔ کس کے گھر جا رہے ہیں؟۔۔۔ کس کے دربار میں حاضری ہے؟۔۔۔ کس کی بارگاہ میں پیشی ہے؟۔۔۔ کس کے حضور پیش ہونا ہے؟۔

یہ خیال آتے ہی قدم ڈگمگانے لگے۔ خشیت الٰہی پورے وجود میں سرایت کرنے لگا۔ رگ و پے میں خوف کا احساس خون میں شامل ہو کر دوڑنے لگا۔ پیشانی پر ندامت کی بوندیں ظاہر نہیں مگر محسوس ہونے لگیں۔ اپنے ماضی پر نظر ڈالی تو بد اعمالیوں اور نافرمانیوں کی

Marfat.com

فلم ذہن کے پردے پر روشن ہونے لگی۔۔۔ندامت اور شرمندگی کا احساس پور پور اور انگ انگ میں سرائیت کرنے لگا۔۔۔میں چپ چاپ سامان سے بھری ٹرالی کو دھکیلتا ہوا آگے بڑھا تو تصورات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔مسافر، جہاز تک پہنچنے سے پہلے کی کاروائیوں میں مصروف ہوگیا۔اسکینگ مشین سے سامان گذر گیا ۔۔اچانک خیال آیا کہ ہمارے اٹیچی کیس میں تالا نہیں ہے۔اور ایک زمانے میں PIA والے آپ کے سامان کو یعنی سوٹ کیس یا اٹیچی کیس میں مشین کے ذریعے ایک پٹی لپیٹ دیتے تھے۔ہم نے معلومات کیں تو پتہ چلا کہ جو لوگ اپنا سامان محفوظ کرانا چاہتے ہیں وہ اپنے اٹیچی کیس پر پلاسٹک کا Raper چڑھوا سکتے تھے۔اندر لاؤنج میں اس کی سہولت موجود تھی۔ہم معلوم کرتے ہوئے متعلقہ جگہ پہنچے جہاں مشین کے ذریعہ ریپر چڑھایا جاتا ہے۔ایک سو روپے لے کر انہوں نے ہمارے اٹیچی کیس پر ریپر چڑھا دیا۔PIA کے کئی کاؤنٹر تھے۔ہم بھی ایک قطار میں جا کھڑے ہوئے۔ہم ابھی پاکستان میں تھے۔اس لئے قطار ٹوٹتی رہی۔۔۔عجلت پسند اور بااختیار لوگ قطار توڑ کر بورڈنگ کارڈ حاصل کرتے رہے۔ہم نے PIA کے عملہ کی توجہ مبذول کرائی تو انہوں نے شانے اُچکاتے ہوئے اظہار افسوس کیا اور لوگوں کو قطار میں شامل ہونے کی ہدایت کی۔PIA کا عملہ متحرک اور سرگرم تھا۔ہماری باری آئی تو کاؤنٹر پر پہنچ کر ہم نے اپنا ٹکٹ اور پاسپورٹ انہیں دکھایا۔۔۔کاؤنٹر پر ایک پیاری سی لڑکی کھڑی تھی۔

مسکرائی، کہنے لگی آپ عمرہ پر جارہے ہیں؟۔۔۔جی ہاں!۔۔۔اثبات میں جواب دیا اور درخواست کی کہ ونڈو سیٹ اگر دیدیں۔

ضرور۔۔۔مسکراتے ہوئے اپنے کام میں مصروف رہیں پھر بولیں۔اللہ تعالیٰ آپ کا عمرہ قبول فرمائے۔میرے لیے بھی دعا کیجیے گا۔

میرے لئے تو بیٹی سمان تھی۔اس لئے پوچھا، بیٹی آپ کا نام؟۔۔۔سر اٹھا کر مجھے

Marfat.com

دیکھ اور کہا بشریٰ۔۔۔ میں نے کہا، نام آسان ہے میری بھانجی کا بھی یہی نام ہے۔ ضرور دعا کروں گا۔۔۔ بڑے اخلاق اور شائستگی سے بشریٰ نے ہمیں بورڈنگ کارڈ دیا ساتھ ہی واپسی کا بورڈنگ کارڈ بنا دیا۔۔۔ بشریٰ نے اپنے فرائض انجام دیئے تھے مگر اس کے رویے میں شائستگی اور انکساری کی ایسی مٹھاس تھی کہ وہ بچی ہمیں ہر جگہ یاد رہی۔ بیگم کو بھی میں نے اس کا نام بتایا۔ جب بھی ہمارے ہاتھ دعا کے لئے اُٹھتے بہت سے ناموں کے ساتھ بشریٰ کا نام بھی ہتھیلی پہ جگمگانے لگتا تھا۔

اب Immigiration اور کسٹم کا مرحلہ تھا۔ ہم قطار میں کھڑے ہوگئے۔ ہمارے پاس مختصر سامان تھا۔ اسفنج کی دو پٹیوں والی چپل ہم نے پہن رکھی تھی اس لیے جوتے اتار کر اسکینگ مشین سے گذارنے کے عمل سے بچ گئے۔ تاہم تانبے، پیتل کی تمام چیزیں یعنی موبائل فون، گھڑی اور بیلٹ ہم نے ایک ٹرے میں رکھ کر مشین کے سپرد کیں اور بازو اٹھا کر تلاشی دیتے ہوئے اندر لاؤنج میں پہنچ گئے۔ فلائٹ کی روانگی میں ابھی دیر تھی۔ اس لئے نشستوں میں بیٹھنے کے بعد چائے کی طلب محسوس ہوئی۔ ابھی احرام نہیں باندھا تھا اس لیے ہم نے دو کپ چائے لی۔ ایک بیگم کو دی اور خود اسموکنگ روم میں جا کر سگریٹ پی۔ کیونکہ ہمیں معلوم تھا کہ اب جہاز میں سگریٹ نوشی کا ہرگز موقع نہیں ملے گا۔

کچھ دیر بعد ہم احرام پہننے کے لئے باتھ روم کی طرف گئے تو وہاں زائرین کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ تین چار Toilet تھے اور ایک لمبی قطار۔۔۔ ہمیں خیال آیا کہ چند برس پہلے تک لوگ گھروں سے احرام باندھ کر آتے تھے اس لئے لاؤنج میں موجود واش روم مسافروں کے لئے کافی ہوتے تھے اب لوگوں کا رجحان بدل گیا۔ اس وقت خیال آیا کہ PIA کو اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ جدہ جانے والی فلائٹ میں عمرہ ادا کرنے والے مسافروں کی غالب تعداد موجود ہوتی ہے اور احرام باندھنے کے لئے کوئی اور جگہ مختص نہیں ہے، یوں تمام زائرین کو خاصی دشواری محسوس ہو رہی تھی۔

Marfat.com

ہم نے وضو کیا۔۔۔احرام باندھا۔اور لاؤنج ہی میں موجود نماز کی جگہ پر دو رکعت نماز نفل برائے عمرہ ادا کیے۔وقت بہت تنگ تھا۔۔۔عصر کی اذان ہونے والی تھی۔خیال رہے کہ مکروہ اوقات میں نوافل ادا کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔حکم یہ ہے کہ نوافل ادا کرتے وقت چادر سر پر ڈال لیں اس کے بعد سر سے چادر ہٹالیں، ہم نے اس موقع پر عمرہ کی نیت کی۔معلوماتی کتاب ہمارے پاس تھی اس لئے ہم نے عربی میں مسنون دعا پڑھی، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

''اے اللہ میں نے ارادہ کیا عمرہ کا۔۔۔اس کو میرے لیے آسان فرمادے اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے۔اور عمرہ ادا کرنے میں میری مدد فرما۔اس کو میرے لیے بابرکت فرمادے۔نیت کی میں نے عمرہ کی اور احرام باندھا اس کے ساتھ، اللہ کے لیے۔''

دو سفید چادریں میرے بدن پر لپٹی ہوئی تھیں۔مردوں کو عام طور پر چادر کندھے پر رکھنے کی عادت نہیں ہوتی اس لیے اوپر کی چادر کو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے تاہم تمام زائرین بدن کے اوپری حصہ پر چادر کو لپیٹے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔خیال رہے کہ احرام کے لئے نیت اور تلبیہ دونوں ضروری ہیں۔ہم دل ہی دل میں تلبیہ پڑھتے رہے۔

لبیك اللهم لبیك۔۔۔لبیك لاشریك لك لبیك۔۔۔ان الحمد والنعمته لك والملك ط لاشریك لك۔۔۔

''میں حاضر ہوں۔۔۔یا اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں بیشک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور ملک بھی۔۔۔تیرا کوئی شریک نہیں''۔۔۔
اس مرحلہ میں کوشش کریں کہ دعائیں مانگتے رہیں۔

ہم حالات احرام میں تھے۔ہمیں معلوم تھا کہ اب بہت سی پابندیاں ہم پر لاگو ہوگئیں ہیں۔یعنی اب ہم خوشبو نہیں لگا سکتے۔بال نہیں کاٹ سکتے۔سر پر ہاتھ پھیرنے یا کھجلی کرنے سے بھی گریز کرنا چاہیے کہ بال ٹوٹنے کا احتمال ہوتا ہے۔اگر بال ٹوٹ جائے

Marfat.com

تو دم واجب ہو جاتا ہے۔ سر پر ٹوپی یا عمامہ نہیں پہن سکتے۔ موزے پہننا منع ہے۔ بے سلی دو چادروں کے سوا کوئی دوسرا سلا ہوا کپڑا استعمال نہیں کر سکتے۔ احرام سے چہرہ نہیں ڈھانپ سکتے۔ وضو کے بعد احرام سے یا کسی بھی کپڑے سے منہ نہیں پونچھ سکتے۔۔۔ حالات احرام میں سر کے بالوں یا ڈاڑھی کو مہندی لگانا بھی منع ہے۔ عام طور پر زائرین حالتِ احرام میں خوشبودار پان یا الائچی وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ ان سے بھی گریز کرنا چاہئے، ایسا شربت یا جوس استعمال کرنا جس میں خوشبو زیادہ ہو اور استعمال کرنے والے کو بلا ارادہ خوشبو محسوس ہوتی ہو۔۔۔ تو منع ہے۔ ہاں! ایسا پھل یا کھانا کھانے کی اجازت ہے جس میں خوشبو زیادہ نہ ہو۔ احتیاط کا تقاضہ ہے کہ اچار، چٹنی یا زیادہ خوشبو والے مشروبات سے پرہیز کریں۔

بیگم بھی نفل ادا کر کے عمرہ کی نیت کر چکی تھیں۔ عصر کی نماز ایئر پورٹ کے لاؤنج میں ہی ادا کی۔ چونکہ سفر کی نیت کر کے گھر سے نکلے تھے اور اب ہم حالتِ سفر میں تھے اس لئے عصر کی نماز قصر کر کے پڑھی یعنی دو رکعت فرض ادا کئے۔

ہم میاں بیوی عمرہ کی ادائیگی کے بارے میں باتیں کرتے رہے اور اپنی قسمت پر رشک کرتے رہے۔۔۔ کیوں نہ رشک کریں ہم اللہ کے گھر طواف کرنے جا رہے تھے۔ اپنے آقا و مولیٰ کے دربار میں حاضر ہونے۔۔۔ سنہری جالیوں کو نگاہوں سے چومنے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے جا رہے تھے۔

PIA والوں کا بلاوا آ گیا۔ معمول کے مطابق جہاز کی طرف چل دیئے اور بغیر کسی دشواری کے اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد ایئر ہوسٹس مسافروں کو سفر کے دوران ضروری ہدایات دینے لگیں۔ موبائل فون بند کرنے کی تاکید کی گئی۔ مگر چند مسافروں نے اس اعلان پر توجہ نہیں دی۔ میرے آگے بیٹھے ہوئے مسافر کو جو مسلسل فون کرنے میں مصروف تھا۔۔۔ کرو نے کئی بار ٹوکا۔ جہاز رن وے پر دوڑ رہا تھا۔ مگر مسافر کسی کو فون کال ملانے میں مصروف تھا۔ کرو نے ذرا خفگی سے کہا۔۔۔ مگر میرے آگے کی نشست پر بیٹھا ہوا

Marfat.com

مسافر دنیا سے اپنا رشتہ توڑنے پر آمادہ نہیں تھا۔ جہاز اڑان بھرنے والا تھا۔ تنگ آکر کرو نے اس شخص کا موبائل لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اس نے ناگواری سے فون جیب میں رکھ لیا مگر اس کا Swich Off نہیں کیا۔

پرواز خوشگوار تھی۔۔۔کھانا بھی بہتر تھا۔۔۔ایئر کرو نے اپنی مہمانداری کی رسومات مکمل کیں۔اور کچھ دیر بعد جہاز کی روشنیاں کم کردی گئیں۔ جہاز اپنی مقررہ رفتار سے چلتا رہا۔ مسافروں کی غالب اکثریت سونے کی کوشش میں مصروف ہوئی۔ ہم بھی آنکھیں موندیں، مختلف انداز میں پہلو بدلتے ہوئے سونے کی ناکام کوشش کرتے رہے۔

میرے سامنے کی نشست کی پشت پر ٹیلی ویژن کا ایک کتاب سائز اسکرین لگا ہوا تھا۔اس پر جہاز کی رفتار، باہر کا موسم اور کراچی جدہ ہوائی فاصلہ بار بار بتایا جارہا تھا۔کراچی سے جدہ کا فاصلہ تین کم تین ہزار کلومیٹر ہے یعنی 2997 کلومیٹر۔۔۔اور ہوائی پرواز کا وقت تین گھنٹہ 25 منٹ ہوتا ہے۔معمولی وقت کے فرق کے ساتھ جہاز تقریباً مقررہ وقت پر اپنی منزل کی جانب رواں تھا۔

مسافروں کی اکثریت نینداور بیداری کے درمیانی مرحلے کی گود میں آرام کر رہی تھی کہ جہاز میں کیپٹن کی آواز گونجی۔۔۔یا کوئی ایئر ہوسٹس تھی۔۔۔اب یاد نہیں آرہا۔

خواتین و حضرات! دس منٹ کے بعد ہم ہم میقات سے گذریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔جو مسافر حالتِ احرام میں تھے وہ ہوشیار ہوگئے۔ ہمارا اپنا خیال تھا کہ جہاز میں موجود لوگ اجتماعی طور پر باآوازِ بلند تلبیہ پڑھیں گے۔لیکن ایسا نہیں ہوا۔ہم بھی دل ہی دل میں تلبیہ پڑھتے رہے۔

میقات۔۔۔حدودِ حرم میں داخل ہونے کے مختلف مقامات ہیں، انہیں میقات کہا جاتا ہے۔ان میں ذوالحلیفہ۔۔۔قرن۔۔۔یلملم اور ذات عِرق شامل ہیں۔

پاکستان، بھارت اور یمن کے عازمین وحجاج کرام کے لئے مقام یلملم، میقات

83786

Marfat.com

ہے۔ یہ ایک پہاڑی ہے جو مکّہ مکرمہ سے ۳۲ میل دور جنوب کی طرف واقع ہے۔ آج کل اس پہاڑی کو سعدیہ بھی کہتے ہیں۔ پاکستان کے زائرین وحجاج کرام کے لئے لازم ہے کہ وہ گھر سے یا ایئرپورٹ سے یا جہاز میں جدہ پہنچنے سے ایک گھنٹہ قبل احرام باندھ لیں، جہاز میں کشادہ باتھ روم نہ ہونے کی وجہ سے بہتر ہے کہ ایئرپورٹ میں احرام باندھ لیا جائے۔ جہاز مقام میقات سے گذر گیا اور ہم حدود حرم میں داخل ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ایئر ہوسٹس نے اعلان کیا، ہم جدہ کے ہوائی اڈہ پر اترنے والے ہیں۔

مسافروں میں حرکت پیدا ہوئی۔ لوگوں نے نشست کی پشت سیدھی کی، بیلٹ باندھی اور ہوشیار ہو کر بیٹھ گئے۔ ہم نے کھڑکی سے نیچے جھانک کر دیکھا تو حیران رہ گئے۔ دور تک نگاہوں کے نیچے روشنیوں کا ایک سمندر تھا۔ لاکھوں، دودھیا اور پیلے رنگ کی روشنی کے برقی قمقمے منور تھے۔ جدہ اتنا بڑا شہر ہے، ہمیں اس سے پہلے اندازہ نہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے فضائی چادر پر کسی ماہرِ زردوز نے اجالوں سے ستارے لے کر کمال کی کشیدہ کاری کی ہے۔ جہاز شہر پر چکر لگاتا رہا اور ہم دیر تک برقی قمقموں سے منور شہر کو دیکھتے رہے۔ ہم نے چار سال پہلے بھی جدہ کو اتنی ہی بلندی اور تقریباً اسی سے دیکھا تھا لیکن ان چار برسوں میں شہر کا دامن وسیع ہو گیا ہے۔ بلندی ہی سے ہم نے سمندر کے اندر اچھلتے فوارے کو دیکھا۔۔۔اب جہاز اور نیچے اتر رہا تھا۔۔۔اور نیچے۔۔۔اور اس کے بعد نامحسوس انداز میں ایک جھٹکا سا لگا اور جہاز رن وے پر دوڑنے لگا۔۔۔پرواز ختم ہو گئی۔ بلندی سے ہم زمین پر آ گئے۔ جہاز سے اتر کر بسوں کے ذریعہ لاؤنج میں پہنچے۔ امیگریشن۔۔۔سامان معمول کے کام۔۔۔اور یوں ہم ٹرالی دھکیلتے ہوئے لاؤنج سے باہر آئے۔

ہم اپنے قارئین کو بتاتے چلیں کہ ہم پہلی بار ایک ٹور آپریٹر سے حاصل کئے گئے چودہ روزہ پیکیج پر جدہ جا رہے تھے۔ اس سے پہلے ایک بار حج اور چار بار عمرہ کی ادائیگی کی سعادت نصیب ہوئی۔ مگر ہم نے کسی گروپ کے ساتھ یا پیکیج کے ذریعہ سفر نہیں کیا تھا۔ جدہ

Marfat.com

میں بہت سے عزیز اور دوست ہوا کرتے۔کوئی نہ کوئی ہمیں ایئرپورٹ پر لینے آجاتا اور اپنی کار سے مکہ شریف لے جاتا۔اب ہمارے بھتیجے داماد خالد پاکستان منتقل ہوگئے۔قمر باجی کا بیٹا عباس جس نے تین مرتبہ جدہ ایئرپورٹ پر ہماری پذیرائی کی وہ بھی کراچی آگئے۔اشتیاق جدہ میں ہیں مگر ان دنوں ایک چھوٹے سے آپریشن کے سلسلے میں ہسپتال میں داخل تھے۔ہم نے انہیں دانستہ اطلاع نہیں دی ورنہ وہ ضرور اپنے کسی دوست کو بھجوا دیتے۔نیلم اور ہما کینیڈا چلی گئیں جبکہ نسرین لاہور منتقل ہوگئیں۔ایس۔ایم ارشد جدہ ہی میں ہیں۔ضیاء الاسلام زبیری کی بیٹی حرا کی شادی میں کراچی میں ملاقات ہوئی تھی۔ملاقات کے دوران ارشد کو بتایا کہ عمرہ کا ارادہ ہے،تو اس نے اصرار کیا کہ بس مجھے فلائٹ نمبر اور تاریخ بتا دینا میں ایئرپورٹ سے لے کر آپ کو حرم شریف لے جاؤں گا۔

اسی دن ہم نے دل ہی دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ ارشد کو جدہ پہنچنے کی اطلاع نہیں دیں گے کیونکہ جدہ میں مقیم احباب،اپنی محبت میں آپ کو ایئرپورٹ سے لے لیتے ہیں،پھر اصرار کرتے ہیں کہ گھر چلیں،کھانا تیار ہے،بہت تھکے ہوئے ہو۔کھانا کھا کر ذرا آرام کرنا اس کے بعد حرم شریف چلیں گے۔محبت کرنے والے ایسا ہی کرتے ہیں۔ان کی خواہش ہوتی ہے کہ آپ ان کے ساتھ جدہ میں رہیں اور وہ ہر دوسرے تیسرے دن آپ کو حرم شریف لے جائیں اور دو تین گھنٹہ میں واپس لے آئیں۔پاکستان کے زائرین کی خواہش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت حرم شریف میں گذاریں۔کئی برس ادھر کی بات ہے ایک بار تو میں اشتیاق اور عباس کے گھر سے بغیر انہیں بتائے صبح سویرے دروازہ کھول کر پیدل چل کھڑا ہوا۔ٹیکسی پکڑ کر SAPTCO کے اسٹاپ پر گیا،بس کے ذریعہ مکہ معظمہ پہنچ گیا۔پھر کئی دن بعد بتایا تو عباس ہمیں لینے پہنچ گئے۔اس زمانے میں **Meeting Point** مقام زم زم ہوتا تھا۔

Marfat.com

سوئے حرم

ہم ٹرالی دھکیلتے باہر نکلے تو ایک صاحب نے ہمارے پاسپورٹ ہم سے لے لئے۔ لے لئے نہیں بلکہ چھین لئے۔ ہم نے وجہ پوچھی تو۔۔۔ عربی زبان میں کہا، ادھر کھڑے ہو جاؤ۔ وہاں موجود ایک پاکستانی نے بتایا کہ آپ آرام سے سامنے کرسیوں پر بیٹھ جائیں۔ آپ کے پاسپورٹ کہیں نہیں جائیں گے۔ یہ خود آپ کو بس میں بٹھا کر مکّہ لے کر جائیں گے۔۔۔ ہم مطمئن ہو گئے۔

اس دوران میں نے Coffee Shop سے دو کپ چائے لی اور بیگم کے ساتھ چائے پیتے رہے۔۔۔ بیگم نے کہا کافی دیر ہو گئی، آپ معلوم تو کریں کیا ہوا۔ ہمارے پاسپورٹ کس کے پاس ہیں۔۔۔ میں اسی جگہ پر واپس آیا، اس عربی نوجوان کو پہچان کر میں نے اپنے پاسپورٹ کے بارے میں پوچھا۔ لحہ بھر کو وہ چونکا پھر اشارہ سے بتایا کہ سڑک کے اس پار دفتر ہے وہاں جا کر معلوم کرو۔

بیگم کو میں نے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور خود تیز تیز قدموں سے سڑک پار کر کے ایک دفتر کے قریب پہنچا۔ دو تین کمروں پر مشتمل یہ عام سا دفتر تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسٹیل پائپ کی مدد سے ایک Shad بنایا گیا تھا، پلاسٹک کی کرسیاں رکھی تھیں۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس حصہ میں روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ چند چھوٹے چھوٹے بلب آس پاس کے کھمبوں پہ لٹکے ہوئے تھے اور ان کی یرقان زدہ پیلی پیلی، ملگجی سی روشنی اندھیرے ماحول میں بس اپنے ہونے کا احساس دلا رہی تھی۔ اس دفتر کے ساتھ پارکنگ کا ایک بڑا اور کشادہ حصہ تھا اور یہاں بہت سی بسیں، کوسٹرز اور ٹیکسیاں کھڑی تھیں، وہاں پر مختلف زائرین احرام

Marfat.com

باندھیں دو تین آدمیوں کے پیچھے بھاگے بھاگے پھر رہے تھے ہم بھی ان میں شامل ہو گئے۔ دو تین آدمیوں کے ہاتھوں میں بہت سے پاسپورٹس تھے۔ یہ دراصل ٹور آپریٹرز کے ایجنٹ تھے اور جس عربی نوجوان نے ہم سے ایئر پورٹ پر پاسپورٹ لئے تھے وہ ہمارے معلم کا نمائندہ تھا۔ بہرحال ہم بھی ان لوگوں کے پیچھے پھرتے رہے اور بالآخر ہمارا پاسپورٹ ایک صاحب کے ہاتھ میں نظر آ گیا انہوں نے ہدایت کی کہ آپ یہاں بیٹھیں، ابھی آپ کو مکہ لے چلیں گے۔ کچھ دیر بعد ہمیں اشارہ کیا گیا اور ایک کوسٹر میں بیٹھنے کو کہا، ہم نے دیکھا ڈرائیور کے پاس تقریباً دس پاسپورٹ تھے، ان میں ہمارا پاسپورٹ بھی شامل تھا۔

کوسٹر کھڑی رہی اور عازمین حرم کوسٹر میں بیٹھے رہے۔ کئی لوگ مسلسل فون پر باتیں کر رہے تھے۔ ادھر ڈرائیور سے پوچھا بھئی کب چلو گے؟، اس نے انتہائی بے نیازی سے کہا ابھی چلتے ہیں۔۔۔ خیال رہے کہ ڈرائیور پاکستانی تھا۔

خاصی دیر گزر گئی۔ احرام باندھے بہت سے خواتین و حضرات پریشانی میں ادھر ادھر بھٹکتے پھر رہے تھے۔ قصہ مختصر۔ ڈرائیور اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھا۔ یہاں ڈرائیونگ سیٹ الٹے ہاتھ پر ہوتی ہے اور ٹریفک بھی **Left Side** پر چلتی ہے۔۔۔ خدا خدا کر کے ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی اور ہم حرم شریف کے لئے روانہ ہوئے۔۔۔ پندرہ منٹ کے بعد ہم جدہ شہر میں داخل ہو گئے۔ یہاں ہم نے ایک بہت بڑا شاپنگ سینٹر دیکھا **GMAT Mart** یہاں خاصی رونق تھی اور سینکڑوں گاڑیوں کی پارکنگ کے لئے کشادہ اور وسیع میدان مختص کیا گیا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد ڈرائیور نے ایک سروس اسٹیشن سے کوسٹر میں پیٹرول ڈلوایا، ہم نے ڈرائیور سے پوچھا کہ کیا یہاں بھی پیٹرول مہنگا ہوا ہے۔ اس نے لاتعلقی سے جواب دیا کہ یہاں پانی مہنگا اور پیٹرول سستا ہے۔ گو ڈرائیور پاکستانی تھا مگر انتہائی خودسر اور بدتمیز قسم کا آدمی تھا۔ میں چونکہ اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا تھا اس لئے اپنی معلومات کے لئے

Marfat.com

میں نے دو تین سوال کیے مگر اس نے کسی بھی سوال کا جواب ڈھنگ سے نہیں دیا، گاڑی بھی تیز چلا رہا تھا کیونکہ جب گاڑی کی اسپیڈ تیز ہو جاتی تھی تو ایک الارمنگ بیل بجتی تھی۔ وہ گاڑی ذرا آہستہ کر لیتا تھا لیکن کچھ دیر بعد پھر گاڑی کی رفتار تیز ہو جاتی تو سیٹی بھی بجنے لگتی تھی۔ سڑک پر ٹریفک بہت زیادہ تھا اس کے باوجود تمام گاڑیاں بہت تیز رفتاری سے چل رہی تھیں۔

آدھ گھنٹہ بعد اس نے پھر ایک بہت بڑے پیٹرول پمپ سے ملحق ایک مارکیٹ کے قریب گاڑی کھڑی کر دی۔ یہ المیز ان پیٹرول پمپ تھا۔ ڈرائیور گاڑی سے اتر کر کہیں چلا گیا۔ مسافروں کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہاں گاڑی کیوں کھڑی کی گئی ہے۔ چند منٹ بعد قریب کی دکان سے ایک شخص آیا اور مسافروں سے کہنے لگا، اگر آپ لوگوں کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو سامنے ہماری دکان ہے۔ موبائل فون کے لئے SIM چاہئے۔ کسی کمپنی کا CARD چاہئے۔ کھانے پینے کی چیزیں، کولڈ ڈرنکس، کوفی، چاء۔۔۔ جس چیز کی بھی ضرورت ہو ہم حاضر ہیں۔

ہم گاڑی سے نیچے اترے، یہ ایک دو منزلہ لمبی عمارت تھی، نیچے بیس پچیس دکانیں اور اوپر رہائشی فلیٹس۔ نیچے اتر کر ہم نے جو آس پاس کا جائزہ لیا تو اندازہ ہوا کہ یہاں بیشتر دکانیں پاکستانیوں کی ہیں۔ جو صاحب مسافروں کو دعوت دینے آئے تھے ان کی دکان کا نام الخمیسی اسٹور تھا۔ یہ گروسری کی دکان تھی۔ پھل، سبزیاں، کھانے پینے کی دیگر اشیا، روزنامہ جنگ اور ہفت روزہ اخبار جہاں کے ساتھ اردو کے بہت سے اخبارات ورسائل بھی یہاں موجود تھے۔ اس کے برابر ایک دکان تھی جس میں پاکستان کے چھوٹے چھوٹے جھنڈے، سالگرہ میں استعمال ہونے والا سامان، بیاہ شادی میں سجاوٹ کی چیزیں اور ایسی ہی بہت سی اشیاء دستیاب تھیں۔ کئی دکانوں کے دروازوں پر پاکستانی جھنڈے کے اسٹیکرز چپکے ہوئے تھے۔ ماحول بالکل پاکستانی تھا، ہم نے بھی بسکٹ کا ایک پیکٹ خریدا۔ باقی مسافروں نے بھی

Marfat.com

وقت گذاری کے لئے چھوٹی موٹی چیزیں خریدیں۔اس مارکیٹ کے بالکل سامنے ایک چھوٹا سا کیبن نما Meeachious Coffee House دیکھا۔ازاں بعد ہم نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی ایسی کافی شاپس دیکھیں۔

ہمیں اندازہ ہوگیا کہ ڈرائیور کا اس دکاندار سے کوئی کاروباری تعلق ہے۔جس طرح نیشنل ہائی وے پر بس ڈرائیور اپنی پسند کی ہوٹل کے سامنے گاڑی کھڑی کر دیتا ہے اور مسافر چائے،کولڈ ڈرنکس، سگریٹ اور دیگر اشیاء خریدنے پر مجبور ہوتے ہیں۔یہاں بھی بالکل یہی صورت حال تھی۔تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈرائیور کہیں سے نمودار ہوا،مقامی وقت کے مطابق رات کے تقریباً بارہ بجے تھے۔ڈرائیور نے مسافروں سے کسی بھی قسم کی کوئی بات کیے بغیر گاڑی اسٹارٹ کی۔عازمینِ عمرہ گاڑیوں میں بیٹھے اور پھر کوسٹر روانہ ہوگئی۔

تقریباً ۴۵ منٹ کے بعد ہم اس جگہ سے گذرے جہاں سے غیر مسلموں کے لئے سڑک جدا ہو جاتی ہے۔اس مقام سے آگے غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع ہے۔خیال رہے کہ مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع ہے۔

آپ کے علم میں ہے کہ۔۔۔ ۹ھ میں حج فرض ہوا اور اسی سال حضور اکرم ﷺ نے سیّدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر الحج مقرر کر کے مکہ مکرمہ روانہ کیا اور اعلان فرمایا کہ جو صحابہ کرامؓ حج پر جانا چاہیں وہ اس قافلے میں شریک ہو جائیں۔اس دوران سورہ توبہ کی ابتدائی چالیس آیات نازل ہوئیں،ان آیات کا نزول ذیقعد ۹ھ یا اس کے قرب وجوار ہے۔

سورۂ توبہ (جسے سورۂ برأت بھی کہا جاتا ہے) کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو مکہ معظمہ روانہ فرمایا تاکہ وہ حجاج کرام کو سورۂ توبہ کی آیات سنائیں اور ان احکامات سے صحابہ کرامؓ کو آگاہ فرمائیں جن کی ہدایت سورۂ برأت میں کی گئی ہے۔سیّدنا ابوبکر صدیقؓ نے صحابہ کرام کو حج کروایا اور حضرت علیؓ نے سورۂ توبہ کی ۴۰ آیات پڑھ کر سنائیں۔سورۂ توبہ کی ۲۸ ویں آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے:

Marfat.com

''اے ایمان لانے والو! مشرکین ناپاک ہیں لہٰذا اس سال کے بعد مشرکین مسجد الحرام کے قریب نہ بھٹکنے پائیں اور تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے تو بعید نہیں کہ اللہ چاہے تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے، اللہ علیم و حکیم ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال سے حرم پاک میں غیر مسلموں کا داخلہ بند ہے اور اس مقام سے غیر مسلموں کے لئے کسی اور شہر یا علاقہ میں جانے کا راستہ علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

تقریباً ایک بجے طریق ابراہیم خلیل کے کنارے واقع شوبرا ہوٹل کے پاس ہماری کوسٹر رک گئی۔ یہاں اور بھی بسیں اور چھوٹی گاڑیوں سے احرام باندھے عازمینِ عمرہ اتر رہے تھے، خاصی تعداد میں لوگ جمع تھے۔ مختلف بسوں سے سامان اتارا اور چڑھایا جا رہا تھا۔ اس جگہ سے مدینہ منورہ اور جدہ کے لئے بسیں جاتی ہیں اور آتی ہیں۔

کوسٹر سے تمام مسافر اتر گئے۔ سامان بھی اتار لیا گیا۔ ڈرائیور کے پاس ہم لوگوں کے پاسپورٹ تھے۔ مختلف ٹور آپریٹرز کے نمائندے یہاں موجود تھے جو مسافروں سے Voucher طلب کر رہے تھے۔ ڈرائیور نے چار پاسپورٹ ایک شخص کے حوالے کئے۔ اور ہمیں اس شخص کی تحویل میں دے دیا۔۔۔ اس نے ہم سے کہا، اپنا سامان اٹھائیں اور میرے پیچھے پیچھے آ جائیں۔ ہمارے لئے یہ سب کچھ نیا تھا۔ بہر حال ہم اپنا سامان گھسیٹتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے، چھوٹی چھوٹی تنگ سی گلیوں سے گذر کر ہم آگے بڑھے، ایک گلی میں کچرے کا ڈھیر تھا اور سڑک بھی ادھڑی ہوئی تھی، ہمیں اپنے پہیئے والے اٹیچی کیس کو کھینچنے میں خاصی دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ چند منٹ کے بعد ایک مکان کے دروازے سے داخل ہوئے۔ ہمارے علاوہ ہماری ہی عمر کے ایک اور صاحب اپنی اہلیہ کے ساتھ تھے۔ یہ مکان نہیں ''دار برکاتی نمبر ا'' تھا یعنی یہ ہوٹل تھا۔ ہم چار آدمی اپنا سامان لے کر اندر داخل ہوئے تو ہوٹل کا استقبالیہ بھر گیا۔ وہ جگہ اس قدر تنگ تھی کہ اب کوئی اور شخص یہاں سے گذرے تو ہمیں سمٹ کر اسے جانے کے لئے جگہ دینی پڑے۔

Marfat.com

ہم نے حیرت سے پوچھا، بھائی! یہ آپ ہمیں کہاں لے آئے؟

بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ یہی ہوٹل ہے جہاں آپ نے قیام کرنا ہے، آیئے میں آپ کو کمرہ دکھا دیتا ہوں۔ بڑے صاحب آپ بھی آ جایئے۔ انہوں نے ہمارے ساتھی مسافر سے کہا۔ یہ کہہ کر اس نے سامنے لفٹ کا بٹن دبایا۔ لفٹ کا دروازہ کھلا، ہم نے دیکھا چھوٹی سی لفٹ جس میں دو آدمیوں کی گنجائش تھی اس میں ہم تینوں ایک دوسرے کے ساتھ چپک کر کھڑے ہوئے۔ دروازہ بند ہوا۔ ہچکولے کھاتی ہوئی لفٹ اوپر کی طرف روانہ ہوئی۔ جانے کون سے فلور میں لفٹ رکی۔ ہم باہر آئے، سامنے ایک بند دروازے کو کھولنے کے لئے انہوں نے چابی لگائی، خاصی دیر تک وہ چابی Key hole میں گھماتا رہا۔ لیکن دروازہ نہیں کھلا، اس کے بعد ہوٹل والے نے ہینڈل کو ذرا زور سے دبایا تو دروازہ کھل گیا۔ ہمارے سامنے ایک لمبا سا کمرہ، اس میں آدھے آدھے سات پلنگ، یہ آدھے آدھے پلنگ پہلے حاجی گدا کہلاتے تھے اب ''حاجی پلنگ'' کہلاتے ہیں۔

یہ ہے آپ لوگوں کا کمرہ۔۔۔ اب آپ لوگ اپنا سامان لے آیئے۔

شاید ہم دونوں نے ایک ساتھ ہی کہا، بھائی ہم یہاں ایک دوسرے کے ساتھ کیسے ٹھہریں گے۔ میں نے مزید کہا، میری اہلیہ میرے ساتھ ہیں، مجھے تو علیحدہ کمرہ چاہئے بے شک چھوٹا ہو، دو بستروں والا۔

کہنے لگا۔۔۔ Voucher میں Seprate Room نہیں لکھا۔ آپ لوگوں کو Share کرنا ہوگا۔

میرے ساتھی مسافر نے کہا کہ میں کسی اور فیملی کے ساتھ کیسے ٹھہر سکتا ہوں؟

آپ کی مرضی۔۔۔ ہوٹل والے نے اطمینان سے جواب دیا۔ ہم لفٹ سے نیچے اتر آئے اور ہوٹل مینیجر سے کہا۔۔۔ آپ ایسا کریں جس کمپنی کی معرفت ہم آئے ہیں، ان سے بات کروا دیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ۔۔۔ وہ تو چلے گئے!

Marfat.com

کب چلے گئے؟۔۔۔میں نے حیرت سے پوچھا۔

ان سے کیسے ملاقات ہوسکتی ہے۔کم از کم ان سے فون پر بات کروادیں۔میں نے اصرار کیا۔

تھوڑی دیر میں آجائیں گے،آپ انتظار کرلیں!

لیکن یہاں تو ہم سب کے بیٹھنے کی جگہ بھی نہیں ہے۔

ہمارے تیور دیکھ کر مینیجر بولا۔۔۔اگر یہ ہوٹل پسند نہیں ہے تو میں آپ کو دوسری جگہ دکھادیتا ہوں۔

کتنی دور ہے وہ جگہ؟

آپ میرے ساتھ چلیں۔۔۔تھوڑی دور ہے۔

ہم سب اپنا سامان گھسیٹتے ہوئے چل دیئے۔

شوبرا ہوٹل کے سامنے سڑک پار کرکے ہم دوسری سمت گئے۔ذرا دور چلنے کے بعد ایک گلی میں مڑ گئے۔یہ گلی کشادہ تھی،چند دکانیں کھلی ہوئی تھیں اور اکا دکا کاریں بھی آجارہی تھیں۔کچھ دور چلنے کے بعد ہم ایک اور تنگ سی گلی میں پہنچ گئے۔پچاس قدم کے بعد ہم ایک مکان میں داخل ہوگئے۔اس مکان کے باہر کوئی بورڈ آویزاں نہیں تھا۔بہرحال نئی جگہ پہنچے۔وہاں ایک بنگالی نوجوان موجود تھا۔

ہمارے ساتھ کے آدمی نے کہا کہ کمرے چاہئیے۔

مل جائیں گے!۔۔۔ایک کمرہ خالی ہے۔

میں نے کہا ہم دو الگ فیملی ہیں،ہمیں دو کمرے دے دیجئے۔

چھوٹے کمرے نہیں ہیں۔آیئے میں آپ کو دکھا دیتا ہوں۔یہ جگہ نسبتاً کشادہ تھی،کم از کم چار آدمی استقبالیہ کمرہ میں بیٹھ سکتے تھے۔ہم دونوں لفٹ کے ذریعہ دوسری منزل پر پہنچے۔تقریباً ویسا ہی کمرہ۔۔۔یہاں بھی سات حاجی پلنگ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے

Marfat.com

تھے۔ ہاں تھوڑی سی جگہ آنے جانے کے لئے تھی۔لیکن کمرہ میں چھوٹا سا Attached Bath Room تھا۔ کمرہ دیکھ کر ہم نے کہا۔ بھائی یہاں بھی وہی صورتحال ہے۔ہم نے آپ کو بتایا کہ ہم الگ الگ رہنا چاہتے ہیں۔

بنگالی نوجوان نے جس کا تکیہ کلام ''بھائی صاحب'' تھا۔ کہنے لگا۔ بھائی صاحب! آپ یہاں اپنا سامان رکھیں۔عمرہ ادا کریں۔فذر (فجر) کی نماز پڑھ کر آئیں گے تو میں آپ کے لئے چھوٹے کمرے کا بندوبست کردوں گا۔اس میں جو حاجی لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں وہ صبح چھ بجے مدینہ جارہے ہیں۔

یہی مناسب ہے۔ہمیں حرم شریف چلنا چاہئے۔ڈیڑھ بج رہا ہے،عمرہ کرنے میں وقت لگے گا۔۔۔بیگم نے مشورہ دیا۔

ٹھیک ہے! ہم نے اپنا سامان کمرہ میں رکھا۔ ہمارے ساتھ جو فیملی تھی انہیں شاید جلدی نہیں تھی کیونکہ انہوں نے بوجہ احرام نہیں پہنا ہوا تھا۔

ہم نے حرم کا راستہ معلوم کیا تو ہوٹل کے ملازم نے کہا، آپ میرے ساتھ آئیں۔۔۔ پاسپورٹ ہمیں واپس مل گئے تھے۔عمرہ کی ادائیگی کے لئے کسی سامان کی ضرورت نہیں تھی۔ چند منٹ بعد ہم اس سڑک پر آگئے جہاں بس نے ہمیں اُتارا تھا۔کچھ دور چلے ہوں گے تو دیکھا بھالا راستہ ہمارا منتظر تھا۔

دن کا سا سماں تھا۔سڑک کے دونوں طرف ٹریفک رواں تھا۔دکانیں کھلی ہوئی تھیں اور زائرین کی ایک بڑی تعداد حرم شریف جارہی تھی۔یا آرہی تھی۔مزید پانچ منٹ چلے تو باب فہد کے بائیں جانب کا خوبصورت، پرشکوہ،روشن اور بلند مینار ہمیں نظر آگیا۔۔۔ اب کیفیت بدل گئی۔۔۔طبیعت بحال ۔۔۔تھکن روبہ زوال۔۔۔ تازگی بدرجۂ کمال۔۔۔پرشکوہ عمارت کا نامحسوس جلال۔۔۔خودبخود زبان پر تلبیہ کا ورد جاری ہوگیا۔۔۔

Marfat.com

لبیك اللھم لبیك۔۔۔لبیك لاشریك لك ؛بیك۔۔۔ان الحمد والنعمته لك والملك ط لا شریك لك۔۔۔

''میں حاضر ہوں۔۔۔یا اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں بیشک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور ملک بھی۔۔۔تیرا کوئی شریک نہیں''۔۔۔

اوپر کی طرف بڑھتی ہوئی سڑک کی دائیں جانب مڑے تو حرم شریف کی بیرونی عمارت اپنے تمام حسن و جمال کے ساتھ ہمارے نگاہوں کے سامنے تھی۔

اب اندر ٹوٹ پھوٹ ہونے لگی۔۔۔ہیبت۔۔۔ندامت۔۔۔ڈر۔۔۔شرمندگی خوف اور خجالت۔۔۔آدھے گھنٹے پہلے کے مکالمے ذہن میں تازہ ہو گئے۔

Seprate Room چاہئے!!

Attached Bath Room بھی ہو!!

صاف ستھرا ہو!!

بستر آرام دہ ہوں!!

Room Frige بھی ہو!!

ایئر کنڈیشنر بہتر ہو!!

حرم شریف کے قریب بھی ہو!!

خواہشوں کی فہرست، آسائشوں کی خواہش، آرام طلبی کی آرزو، پرسکون ماحول کی تمنا۔۔۔اندر سے آواز آئی۔یہ سب تو تمہیں اپنے گھر میں میسّر تھا۔۔۔یہاں کیوں آئے ہو؟۔۔۔

اب اپنے وجود پر غور کیا۔دو پٹیوں کی اسفنج کی چپل، ننگے بدن پر دو کپڑوں کی چادر، رضوان صدیقی یہ ہے تمہاری اوقات۔۔۔کیسی خواہشات؟۔۔۔ کیسے مطالبات؟۔۔۔ کیا معلوم نہیں کہ یہی ہے تمہارا انجام!

Marfat.com

تم ہو کیا؟

ایک حقیر وجود۔۔۔اتنے محتاج کہ جو سانس لے رہے ہو وہ بھی رب کی رضا سے۔۔۔جو قدم اٹھا رہے ہو وہ بھی رب کی رضا سے، تم جو یہاں تک پہنچے ہو وہ بھی رب کی رعایت سے۔

کیا تمہیں اختیار تھا یہاں تک آنے کا؟

کیا تمہارا استحقاق تھا؟

کیا تمہارا حق تھا؟

اپنے اعمال پر نظر ڈالی ہے؟

بس یہ خیال آیا تو میں کانپ کر رہ گیا۔۔۔خشیت الٰہی کا احساس رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ بڑھتے قدم تھم گئے۔ بیگم کا ہاتھ پکڑا اور حرم کے سامنے وسیع و کشادہ صحن میں بیٹھ گیا۔

دنیا بھر کی تمام روشنیاں یہاں سمٹ آئی تھیں۔ آدھی رات کو آنکھیں خیرہ کر دینے والے اجالے ہر سو پھیلتے ہوئے تھے۔ ہزاروں لوگ دھیمے دھیمے قدموں سے، سر نیہوڑائے۔۔۔آنکھیں جھکائے، حرم شریف کی طرف بڑھ رہے تھے۔ واپس آنے والے پلٹ پلٹ کر رنگ و نور سے آراستہ اور حسن و جمال سے پیراستہ عمارت کو عقیدت سے تک رہے تھے۔ آگے بڑھتے تھے اور پھر رک رک کر پلٹ پلٹ کر اپنے رب کے علامتی گھر کی پرشکوہ عمارت کو تکتے جا رہے تھے۔

اب خیال آیا۔۔۔میں یہاں تک کیسے پہنچ گیا۔۔۔حاضری کے وقت اگر نامۂ اعمال دکھا دیا جائے۔ ''فرد جرم'' پڑھ کر سنا دی جائے تو ان لاکھوں انسانوں کے سامنے کیا تم اپنے قدموں پر کھڑے رہ سکو گے۔۔۔؟ شرم سے گڑنا اور ندامت کی گہری پستی میں اترنا تو الفاظ ہیں، کیا اس کیفیت سے گذر سکو گے۔ میں خوف سے کانپ اٹھا۔۔۔

Marfat.com

گناہوں کی ایک ایک تصویر فلم بن کر ذہن کے اسکرین پر روشن ہوگئی۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھ گئے:

"اے معبود برحق، اے مالک کون و مکاں، اے مالک این و آں، اے خالق زمین و آسماں، اے ستار العیوب۔۔۔اے واقف الغیوب۔۔۔تو بڑا بے نیاز ہے اور میں تیرا ادنیٰ نیاز مند۔ تیرے گھر پہ حاضر ہوں۔۔۔زندگی بھر تُو نے میرے عیبوں پر پردہ ڈالا ہے۔ آج بھی کرم کر دے۔ تُو نے یہاں تک پہنچایا، اب آگے بڑھنے کا حوصلہ بھی عطا فرما۔"

کعبہ پہ پڑی جب پہلی نظر

بیگم نے سرگوشی میں کہا۔۔۔چلیں، اٹھیں! ان کی آواز لرز رہی تھی۔ آنکھیں نمدیدہ نمدیدہ تھیں اور میں شرمندہ شرمندہ۔۔۔اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔قدم لرزیدہ لرزیدہ۔۔۔ ہوا کا جھونکا جو مجھے چھو کر گذر گیا۔ خانہ کعبہ سے آیا ہوگا۔ یوں لگا جیسے سرشاری میسّر آ گئی۔ محسوس ہوا معافی مل گئی۔ آگے بڑھنے کا پیغام آ گیا۔ اذنِ باریابی نصیب ہوگئی۔ مہکتی ہوا۔۔۔ حاضری کی اجازت کا سندیسہ لائی تھی۔ میں آگے بڑھنے لگا۔۔۔سب کچھ دیکھا بھالا تھا۔ بابِ ملک عبدالعزیز سے جانا چاہتے تھے کہ یہاں کی راہداریاں اپنی لگتی ہیں۔۔۔سفید ٹھنڈے ٹائلوں کا فرش۔۔۔وسیع اور کشادہ۔۔۔منور اور تابندہ۔۔۔ہزاروں لوگ ٹولیاں بنائے بیٹھے تھے۔ قطار بنائے عبادت میں مصروف تھے۔ کچھ تھک کے سو رہے تھے۔ اس سے کہیں زیادہ تعداد کشاں کشاں، مسفلہ اور طریق ابراہیم خلیل سے کھنچی چلی آتی تھی۔۔۔ہم بھی ان میں شامل ہوگئے۔

باب ملک عبدالعزیز سے ذرا پہلے چپلیں اتاریں۔۔۔کپڑے کی تھیلیاں جو ان چپلوں کے لئے بنائی تھیں وہ سوٹ کیس میں رہ گئیں۔ پلاسٹک کا بیگ بھی نہ تھا لیکن اس سے

Marfat.com

ان باتوں پہ کس کا دھیان تھا۔۔۔باب ملک عبدالعزیز سے داخل ہوئے۔ایک جگہ جوتیاں رکھ دیں قدم اٹھتے نہ تھے۔۔۔مگر کوئی قوت اندر بلا رہی تھی۔۔۔ہمت نہیں تھی مگر ایک انجانی طاقت کھینچ رہی تھی۔۔۔میں نے بیگم سے کہا: اب نظریں نیچی رکھنا، سیدھی چلتے رہنا، ہم سہمے سہمے دھیمے قدموں سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے رہے۔ دو تین سیڑھیاں اترے۔۔۔پھر آگے بڑھے اور اندازہ لگا کر آنے جانے کا راستہ چھوڑ کر ایک ستون کے قریب کھڑے ہو گئے۔۔۔دل کی دھڑکنیں تیز تھیں، پورا وجود خوف سے لرز رہا تھا۔۔۔اپنی اوقات کا علم ہو چکا تھا۔دعائیں بہت سی ہونٹوں پر کانپ رہی تھیں۔۔۔اور حافظہ میں روشن تھیں۔دل کی دھڑکنوں میں سمٹی ہوئی تھیں۔کون سی دعا پہلے مانگنی ہے۔پہلے کیا فریاد کرنی ہے۔پہلے بھیک میں کیا مانگنا ہے۔بے اختیار پہلی دفعہ کونسی دعا کرنی ہے۔ میں نے ہمت کر کے گردن اٹھائی۔۔۔پلکیں کھولیں۔۔۔سامنے سیاہ غلاف میں ملبوس خانہ کعبہ۔۔۔

"کعبہ پہ پڑی جب پہلی نظر"

میں سکتے میں آ گیا۔سب دعائیں ذہن سے محو ہو گئیں۔کانپتے ہوئے ہونٹوں کی اولتی پر بیٹھے ہوئے دعاؤں کے پرندے سب اڑ گئے۔دل کی دھڑکنوں کی ڈور میں بندھے دعاؤں کے دانے بکھر گئے۔۔۔اوک کی صورت کانپتی ہتھیلیوں۔۔۔میں "مانگوں" کا پانی قطرہ قطرہ گر گیا۔۔۔دعائیہ کلمات پرزہ پرزہ ہو کر بکھر گئے۔۔۔حافظہ میں محفوظ آرزوؤں کی طویل فہرست جانے کہاں چلی گئی۔۔۔بس آنکھیں بھیگ گئیں۔وجود لرز گیا۔۔۔خانہ کعبہ کی ہیبت دھیرے دھیرے جذبۂ عقیدت میں ڈھل گئی اور دل کی دھڑکنیں پکار اٹھیں ۔

یارب ترے حرم میں گنہگار آئے ہیں
یہ بھیگیں پلکیں آج سیاہ کار لائے ہیں

......☆......

Marfat.com

طوفِ حرم کروں تو پڑھیں دھڑکنیں درود
مولا قبول کر مرے سجدے مرے قعود
(طاہر سلطانی)

اب رحیم و رحمان۔۔۔شفیق و مہربان۔۔۔گنہ گار بندوں سے پیار کرنے والا رب سامنے آ گیا۔۔۔روٹھی ہوئی ماں کے سامنے سہا ہوا بچہ۔۔۔ماں کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ دیکھ کر سنبھلا اور بے اختیار ماں کے قدموں پہ گر گیا۔ میں بھی اس بچہ کی طرح وہیں اکڑوں بیٹھ گیا۔ دل نے پکارا۔

میرے معبود! میری نس نس، رگ رگ، پور پور میں مساموں کے ذریعہ دعائیں ڈھل کر میرے وجود کا حصہ بن جائیں۔ میری ہتھیلیاں دعائیں بن جائیں۔ اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لکیریں آرزوؤں کی تحریر بن جائے۔۔۔پھر مجھے دعائیں یاد آنے لگیں۔ اور میں گڑگڑا گڑگڑا کر معافیاں مانگتا رہا۔ اپنے لئے۔۔۔اپنی امی کے لئے۔۔۔اپنے والدین کے لئے۔۔۔اپنے بچوں کے لئے۔۔۔اپنے بچوں کے بچوں کے لئے۔۔۔اپنے بھائیوں اور بہنوں کے لئے۔۔۔اور ان کے اہل و عیال کے لئے۔۔۔عزیز و اقارب کے لئے۔۔۔ دوستوں اور رشتہ داروں ے لئے۔۔۔سلامتی کی دعائیں، عزت و توقیر کی دعائیں، رزقِ کثیر کی دعائیں۔ بیماریوں سے، بلاؤں سے، حادثات سے۔۔۔اپنے رب کی پناہ مانگتا رہا۔ دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔ اندر کا میل آنسوؤں سے ڈھل گیا۔ میں نہال ہو گیا۔۔۔بیگم اشکبار تھیں۔ رو رہی تھیں، وہ میرے مقابلہ میں زیادہ عبادت گزار اور صابر و شاکر ہیں۔

اب ہم اٹھے۔۔۔ہمیں عمرہ کے آداب معلوم تھے۔۔۔پہلے بھی کئی بار حاضری کی سعادت نصیب ہو چکی تھی۔ دھیرے دھیرے اطمینان کے ساتھ ہم سیڑھیاں اترے۔ مطاف پر قدم رکھے۔ دائیں جانب مڑ کر دیکھا۔ سبز رنگ کی ٹیوب لائٹ روشن تھی اور سنگ اسود

Marfat.com

کی نشاندہی کر رہی تھی۔ ہمیں سنگِ اسود کے سامنے سے طواف شروع کرنا تھا۔

اب یاد آ گیا کہ سیدھے ہاتھ کے کندھے پر احرام کا پلو نہیں ڈالنا ہے بلکہ اسے سیدھے ہاتھ کی بغل سے نکال کر الٹے ہاتھ کے کندھے پر ڈالنا ہے۔ اس عمل کو ''اضطباع'' کہتے ہیں۔ ہم آگے بڑھتے رہے اور تقریباً سنگ اسود کے سامنے آ گئے یہاں پر ایک کالے رنگ کی پٹی سے سنگ اسود کی سمت کا تعین کیا گیا تھا۔ اب مطاف میں اس سیاہ رنگ کی پٹی کو ختم کر دیا گیا ہے اس لئے ہم نے تصور میں سبز رنگ کی روشن ٹیوب اور سنگِ اسود کے درمیان ایک لکیر کھینچی اور اندازاً اس پر کھڑے ہو گئے۔ طواف شروع کرنے سے پہلے نیت ضروری ہے، عام کتابوں میں دعا تحریر ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ اے اللہ میں نیت کرتا ہوں طواف کرنے کی، تیرے مقدس گھر کا، پس تو اسے آسان فرما دے مجھ پر اور انہیں میری طرف سے قبول فرما ان سات چکروں کو (طواف) جو محض یکتا و عزوجل کی خوشنودی کے لئے اختیار کرتا ہوں''

اس کے بعد تلبیہ پڑھنا بند کر دیا۔

رات کے اس پہر خانہ کعبہ کے گرد طواف کا دائرہ خاصا وسیع تھا لیکن بہت زیادہ لوگ نہ تھے، ہم نے پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ سنگ اسود کو بوسہ دینے کی کوشش کرنا ہمارے لئے مشکل ہے اس لئے ہم نے قدم جما کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو پھیلا کر حجر اسود کی جانب کیا اور اس کے بعد ہاتھوں کو سمیٹ کر انگلیوں کو ہونٹوں تک لا کر بوسہ دیا، اس وقت ہمارا منہ سنگِ اسود کی جانب تھا۔ بوسہ دیتے وقت ''بسم اللہ اللہ اکبر وللہ الحمد'' پڑھا اور طواف کا آغاز کر دیا، اس مقام پر ہزاروں فرزندانِ توحید مذکورہ دعا کو باآواز بلند ادا کرتے ہیں اور اگر آپ کسی چکر کے دوران بھول بھی جائیں تو فضا میں گونجتی آوازیں آپ کو یاد دلا دیتی ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت ''بسم اللہ اللہ اکبر وللہ الحمد'' پڑھنا ہے۔ اب اس تصوراتی پٹی

Marfat.com

سے ہم نے بالکل فوجی انداز میں اپنا رخ سیدھے ہاتھ کی طرف کیا اور ہجوم کا حصہ بن گئے۔ یہاں ایک اور بات کی بھی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ سنگ اسود اور اس کے آس پاس کا حصہ خوشبو سے معطر ہوتا ہے۔ عاشقانِ مصطفےٰ ﷺ جوشِ عقیدت میں سنگِ اسود پر عطر لگاتے رہتے ہیں اور یہ آپ کے علم میں ہے کہ حالتِ احرام میں خوشبو لگانا یا خوشبو سونگھنا ممنوعات میں شامل ہے۔ عمرہ کی نیت سے حالت احرام میں سنگِ اسود کو بوسہ دیتے وقت خوشبو محسوس کرنا یقینی ہے اس لئے عمرہ کے دوران طواف کرتے وقت سنگِ اسود پر عطر لگانے سے گریز کرنا چاہئے۔

اس سے پہلے ہم نے کئی بار کتاب ہاتھ میں لے کر باقاعدہ ہدایت کے مطابق طواف کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، مگر تجربہ سے سیکھا کہ اس عمل میں سارا دھیان لکھی ہوئی عربی دعاؤں کی تحریر پر ہوتا ہے۔ اس کے معنی ومفہوم سمجھ میں نہیں آتے اس لئے ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ ہمیں جو دعائیں ترجمہ کے ساتھ یاد ہیں بس وہ دہراتے رہیں گے اور جہاں جی چاہے گا اپنے رب سے اپنی زبان میں دعائیں کریں گے۔ خیال رہے کہ کتابوں میں درج دعائیں سنتِ نبوی ﷺ نہیں ہیں بلکہ بعض بزرگوں نے ان دعاؤں کو مرتب کیا ہے۔ اس لئے کتابوں میں لکھی ہوئی دعاؤں کے مطابق طواف کرنا ضروری نہیں۔ ہم نے طواف شروع کر دیا اور جو دعائیں ہمیں یاد تھیں وہ کبھی دل ہی دل میں اور کبھی بآواز بلند پڑھتے رہے۔ کچھ دور چلنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ بیگم طواف کے دوران پلٹ پلٹ کر خانہ کعبہ کو دیکھتی جاتی تھیں، میں نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور یاد دلایا کہ ''سنگِ اسود'' کا استلام کرنے کے سوا خانہ کعبہ کو ارادتاً دیکھنا منع ہے۔ طواف کے دوران خانہ کعبہ کی زیارت کرنا یا اس کی طرف پشت کرنا منع ہے بلکہ جس طرح ہم دورانِ نماز نگاہ سجدہ گاہ پر رکھتے ہیں اسی طرح طواف کے دوران نگاہیں نیچی رکھیں یعنی اپنے قدموں پہ رکھیں اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آپ چلتے وقت یا تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اپنے آگے طواف

Marfat.com

کرنے والے کے قدموں سے دور رہتے ہیں۔ بعض ممالک کی خواتین لمبا عبایا زیب تن کرتی ہیں ان کے احرام کا حصہ فرش پر یعنی مطاف پر گھسٹتا رہتا ہے، آپ کی بے احتیاطی سے اگر کسی کی چادر پر پیر پڑ جائے تو آگے والی خاتون کو زحمت ہو سکتی ہے۔ نظریں نیچی کر کے طواف کرنے سے آس پاس کے ماحول اور اپنے قریب کے زائرین کی سرگرمیوں سے آپ لاتعلق ہو جاتے ہیں اور آپ کا ذہن صرف اللہ تعالیٰ کی جانب راغب رہتا ہے۔

ابتدائی تین چکروں میں اکڑ کر اور تیز رفتاری کے ساتھ چلنا سنتِ رسول ﷺ ہے، اس عمل کو رمل کہا جاتا ہے۔ طواف کے دوران ہم معروف اور رائج دعا جو ہمیں یاد تھی پڑھتے رہے۔ دعا درج ذیل ہے:

سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر
ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العَظیم

ترجمہ:

"اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور نہیں طاقت نیکی کی اور گناہ سے بچنے کی مگر سوائے اللہ کی مدد سے جو بہت بلند شان اور بڑی عظمت والا ہے"

اس دعا کے علاوہ بھی آپ خود اپنے دل سے کوئی بھی دعا مانگ سکتے ہیں۔

تقریباً آدھے طواف کے بعد جب ہم رکن یمانی کے قریب سے گذرے تو ہم نے یہ دعا مانگی:

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخر حسنۃ وقنا عذاب النار
وادخلنا الاجنۃ مع الابرار یا عزیز و یاغفار یارب العالمین

ترجمہ:

"اے اللہ تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی اور ہمیں جہنم

Marfat.com

کے عذاب سے بچا۔اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما اور اے بڑی عزت والے بڑی بخشش والے اور تمام جہانوں کے پالنے والے"

اس کے بعد پھر سنگ اسود کے قریب پہنچے، اس طرح ہمارا ایک چکر مکمل ہو گیا۔ سنگِ اسود کے قریب پہنچ کر ہم نے ایک بار پھر سنگ اسود کی جانب دیکھا، لیکن ہجوم کی وجہ سے ہم سنگ اسود کو نہیں دیکھ سکے، اپنی دونوں ہتھیلیاں تصور میں سنگِ اسود کی جانب پھیلائیں اور اس کے بعد دونوں ہاتھ نماز کی نیت باندھنے کے انداز میں کانوں کی لو تک لائے اور پھر انگلیوں کو ہونٹوں تک لا کر انہیں چوما اور بآواز بلند "سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر" کا ورد کیا اور دوسرے چکر میں مصروف ہو گئے۔

طواف کے دوران بعض زائرین موقعہ پا کر حالت احرام میں حطیم میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہاں رک کر دو رکعت نفل پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ درست نہیں کیونکہ حطیم خانہ کعبہ کا ہی حصّہ ہے۔ حطیم میں داخل ہونے کا مطلب خانہ کعبہ میں داخل ہونا ہے۔ جب ہم حطیم میں جا کر شکرانے کے نوافل ادا کر کے دوسرے دروازہ سے باہر نکلتے ہیں تو وہ چکر طواف میں شامل نہیں ہوتا اس طرح ہم اپنی دانست میں سات چکر مکمل کر لیتے ہیں لیکن درحقیقت ہم نے ابھی چھ چکر مکمل کئے ہوتے ہیں۔ یوں ہمارا سات چکروں والا طواف مکمل نہیں ہوتا ہے اور جب ہم سات چکر مکمل نہیں کر پاتے تو گویا عمرہ کا ایک حصہ ہم پوری طرح ادا نہیں کر سکے۔ زائرین کو اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔

میں اپنی اہلیہ کے ساتھ طواف میں مصروف رہا۔۔۔ اور دل میں جو آیا وہ دعاؤں کی صورت اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا رہا۔ بیگم نے ساتویں چکر کے شروع میں اشارہ سے بتایا کہ یہ آخری چکر ہے۔ دراصل اُن کی انگلی میں سات دانوں کی ایک چھوٹی سی تسبیح تھی، ہر چکر کے بعد وہ اس کے ایک دانے کو آگے بڑھاتی رہیں۔ ایسی تسبیح تمام دکانوں میں مل جاتی ہیں، بعض لوگ تحفہ میں دیتے ہیں۔ اس کی مدد سے چکروں کی تعداد کا صحیح تعین کرنے میں

Marfat.com

بڑی مدد ملتی ہے۔

ساتواں چکر مکمل کرنے کے بعد ہم الگ الگ ہو گئے اور طے پایا کہ صفا کی جانب مقام زم زم پر ملیں گے۔ طواف مکمل ہو چکا تھا اس لئے کوشش کی کہ حطیم میں داخل ہو کر نماز نفل ادا کریں۔ اللہ نے موقعہ عطا فرمایا لیکن باب ملتزم سے چمٹ کر دعا کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ مقام ابراہیم کے قریب بھی نوافل ادا کرنا مشکل محسوس ہوا تو ہم نے ذرا آگے یعنی طواف کرنے والوں کے دائرہ سے باہر نکل کر دو رکعت نماز نفل ادا کئے۔ اب ہم مقام زم زم تک پہنچے۔ چند برس پہلے تک مقام ابراہیم کے سامنے مطاف کے شروع میں "مقام زم زم" موجود تھا۔ دائیں بائیں دو حصے تھے اور خاصے کشادہ تھے۔۔۔ چند سیڑھیاں اتر کر نیم دائرہ کی شکل میں زیر زمین ایک راہداری سی بنی ہوئی تھی اور دیوار پر بڑی تعداد میں نلکے لگے ہوئے تھے، لوگ آب زم زم پیتے، دیوانہ وار اپنے بدن پر زم زم لگاتے۔ بعض لوگ سر پر ڈالتے، وضو کرتے، اپنا احرام کا اوپری حصہ بھگوتے اور پیٹ بھر کر زم زم پیتے تھے۔ ایک حصہ خواتین کے لئے مختص تھا اور دوسرا حصہ مردوں کے لئے وقف تھا۔ خیال رہے کہ اسی مقام پر چاہ زم زم ہے اور مشینوں کے ذریعہ زم زم نکالا جاتا ہے اور ایک بلند ٹینک میں زم زم جمع ہوتا تھا جہاں سے ان گنت نلکوں یعنی ٹونٹیوں کے ذریعہ زائرین تک پہنچایا جاتا تھا۔

اب مقام زم زم باب صفا کے قریب واقع ہے جہاں بمشکل دس بارہ ٹونٹیاں لگی ہوتی ہیں۔ تمام زائرین ان ٹونٹیوں سے زم زم پیتے ہیں اور گلاس بھر کر یا چھوٹی پلاسٹک کی بوتلوں میں بھر کر اپنے سر پر ڈالتے ہیں، منہ دھوتے ہیں، بدن پر ڈالتے ہیں۔ یہاں بے پناہ ہجوم ہوتا ہے۔ خواتین کے لئے اس بھیڑ میں شامل ہو کر زم زم حاصل کرنا بے حد مشکل ہے اس لئے عام طور پر ان کے محرم گلاس میں زم زم بھر کر لاتے ہیں اور اپنی خواتین کو دیتے ہیں، ہم نے دیکھا کہ بہت سی خواتین بھی آب زم زم کو چہرے پر ملتی ہیں اور اپنے اوپر ڈال لیتی ہیں۔

طواف کے بعد نوافل ادا کیے، اب ہم مقام زم زم پر آ گئے۔ زم زم پینا مستحب

Marfat.com

ہے۔ بزرگوں نے اس کا طریقہ متعین کیا ہے۔ یعنی آبِ زم زم بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر پیا جائے، بسم اللہ پڑھ کر درود شریف پڑھیں اور تین سانس لے کر پئیں۔ اور آخر میں الحمدللہ کہیں، آبِ زم زم خوب پیٹ بھر کر پئیں۔ آبِ زم زم پیتے وقت دل ہی دل میں زیادہ سے زیادہ دعائیں مانگیں۔ عام طور پر آبِ زم زم پینے کے بعد یہ دعا مانگی جاتی ہے:

اللّٰھم انی اسئلك علماً نافعاً ورزقاً واسعاً و شفاءً من کلِّ داءٍ

ترجمہ: ''اے اللہ میں تجھ سے نفع رساں علم اور وسیع رزق اور ہر ایک بیماری سے شفا کا طلب گار ہوں''۔

ہم نے بھی خوب آبِ زم زم پیا۔ بیگم نے بھی دو تین گلاس آبِ زم زم پیا۔

اب سعی کرنا تھی۔ عمرہ کی ادائیگی میں سعی کی نہ صرف بے حد اہمیت ہے بلکہ سعی کرنا طواف سے زیادہ مشکل کام ہے۔ طواف کرتے وقت آپ نسبتاً تازہ دم ہوتے ہیں لیکن طواف مکمل کرنے کے بعد تھوڑی بہت تھکن ہو جاتی ہے۔ مطاف زیادہ وسیع اور کشادہ ہے جبکہ سعی کے لئے صفا و مروہ کے درمیان جگہ ذرا تنگ ہے۔ اس لئے یہاں عام دنوں میں بھی زائرین کی تعداد زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ ان دنوں یعنی اگست ۲۰۰۸ء میں صفا و مروہ کو کشادہ کرنے کے لئے تعمیراتی کام بڑی تیزی سے جاری تھا اور مختلف مشینوں کے استعمال کی وجہ سے بہت شور ہو رہا تھا، صفا و مروہ کی اب تک جس قدر جگہ مختص تھی، تقریباً اتنی جگہ مزید تیار کی جا رہی تھی، تعمیراتی کام اپنے اختتامی مراحل میں داخل تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ حج سے پہلے صفا و مروہ کا دوسرا حصہ مکمل کر لیا جائے گا اور اب تک برسوں سے جس جگہ سعی کی جاتی ہے وہ جگہ دگنی ہو جائے گی یعنی اس وقت ایک ہی راہداری آنے اور جانے کے لئے مختص تھی، اب انشاء اللہ اتنی ہی کشادہ ایک اور جگہ میسّر آ جائے گی۔

ہم صفا کی پہاڑی پر جانے کے لئے جس راستے سے داخل ہوئے وہاں بے حد

Marfat.com

لوگ تھے۔ صفا کی پہاڑی پر تعمیراتی کام جاری تھا اس لئے زائرین جس راستے سے داخل ہو رہے تھے وہ صفا اور مروہ کے درمیان تھا ہمیں بھی اس جگہ سے گذرنا تھا جہاں سبز ستون ایستادہ ہیں۔ ہلکی سی چڑھائی چڑھنے کے بعد محسوس ہوا کہ صفا کی جانی پہچانی پہاڑی ختم کر کے اس جگہ لکیروں والے سفید ٹائلز لگا دیئے گئے ہیں۔ سچ پوچھو تو بے حد دکھ ہوا۔ تقریباً ۴۰ سال سے صدیوں پرانی صفا کی پہاڑی کا کچھ حصہ اپنی اصل حالت میں موجود تھا، لوگوں کے پاؤں کے تلووں نے پہاڑی کے بے ترتیب اور نوکیلے پتھروں کو چکنا کر دیا تھا۔ لیکن اب سیاہ رنگ کی بڑے بڑے پتھروں والی بے ترتیب چکنی پہاڑی غائب تھی اب وہاں لکیروں والے سنگ مرمر کے ٹائل بچھا دیئے گئے تھے، اس سے معمولی سی چڑھائی کا تو احساس ہوتا تھا مگر پہاڑی کا تاثر ختم ہو چکا تھا۔ ہزاروں سال پرانی اصل صفا کی پہاڑی اب سنگِ مرمر کے ٹائلوں کے نیچے چھپ چکی تھی۔ سعودی حکومت کے نزدیک اس کی کیا حکمت تھی لیکن اب زائرین اس پہاڑی کو دیکھنے اس پر چڑھ کر کھڑے ہونے۔۔۔ اور اس کی لذّت کو اور حضرت حاجرہ کے پیروں کے لمس کو اپنے وجود میں محفوظ رکھنے والی صفا کی پہاڑی سے محروم ہو چکے تھے۔

لوگوں کا ایک اژدھام تھا۔ پہاڑی کا کچھ حصہ تعمیراتی کام کی وجہ سے زیر استعمال نہ تھا اس لئے ہزاروں زائرین کو پہاڑی پر کھڑے ہو کر خصوصی دعا مانگنے میں بڑی دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ ہم خوش بخت تھے کہ ہم نے ۱۹۸۷ء سے ۲۰۰۳ء تک پانچ بار کوہِ صفا کے اصل پتھروں کو دیکھا، عقیدت سے اسے چھوا، محبت کی نگاہ سے اس کے بوسے لئے تھے۔ اب سفید ٹائلوں کی ایک چڑھائی تھی۔ بہر حال! میں اور بیگم کسی نہ کسی صورت موجودہ کوہ صفا پر کھڑے ہوئے خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا (ستونوں کی وجہ سے اب کوہ صفا سے خانہ کعبہ نظر نہیں آتا) کسی خاص مقام سے کوئی جھلک نظر آ جائے تو الگ بات ہے۔

آب زم زم پینے کے بعد کوہ صفا پر جانے سے پہلے ضروری ہے کہ ایک بار حجرِ اسود کا

Marfat.com

استیلام کریں۔ یہ دراصل نواں استلام ہوتا ہے کیونکہ سات چکر مکمل کر کے جب ہم سنگِ اسود کے قریب آتے ہیں تو ہم آٹھویں بار سنگِ اسود کا استلام کر کے طواف ختم کرتے ہیں۔ لیکن سچ بات یہ ہے کہ آب زم زم پی کر ہم سنگِ اسود کا استلام کرنا بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ کوہِ صفا کی جانب جاتے وقت درج ذیل دعا پڑھنی چاہیے:

ترجمہ: ''میں ابتدا کرتا ہوں ساتھ اس کے جس کے ساتھ ابتدا کی ہے
اللہ تعالیٰ نے (اپنے فرمان میں) تحقیق صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی
نشانیوں میں سے ہیں پس جو شخص بیت اللہ شریف کا حج یا عمرہ کرے
پس اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں کا طواف کرے اور جو خوشی سے
بھلائی کرے پس اللہ تعالیٰ قدرداں، جاننے والا ہے''۔

صفا اور مروہ کی پہاڑی کے درمیان راہداری میں لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ جن لوگوں کو اب تک حج یا عمرہ کی سعادت نصیب نہیں ہوئی ان لوگوں کے لئے ہم عرض کرتے چلیں کہ اب صفا اور مروہ کی پہاڑیاں حرم شریف کی عمارت کا حصہ ہیں۔ دونوں پہاڑوں کی نشانیاں باقی رہ گئیں ہیں اور ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعودی حکومت نے خوبصورت ٹائلوں کی مدد سے بالکل سیدھی اور کشادہ راہداری تعمیر کی ہوئی ہے۔ ایک حصہ سے زائرین صفاء سے مروہ کی طرف جاتے ہیں اور دوسرے حصے سے مروہ سے کوہ صفاء کی طرف واپس لوٹتے ہیں، اس طرح آنے اور جانے کو دو چکر شمار کرتے ہیں۔ اب سے تقریباً ۴۰ سال پہلے یہ دونوں پہاڑیاں اپنی اصل حالت میں موجود تھیں، درمیانی راستہ پتھریلا تھا، چھوٹے چھوٹے پتھر اور سنگریزے راستے میں پڑے ہوتے تھے اور راستے کے دونوں طرف بعض لوگ کپڑا بچھا کر یا کسی ٹھیلے یا تخت پر سامان فروخت کیا کرتے تھے۔ آس پاس اونٹ وغیرہ بھی نظر آتے تھے۔ کھلے آسمان کے نیچے صفاء اور مروہ کی پہاڑی کے درمیان سعی کرتے ہوئے شدید گرمی، تیز دھوپ اور سخت موسم کے سبب لوگوں کو سعی کرنے میں خاصی مشقت

Marfat.com

کرنا پڑتی تھی۔

میرے والد قبلہ ظہور احمد صدیقی (مرحوم و مغفور) نے ۱۹۷۴ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔ انہوں نے اپنے سفرنامہ حج میں صفا و مروہ کے درمیانی حصہ کو "صفا و مروہ" بازار لکھا ہے۔ اس سے تصدیق ہوتی ہے کہ صفا اور مروہ کے آس پاس بازار لگتا تھا۔ لیکن اس کے بعد اس کھلے حصہ پر سعودی حکومت نے خوبصورت عمارت تعمیر کر دی۔ پتھریلا راستہ ٹائلوں کی مدد سے آرام دہ اور کشادہ راہداری میں تبدیل ہو گیا لیکن دونوں پہاڑیاں اپنی اصل حالت میں موجود تھیں۔ بڑے بڑے نوکیلے پتھروں پر لاکھوں فرزندانِ توحید کے پیروں کے تلوؤں نے ان پتھروں کو چکنا کر دیا تھا۔ اس حصہ کو بعد میں ایئر کنڈیشن کر دیا گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ زائرین اور حجاج کرام کی بڑھتی ہوئی تعداد کے سبب دونوں پہاڑیوں کے درمیان کی راہداری تنگ محسوس ہونے لگی تھی، اس دشواری کے پیشِ نظر اس سال (۲۰۰۸ء) سعودی حکومت نے اتنی ہی کشادہ اور خوبصورت ایک اور راہداری تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا ہے اس طرح زائرین کے لئے اب سعی کرنے کے لئے دگنی جگہ میسّر آجائے گی۔ تاہم ابھی تعمیراتی کام جاری ہے۔ دونوں راہداریوں کے درمیان وہیل چیئرز کی بجائے عمر رسیدہ بزرگوں اور بیماروں کے لئے ڈولی کا انتظام ہوتا تھا جسے دو خدام کاندھے پر رکھ کر بزرگوں کو سعی کرانے میں مدد کرتے تھے۔ ہم نے پہلے کہیں لکھا ہے کہ کوہ صفا اور کوہ مروہ کو ختم کر کے ٹائلز لگا دیئے گئے ہیں لیکن ایک ملاقات کے دوران عقیل کریم ڈیڈھی نے ہمیں بتایا کہ دونوں پہاڑیوں کا ایک حصہ اصلی حالت میں موجود ہے۔ ہم نے جس وقت عمرہ ادا کیا اس وقت تعمیراتی کام جاری تھا اور دونوں پہاڑیوں کے آدھے حصہ کو لکڑیوں کے Shads سے چھپایا ہوا تھا، اس غلط فہمی کی وجہ سے ہم سمجھے کہ دونوں پہاڑیوں کو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے۔ بہر حال یہ بات درست نہیں۔

ہم نے پہلے بھی لکھا ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان لوگوں کا بہت ہجوم تھا جبکہ صفا

Marfat.com

اور مروہ کی بلندی پر زائرین کا اژدھام کہیں زیادہ تھا کیونکہ زائرین صفا اور مروہ پر چڑھ کر خانہ کعبہ کی زیارت کرنے کی کوشش میں ذرا دیر رکتے ہیں اس کے بعد نیا چکر شروع کرتے ہیں، میں اپنی اہلیہ کے ساتھ کوہ صفا پر پہنچا۔ ہم لمحہ بھر ٹھہرے اور اندازاً خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا اور دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھائے، ضروری دعائیں دہرائیں اور ذرا اونچی آواز میں ''اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد'' دہرایا۔ تین بار تکرار کرنا ضروری ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ ہم نے تین بار دہرایا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔

ہم پہاڑی سے سنبھل کر اترے اور سعی کا آغاز کیا۔ ذرا دور چلے ہوں گے کہ اطراف کی دیواروں کے ستونوں پر سبز رنگ کی ٹیوب لائٹس روشن تھیں، ہمیں معلوم تھا کہ سبز ستونوں کے درمیان تیز تیز قدم سے چلنا ہے۔ تقریباً ۵۰ یا ۶۰ قدموں کے بعد پھر سبز رنگ کی ٹیوب لائٹس ایک ستون پر روشن تھیں، گویا سبز رنگ کے ستونوں کے درمیان ہم تیز تیز قدموں سے گذرے۔ اس مقام کو عربی زبان میں ''میلین اخضرین'' کہتے ہیں۔ اصل میں یہ وہ جگہ ہے جہاں بی بی حاجرہؓ کی نگاہوں سے ان کا نوزائیدہ بچہ (حضرت اسماعیلؑ) اوجھل ہوجاتے تھے اس لئے وہ پریشان ہوکر تیز تیز قدموں سے دوڑتی تھیں اور پھر جب انہیں حضرت اسماعیلؑ نظر آجاتے تھے تو وہ مطمئن ہوجاتی تھیں اور پہاڑی کی طرف چلنے لگتی تھیں تاکہ بچہ کے لئے پانی تلاش کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت حاجرہ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ رب العزت نے قیامت تک کے لئے حج اور عمرہ کے موقع پر حجاج کرام اور زائرین کو پابند کردیا کہ وہ بھی اس مقام سے گذریں اور حضرت حاجرہؓ کی تقلید کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی سعی کے دوران ساتوں چکروں میں ایسا ہی کیا تھا۔ ہمارے ساتھ ساتھ ہماری بیگم تیز تیز دوڑنے لگتی تھیں حالانکہ خواتین پر یہ لازم نہیں ہے۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ اکثر خواتین بھی مردوں کے دیکھا دیکھی تیز تیز دوڑتی ہیں اس کی ایک وجہ تو لاعلمی ہے اور دوسری وجہ اپنے محرم سے بچھڑ جانے کا ڈر۔ اللہ تعالیٰ سب کی خطاؤں کو معاف کرے۔ ہم صفا اور مروہ کے

Marfat.com

درمیان چکر لگاتے رہے۔ پہلے ہم نے طے کیا تھا کہ دو تین چک لگانے کے بعد کسی جگہ آرام سے بیٹھ جائیں گے، آب زم زم پئیں گے۔ ذرا دیر کو ستالیں گے کیونکہ ہم تقریباً دس گھنٹوں سے حالتِ احرام میں تھے اور سعی کرنے سے پہلے تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے پایاں کرم کہ ساری مشکلیں آسان ہو گئیں، تھکن کا خیال تک نہ رہا۔ ساتواں چکر مکمل کرنے کے بعد ہم نے مروہ کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، کچھ دیر کے لئے ہم وہیں بیٹھ گئے۔

مطاف میں داخل ہونے کے تمام راستے، جاری تعمیراتی کام کی وجہ سے بند تھے اس لئے ہم سبز ستون تک واپس آئے کہ اس کے قریب ہی مطاف میں جانے کا واحد راستہ تھا۔ اس طرح ہم نے تقریباً آٹھواں چکر بھی مکمل کیا۔ مطاف میں داخل ہوئے تو سیاہ غلاف میں ملبوس خانہ کعبہ نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ ہم وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئے۔ ابھی چند منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ فجر کی اذان بلند ہوئی۔ حرم شریف کے مؤذن کی آواز سماعتوں میں رس گھولنے لگی۔ اس آواز کو سننے کے لئے کان ترس گئے تھے۔۔۔ اذان سنی۔۔۔ دعا کی۔ آب زم زم کی جگہ آ کر آب زم زم پیا۔ مطاف میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں ہم دونوں ایک ساتھ نماز فجر ادا کر سکیں، اس لئے طے پایا کہ جس کو جہاں جگہ ملے نماز ادا کرے اور نماز فجر کے آدھے گھنٹے بعد باب ملک عبدالعزیز کے اندرونی حصہ کی سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ جائے۔

تقریباً چار سال بعد معبود برحق نے مجھ ایسے عصیاں کار اور گنہ گار کو مطاف میں خانہ کعبہ کے سامنے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ دل چاہتا تھا کہ نماز کے بعد بیت اللہ شریف کے قریب جاؤں۔ حطیم میں نماز ادا کروں۔ غلاف کعبہ کو پکڑ کر اللہ سے اپنی مغفرت کی دعا کروں۔ باب ملتزم تک پہنچوں اور بیت اللہ کے دروازہ کی چوکھٹ پکڑ کر اپنے رب کا شکر ادا کروں۔ مگر اس وقت بھی ہزاروں، شاید لاکھوں فرزندانِ توحید طواف میں مصروف تھے۔ پس ہمت نہ ہوئی۔ اب میں اپنی بیگم کی تلاش میں

Marfat.com

باب ملک عبدالعزیز کی سیڑھیوں کے قریب آیا تو یہاں ،، ری طرح ہزاروں لوگ اپنے اپنے عزیزوں کی تلاش میں موجود تھے۔ حرم شریف کے خدام سیڑھیوں پر نہ کسی کو بیٹھنے دیتے اور نہ اس کے قریب کسی کو کھڑا ہونے دیتے ہیں۔ درجنوں خدام وردی پہنے، طریق حج۔۔۔ طریق حج۔۔۔ کہہ کر لوگوں کو راستے سے ہٹاتے رہتے ہیں۔ ناگوار بھی گزرا۔ لیکن یہ سچ ہے کہ ان کا رویہ بہت شائستہ اور نرم تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو آنے جانے کا راستہ۔۔۔ انتظار کرنے والوں کے ہجوم سے بند ہو جائے۔ حرم شریف میں رات اور دن کی تمیز ممکن نہیں کہ کائنات کے سارے اجالے یہاں کی فضا میں چھائے رہتے ہیں۔ تاہم صبح کے اجالے نامحسوس طریقہ سے مدھم مدھم چلتے ہوئے بادلوں کی طرح فضا پر اُمڈ آئے۔۔۔ خاصی دیر ایک دوسرے کو تلاش کرنے میں گذر گئی۔ بہرحال! بیگم کو سیڑھیوں کے اوپر ایک ستون کے ساتھ کھڑا پایا۔

باب ملک عبدالعزیز سے باہر نکلنے سے پہلے اپنی چپلیں تلاش کیں۔ مگر وہ کہیں نظر نہیں آئیں۔ اس لئے ہم ننگے پیر باہر نکلے۔ صحن پار کیا اور مکہ ٹاور کے ساتھ والی سڑک جو مسفلہ روڈ کہلاتی ہے پر چلنے لگے، صبح صبح اس سڑک کے درمیان سیاہ فام خواتین چادر بچھا کر چھوٹا موٹا سامان فروخت کرتی ہیں۔ ہم نے یہاں سے چپلیں خریدیں۔

ہوٹل پہنچنے سے پہلے ہم نے راستہ میں ہلکا پھلکا ناشتہ کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کہ عمرہ ادا ہو گیا۔ ہاں اب تھکن محسوس ہونے لگی تھی۔

ہم اپنی قیام گاہ پہنچے۔۔۔ اور ہوٹل کے مینیجر سے پوچھا:

آپ نے ہمارے لئے علیحدہ کمرہ کا بندوبست کر دیا؟

نہیں بھائی صاحب! ابھی حاجی لوگ مدینہ نہیں گئے۔ جانے والے ہیں بھائی صاحب!

لیکن آپ نے تو کہا تھا وہ چھ بجے کمرہ خالی کر دیں گے اور آپ ہمیں وہ چھوٹا کمرہ دے دیں گے۔

Marfat.com

کیا کریں بھائی صاحب؟ ابھی حاجی لوگ مدینہ نہیں گئے۔۔۔جانے والے ہیں!
لیکن اب ہم کیا کریں؟۔۔۔کہاں ٹھہریں؟
بھائی صاحب آپ کا کمرہ موجود ہے۔سامان بھی وہیں رکھا ہے۔یہ کمرہ کی چابی لیں۔
ہمارے ساتھ جو فیملی تھی؟

بھائی صاحب! وہ لوگ عمرہ کرنے گئے ہیں۔ان کا سامان بھی اسی کمرے میں پڑا ہے۔بھائی صاحب آپ بے فکر ہو کر آرام کریں۔تھوڑی دیر میں حاجی لوگ مدینہ جائیں گے تو چھوٹا کمرہ خالی ہو جائے گا۔

پلیز! بس اب چلیں۔بہت تھک گئے۔بیگم نے سرگوشی میں کہا۔
ہم نے چابی لی اور کمرہ میں آگئے۔
اٹیچی کیس سے قینچی نکال کر میں نے بیگم کے بالوں کو پور برابر کاٹا۔اور اس کے بعد تین چار جگہ سے اپنے بال کاٹے۔اس طرح بفضل تعالیٰ ہم حالتِ احرام سے باہر آگئے۔تھکن غالب تھی اس لئے کپڑے تبدیل کر کے سونے کے لئے اپنے اپنے بستر پر لیٹ گئے۔

دو تین گھنٹہ آرام کرنے کے بعد اٹھے۔بیگم نے سامان سے بجلی کی کیتلی نکالی اور چائے بنانے میں مصروف ہو گئیں۔چائے کا سامان اور کیتلی ہم پاکستان سے اپنے ساتھ ہی لائے تھے۔چائے پی کر ہم حرم شریف جانے کے لئے تیار ہوئے،خیال رہے کہ حرم شریف میں ظہر کی نماز مقامی وقت کے مطابق نسبتاً جلدی ہوتی ہے۔ہم نے ایک بار اپنا سامان پھر سے Pack کیا کیونکہ وعدہ کے مطابق ہوٹل کے مینیجر نے ہمیں Seprate Room دینا تھا۔
کمرہ کا دروازہ بند کر کے نیچے Reception میں آئے اور ہوٹل مینیجر کو اس کا وعدہ یاد دلایا۔

کہنے لگا۔۔۔بھائی صاحب! کمرہ تو خالی ہو گیا۔مگر ابھی صفائی نہیں ہوئی۔بھائی

Marfat.com

صاحب آپ نماز پڑھ کر آئیں تو میں آپ کا سامان علیحدہ کمرہ میں رکھوا دوں گا۔

ہم مطمئن ہو کر حرم شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔

تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے۔ باہر تیز دھوپ تھی مگر ہوا بہت زیادہ گرم نہ تھی۔ راستہ دیکھا بھالا تھا، سڑک پر ٹریفک بھی زیادہ تھا اور زائرین کا ایک ہجوم تھا کہ حرم شریف کی طرف جا رہا تھا۔ ہم آگے بڑھے اور باہر کے صحن کے قریب پہنچے تو دائیں بائیں ہر طرف سے زائرین امڈے چلے آ رہے تھے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا بیگم چپلیں رکھنے کے لئے کپڑے کی دو تھیلیاں سی کر لائی تھیں۔ ہم نے باب ملک عبدالعزیز میں داخل ہونے سے پہلے چپلیں اتار کر اپنی اپنی تھیلیوں میں رکھیں اور حرم شریف کی عمارت میں داخل ہو گئے۔ ہم دونوں کے درمیان طے پایا کہ عصر کی نماز کے بعد باب ملک عبدالعزیز کی سیڑھیوں کے پاس ملیں گے۔ بیگم خواتین کے لئے مختص حصہ کی طرف چلی گئیں۔ اور میں نے آگے بڑھ کر اپنے لئے جگہ تلاش کر لی۔ دھوپ تیز تھی اس لئے مطاف میں صرف طواف کرنے والے زائرین ۔۔۔ خانہ کعبہ کے گرد چکر لگا رہے تھے اور ظہر کی نماز ادا کرنے والے حرم شریف کی عمارت ہی میں جگہ تلاش کر رہے تھے۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو باب ملک عبدالعزیز سے مسلسل اندر آ رہا تھا۔ میں خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھا، اپنے رب کے علامتی گھر کو تکتا رہا اور دعائیں مانگتا رہا۔ کچھ دیر بعد اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی۔ اذان سُنی ۔۔۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور اپنے پیاروں کے لئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔

موذن نے تکبیر پڑھی تو لوگوں نے صفیں بنائیں۔ دائیں بائیں، آس پاس کہیں تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ انجام کار سب کو جماعت کے ساتھ نماز مل جاتی ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر میں تلاوت میں مصروف ہو گیا۔ کچھ دیر تھکن غالب آئی۔ میرے آس پاس بھی لوگ لیٹ گئے تھے۔ میں بھی لیٹ گیا۔ اور شاید ذرا دیر

Marfat.com

بعد ہی گہری اور پُر سکون نیند سو گیا۔۔۔سوا تین بجے میری آنکھ کھلی۔ عصر کی اذان میں ابھی کافی وقت تھا۔ مجھے وضو بھی کرنا تھا اور ساتھ ہی ''مولدِ رسول ﷺ'' کی زیارت کرنے کی آرزو بھی تھی اس لئے اب بابِ مروہ کی طرف روانہ ہوا۔ مقام آبِ زم زم سے خوب پیٹ بھر کر آبِ زم زم پیا اور بابِ مروہ کے راستے حرم کی عمارت سے باہر نکل آیا۔ باہر آ کر دیکھا تو ماحول بالکل بدلا ہوا تھا۔ بابِ مروہ کے سامنے جو وسیع اور کشادہ صحن تھا، اس کے غالب حصہ میں تعمیراتی سامان بکھرا پڑا تھا۔ اور سات آٹھ بڑی بڑی اونچی کرینیں وہاں موجود تھیں۔ بابِ صفا اور بابِ مروہ کی طرف جو حرم شریف کا حصہ تھا اس کی تزئین و آرائش کا کام جاری تھی۔ مجھے تو یوں لگا جیسے اس حصّہ کو مزید آگے بڑھا کر نئی تعمیرات کی جا رہی ہیں۔ ۱۹۸۷ء میں جب میں پہلی بار حج کی سعادت حاصل کرنے حاضر ہوا تھا اس وقت بابِ مروہ کے بالکل قریب باتھ روم ہوتے تھے۔ جنہیں بعد میں ذرا آگے بڑھا کر زیادہ رقبہ پر دو منزلہ باتھ روم بنا دیئے گئے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اس جگہ ابو جہل کا گھر تھا۔

دھوپ اب بھی بہت شدید تھی۔ مگر میں آس پاس کے حصہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ باتھ روم کے ابتدائی حصہ میں بالائی حصہ کے لئے سیڑھیاں چڑھتی ہیں۔ میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا۔ تو حیران رہ گیا۔ اس طرف کا تو سارا نقشہ بدلا ہوا تھا۔ اب نہ وہ چھپّر مارکیٹ رہی نہ ہی چھپّر مارکیٹ کے اندر جا کر الٹے ہاتھ کی گلیوں کا کوئی وجود تھا۔ انہی گلیوں میں مَیں نے وہ حجرہ یا پرانا مکان دیکھا تھا جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ حضرت فاطمۃ الزہرہ کا گھر تھا۔ دور دور تک کی عمارتوں کو گرایا جا چکا تھا جبکہ اب بھی بہت سی گری ہوئی عمارتوں کا ملبہ کرینوں کے ذریعہ ٹرکوں پر لاد کر کہیں لے جایا جا رہا تھا۔ الٹے ہاتھ کی طرف یعنی شعب ابی طالب کی جانب بھی دور دور تک میدان ہموار کیا جا رہا تھا۔ بابِ مروہ کے بالکل سامنے جبل ابو قبیس کے دامن میں بہت سی عمارتیں تعمیر کی جا چکی تھیں۔

Marfat.com

مولدِ رسول:

برسوں پہلے باب مروہ کے سامنے کھڑے ہوکر جبل ابوقبیس کو دیکھتے تو بلندی پر ایک چھوٹی سی مسجد ہوتی تھی جس پر سفید رنگ کی پتائی کی ہوئی تھی۔ یہ مسجد بلال کہلاتی تھی اب اس کے نیچے بالائی سڑک کے کنارے ایک ہوٹل ''مطعم بلال'' تعمیر ہوگئی ہے۔ میرے الٹے ہاتھ کو جیسا کہ میں نے عرض کیا، اَن گنت عمارتیں ملبہ کا ڈھیر بنادی گئی ہیں اور بڑے بڑےLoader ان عمارتوں کے ملبے کو نیچے گرارہے ہیں تا کہ جگہ ہموار کر کے نئی عمارتیں تعمیر کی جاسکیں۔ حرم شریف کے عقبی حصہ پر یعنی باب مروہ کے داہنے ہاتھ تین نئے ستون تعمیر کیے جارہے ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کوئی نیا باب یا ایک اور نیا مینار تعمیر کیا جائے گا۔ میری نگاہوں کے بالکل سامنے پرانے ٹنل، کا داخلی حصہ ہے جہاں سے ٹریفک جارہی ہے اور اس کے ساتھ ہی روئے زمین کی ایک مقدس اور تاریخ ساز چھوٹی سی سادہ عمارت ہے۔

یہ مولدِ رسول ﷺ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ عمارت ہنوز موجود ہے۔ اس عمارت پر'' مکتبہ مکۃ المکرمہ'' کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ لکڑی کا دروازہ بند رہتا ہے اور دروازہ پر تالا پڑا ہوا ہے، میں اس عمارت کو دور سے دیکھ رہا ہوں اور اس عمارت یعنی ''مولودِ رسول ﷺ'' کے درودیوار کو میری نظریں عقیدت واحترام سے چوم رہی ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ۵۷۱ء میں وجۂ تخلیق کائنات، باعثِ فخرِ شش جہات، فخر موجودات، حُسنِ ارض وسماوات مجھ ایسے عصیاں کار اور گنہ گار کے لئے ذریعہ شفاعت ونجات حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ، آمنہ کے گھر تشریف لائے تھے۔ یہ عجیب وغریب جگہ ہے۔ یہاں زمانے پلٹ کرآتے ہیں اور میرے آقاء ومولیٰ کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔۔۔ پیر کے دن صبح صادق کے وقت یہاں حضرت حاجرہؓ بھی وموجود تھیں اور فرعون کی اہلیہ بھی موجود تھیں۔ آمنہ کی گود سے ایک روشنی پھوٹی تھی جس نے جہالت کے اندھیروں کے سینے چاک

Marfat.com

کر دیئے تھے۔ تجلی کا ایک نور طلوع ہوا تھا جس کے اجالوں نے آنکھیں خیرہ کردی تھیں، آپ ﷺ تشریف لائے تو ہزار سال سے روشن آتش کدۂ فارس بجھ گیا تھا۔ قیصر و کسریٰ کے میناروں کے کنگرے گر گئے تھے۔ سسکتی انسانیت کو سہارا دینے والا آ گیا تھا۔ غریبوں کا ملجی، یتیموں کا والی تشریف لے آیا تھا۔ آپ ہی کی آمد سے خیر و شر میں تفریق قائم ہوئی۔ آپ ہی کے طفیل آنے والے زمانوں کو نیک و بد میں تمیز قائم کرنے کا سلیقہ میسر آیا، آپ ہی کے صدقے انسان کو ظلم و جبر کی قوتوں کو زیر کرنے کی استطاعت نصیب ہوئی اور آپ ہی کے صدقے مقام بشیریت کو فرشتوں سے بلند مرتبہ میسر آیا۔ اسی جگہ سے پندرہ سو سال پہلے سردار قریش۔۔۔ عبدالمطلب اپنے ننھے منھے پوتے کو گود میں لے کر بیت اللہ کے چبوترے پر آ کر بیٹھے تھے اور اُن کا نام محمد ﷺ رکھا تھا۔۔۔ یہ کیسی جگہ تھی، یہ کیسا مقام تھا، یہ کیسا گھر ہے، یہ کیسا مکتب ہے، یہاں سے تو تجلیوں کا نور پھیلا تھا۔۔۔ میں دور کھڑا عقیدت سے اس گھر کو تکے جا رہا تھا۔ خانہ کعبہ اور روضۂ رسول ﷺ کے بعد یہ دنیا کا مقدس ترین مقام ہے۔ یہ گھر بڑا معتبر اور محترم گھر ہے۔ میں نے دیکھا چند لوگ دروازہ کے قریب آتے ہیں، عقیدت سے در و دیوار کو تکتے ہیں۔ نگاہوں سے بوسے لیتے ہیں اور گذر جاتے ہیں۔ میں بھی حاضری دونگا۔ لیکن ابھی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ میں انشاءاللہ کل اپنی اہلیہ کے ساتھ آؤں گا۔ در و دیوار کو بوسہ دونگا۔۔۔ لوگوں کو اپنی جائے پیدائش بڑی یاد رہتی ہے، موقعہ نصیب ہوتا ہے تو پتہ پوچھ کر کشاں کشاں اس گھر کو دیکھنے جاتے ہیں جہاں وہ پیدا ہوئے تھے۔ یہ تو مولدِ رسول ﷺ ہے۔ رحمت اللعالمین کی جائے پیدائش ہے، میرے پیارے نبی ﷺ کا مقام پیدائش ہے۔۔۔ یوں ہی خیال آیا کہ اے ربِّ دو جہاں یہاں سب نشانیاں تعمیرات کے نام پر مٹائی جا رہی ہیں، اس نشانی کو تو محفوظ رکھنا کہ ہم جیسے گنہ گار اور عصیاں کار آئیں تو اس مقدس اور تاریخ ساز مقام کا دیدار کر سکیں۔ کیونکہ یہ سب رسولوں کے رسول ﷺ کی جائے پیدائش ہے۔ یہ پیغمبر آخرالزماں ﷺ کا مقام پیدائش ہے۔

Marfat.com

میں دور سے کھڑا مولدِ رسول ﷺ کی زیارت کرتا رہا۔ پھر گردن جھکائے واپس پلٹ آیا، سوچا کہ کل آؤں گا۔ کل حاضر ہوں گا۔ کل آپ کی دہلیز پر جا کر حاضری لگاؤں۔ وقت کم تھا، عصر کی اذان ہونے والی تھی۔ میں نیچے اترا، وضو خانے میں آیا، وضو کیا اور باب مروہ سے حرم شریف کی پرشکوہ عمارت میں داخل ہو گیا۔۔۔ صفا اور مروہ کے درمیان ایک خلقت تھی، احرام کی دو چادریں پہنے سعی کرنے میں مصروف۔۔۔ بڑی مشکل سے جگہ بناتا ہوا مطاف تک پہنچا۔ اب مطاف میں طواف کرنے والوں کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا۔ مطاف کے آخری سرے سے چاروں طرف سرخ رنگ کے قالین بچھا دیئے گئے تھے۔ لوگ ترتیب وار بیٹھے تلاوت میں مصروف تھے یا نوافل ادا کر رہے تھے اور بہت سے لوگ خانہ کعبہ کو تک رہے تھے اور یقیناً سوچ رہے ہوں گے کہ وہ کتنے خوش بخت ہیں کہ ہزاروں میل دور اپنے اپنے علاقوں میں زندگی بھر ہر روز پانچ بار جس گھر کی طرف رخ کر کے نماز کی نیت کرتے ہیں، آج اس لمحہ موجود میں وہ اس گھر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ میں بھی ان خوش بختوں میں شامل ہوں کہ میں!!!۔ میں اپنے بارے میں سوچتا ہوں اور کانپ اٹھتا ہوں۔۔۔ میں ایک حقیر بندہ۔۔۔ پر تقصیر بندہ۔۔۔ ایک بدکار۔۔۔ سیاہ کار۔۔۔ عصیاں کار بندہ۔۔۔ پستیوں میں گرا ہوا۔۔۔ دنیا کی آلودگیوں میں لتھڑا ہوا۔۔۔ ایک کمزور اور ناتواں۔۔۔ ناہنجار اور نافرمان۔۔۔ معمولی کیڑے سے بھی حقیر۔۔۔ سمندر کی سطح پر کانپتے ہوئے تنکے سے بھی زیادہ بے بس، بے نشان و بے وقعت۔۔۔ گمرہی کا شکار۔۔۔ دانستہ دنیاداری کا طلب گار۔۔۔

میں اب کہاں ہوں؟

کس مقام پر موجود ہوں؟

میں اس لمحہ موجود میں، مطاف میں موجود ہوں۔۔۔ میں دیکھ رہا ہوں خانہ کعبہ کو، باب ملتزم کو میری نگاہیں چوم رہی ہیں۔ حطیم کا دیدار کر رہی ہیں۔ میزاب رحمت کو تک رہی

Marfat.com

ہیں۔سنگِ اسود کو بوسہ دے رہی ہیں۔غلاف کعبہ کو نظریں چوم رہی ہیں۔

میں خطا ہی خطا۔۔۔تو عطا ہی عطا

میں کہاں۔۔۔تو کہاں

اے میرے رب،تو بڑا بے نیاز ہے۔بڑا غفور و رحیم ہے۔بڑا رحمان و کریم ہے۔یقین آ گیا،اعتبار قائم ہوگیا،ایمان مضبوط ہوگیا کہ تو اپنے بندوں سے ماں کی محبت سے زیادہ محبت کرتا ہے۔یہی تو وجہ ہے کہ میں۔۔۔میں تیرے گھر کے سامنے موجود ہوں۔ میں سجدہ میں گر جاتا ہوں۔سجدہ شکر ادا کرتا ہوں اور عین اس لمحہ موذن کی آواز گونجتی ہے:

الله اکبر الله اکبر...اشهد ان لاالہ الله...اشهد ان لا الہ الله

(بے شک میرے رب تیرا کوئی شریک نہیں)

اس سے پہلے۔۔۔جب میں باب صفا سے اتر کر مقام زم زم سے آب زم زم پی کر مطاف میں اپنے لئے کوئی جگہ تلاش کر رہا تھا تو ایک عربی نے مجھے ٹشو پیپر میں لپیٹ کر چار کھجوریں دیں۔میں نے ایک کھجور منہ میں ڈالی اور تین کھجوریں جیب میں رکھ لیں کہ عصر کے بعد اپنی بیگم کو دونگا۔نماز عصر سے فارغ ہوئے تو میں تلاوت میں مصروف ہوگیا۔کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ مطاف میں بچھے ہوئے غالیچوں کے نیچے پلاسٹک کے دسترخوان چھپے ہوئے ہیں۔کچھ لوگ آئے اور ان لمبے دسترخوان کو کھینچ کر ہمارے سامنے پھیلا دیا۔میں نے دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھا تو ایسے ہی دسترخوان دیگر نمازیوں کے سامنے پھیلا دیئے گئے۔کچھ دیر بعد میزبان نے پلاسٹک کی رکابیوں میں چند کھجوریں سجا کر ایک ایک شخص کے سامنے رکھنا شروع کیں۔اچانک یاد آیا آج پیر ہے۔اور ہر پیر کو حرم شریف اور مسجد نبوی میں بہت سے اللہ کے نیک بندے افطار کا اہتمام کرتے ہیں،بعض لوگ روزہ بھی رکھتے ہوں گے۔اس دن شعبان کا آخری پیر تھا۔اس لئے نسبتاً خاص اہتمام تھا۔بہت سے لوگ ہاتھوں میں ڈبے لئے لوگوں میں کھجوریں تقسیم کر رہے تھے۔کھجور تو میں نے رسمی طور پر

Marfat.com

استعمال کیا، اصل میں تازہ کھجیاں، رس سے بھری، پکی ہوئی کھجیاں تقسیم کر رہے تھے۔ اس دوران ایک میزبان نے پیلی پیلی اور تازہ کھجیوں کا ایک گوشہ میرے سامنے رکھ دیا۔ درجن بھر سے زیادہ کھجیاں اس ڈالی میں لگی ہوئی تھیں۔

مغرب کی اذان سے پہلے مطاف میں موجود زائرین کرام کی خدمت میں اللہ کے نیک بندوں نے کھجوریں تقسیم کیں۔ مغرب کی اذان میں ابھی وقت تھا، طواف کرنے والوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ بھی ہو رہا تھا۔ میں اس دوران تلاوت کرتا رہا۔۔۔اور خانہ کعبہ کو تکتا رہا۔

نماز مغرب کے بعد مطاف میں بڑے پیمانے پر زائرین کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ میں باب ملک عبدالعزیز کی اندرونی سیڑھیوں کے آس پاس دیر تک کھڑا رہا۔ اور بیگم کو تلاش کرتا رہا، کھڑے کھڑے جب تھک گیا تو میں نے سوچا بیگم طواف میں مصروف ہوگئیں۔ میں نا امید ہو کر مطاف سے باہر نکل آیا۔ باب ملک عبدالعزیز اور باب فہد کے سامنے وسیع اور کشادہ صحن میں ہزاروں لوگ جمع تھے۔ میں باب فہد کے سامنے اپنے الٹے ہاتھ کی طرف ''بن داؤد'' ہوٹل کے قریب سڑک کے کنارے آ گیا۔ یہ سڑک ''طریق ابراہیم خلیل'' کہلاتی ہے۔ وہاں سڑک ذرا کشادہ ہے اور بسوں کا اڈہ ہے۔ جدہ اور مدینہ منورہ کے لئے یہاں سے بآسانی بسیں مل جاتی ہیں، میں نے بن داؤد میں واقع ایک دکان سے ایک کپ چائے لی اور سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ میرے سامنے یعنی باب فہد کے سامنے ذرا سیدھے ہاتھ کی طرف دور دور تک پہاڑیاں کاٹ کر نئی عمارتوں کی تعمیر کے لئے جگہ ہموار کی جا رہی تھی۔ لیکن اس سے ذرا اوپر پہاڑی کی بلندی پر چھوٹے چھوٹے مکانات موجود تھے، کھڑکیوں سے مدھم مدھم روشنی جھانک رہی تھی۔ میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک پاکستانی سے جو اس شہر مقدس میں ملازمت کرتا تھا پوچھا:

Marfat.com

کیاان مکانوں میں یہاں کی مقامی آبادی رہتی ہے؟

اس نوجوان نے بتایا کہ اس بستی میں برما کے مسلمان رہتے ہیں جو برسوں پہلے پاکستانی پاسپورٹ پر شاہ فیصل کی خصوصی اجازت سے مکہ آئے تھے۔اب سے ۲۵۔۳۰ سال پہلے برما میں وہاں کی حکومت نے مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے تو وہ ہجرت کر کے پاکستان آگئے۔ ذوالفقار علی بھٹو کی درخواست پر شاہ فیصل نے انہیں سعودی عرب میں آنے کی اجازت اس شرط پر دی کہ حکومت پاکستان انہیں اپنا شہری بنا کر گرین پاسپورٹ جاری کرے۔ یہاں برما کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔اس نوجوان نے بتایا کہ موجودہ سعودی حکومت اب ان کا خروج چاہتی ہے اور امکان غالب ہے کہ یہ برما کے مسلمان واپس پاکستان بھیج دیئے جائیں۔

یہ اطلاع مجھے کچھ اچھی نہیں لگی۔لیکن میں نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور ایک بار پھر وضو کر کے میں حرم شریف میں آگیا۔ بار بار ذہن بیگم کی طرف جاتا تھا کہ پروگرام کے مطابق نہ عصر کی نماز کے بعد اور نہ ہی مغرب کی نماز کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، سچ پوچھو تو مجھے غصہ بھی آ رہا تھا۔ اور پھر یہ بھی خیال آیا کہ شام کو چائے پینے کی اسے عادت ہے۔ کہیں وہ چائے پینے تو باہر نہیں چلی گئی۔۔۔آخر کہاں رہ گئی؟

عشاء کی نماز کے بعد زائرین کی ایک بڑی تعداد حرم سے نکل کر کھانے کے لئے مختلف ہوٹلوں کا رخ کرتی ہے اور اس کے بعد چند گھنٹے آرام کرنے کے لئے اپنی اپنی قیام گاہ پر چلی جاتی ہے۔ میں باب ملک عبدالعزیز کی سیڑھیوں کے قریب کھڑا رہا۔ وردی میں ملبوس خدام نا تو سیڑھیوں پر بیٹھنے دیتے اور نہ ہی ایسی جگہ کھڑا ہونے دیتے جہاں سے بیگم ہم کو پہچان لیں۔ کھڑے کھڑے تھکن سے میرا برا حال ہو گیا۔ زائرین کی ایک بعدی تعداد مطاف سے باہر چلی گئی۔اب میرا غصہ ختم ہو گیا اور میں پریشان ہونے لگا۔

یا اللہ بیگم کہاں چلی گئیں؟۔۔۔اسی جگہ ہم نے ملنے کا طے کیا تھا۔اب زیادہ ہجوم

Marfat.com

بھی نہیں ہے۔عشاء کی نماز کے بعد جن لوگوں نے طواف کا ارادہ کیا تھا وہ بھی طواف مکمل کر کے جا چکے۔جگہ بھی دیکھی بھالی ہے۔بیگم اس سے پہلے بفضل تعالیٰ تین بار یہاں آ چکی ہیں، آخر کہاں چلی گئیں۔اب وسوسے بڑھ گئے، خوفزدہ خیالات ذہن میں منڈلانے لگے۔اللہ خیر کرے کیا مشکل پیش آئی۔کس مصیبت میں گرفتار ہو گئیں۔سچ بات تو یہ ہے کہ وہ تو مجھ سے بھی زیادہ ذمہ دار ہیں۔اب میرے پاس ان کا موبائل فون نمبر نہیں۔کراچی میں کسی کا فون نمبر مجھے یاد نہیں۔جس پاکٹ پرس میں ایسی ہی صورتحال سے نمٹنے کے لئے میں نے بچوں کے اور دو ایک قریبی دوستوں کے موبائل فون نمبر ایک پرچے پر لکھ کر رکھے تھے وہ پرس اٹیچی کیس میں ہے۔

اب خیال آیا کہ حرم شریف میں ضرور کوئی ایسا دفتر ہوگا جہاں گمشدہ عزیزوں کی تلاش کے لئے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔پھر خیال آیا کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔روئے زمین میں سب سے زیادہ محفوظ اور مامون مقام۔یہاں سے بڑی پناہ کہاں ہو سکتی ہے۔اور پھر بچوں اور بزرگوں کی تلاش کے لئے حرم شریف کی انتظامیہ سے رابطہ کرنا تو ٹھیک ہے مگر۔۔۔مگر۔۔۔!

کیا کروں؟۔۔۔کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔جب بہت وقت گذر گیا تو میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے ہوٹل چلنا چاہئیے۔اٹیچی کیس کا تالا توڑ کر اپنا پاکٹ پرس نکالوں۔اس کے بعد مون یا سنی کو پاکستان فون کروں کہ ان کے پاس بیگم کا موبائل فون نمبر ہے۔اپنے بچوں سے کہوں کہ وہ اپنی امّی سے فون کر کے پوچھیں کہ وہ کہاں ہیں؟۔۔۔پھر خیال آیا کہ ہو سکتا ہے وہ مجھے نہ پا کر خود ہوٹل چلی گئی ہوں۔اس پریشانی میں، مَیں نے ہوٹل جانے کا فیصلہ کیا۔۔۔بوجھل قدموں سے سیڑھیاں طے کر کے میں ذرا آگے بڑھا تو ایک ستون کے ساتھ بیگم بے حد غمزدہ اور پریشان کھڑی تھیں۔

میں نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا، اور اپنے شدید غصہ کا بھی اظہار کیا، ادھر وہ روتے روتے شکایت کر رہی تھیں کہ میں عصر کی نماز سے اب تک اس جگہ سے ہٹی

Marfat.com

نہیں۔ ہر آنے جانے والے کو تکتی رہی مگر آپ نظر نہیں آئے۔ میں نے کہا میں گھنٹوں سے باب ملک عبدالعزیز کی سیڑھیوں کے آس پاس منڈلا رہا ہوں۔ کیا آپ نے مجھے نہیں دیکھا؟

قصہ مختصر کہ بیگم کو یہ خیال کہ ہم نے حرم شریف میں داخل ہوتے وقت جس جگہ اپنی چپلیں رکھی تھیں اس سے ملحق خواتین کے لئے جو حصہ مختص ہے وہاں ہمیں ملنا تھا۔ اور میرا یہ گمان کہ ہمیں باب ملک عبدالعزیز کی سیڑھیوں کے قریب ملنا تھا۔ ہم دونوں نے اللہ ربُّ العزت کا شکر ادا کیا۔ اب بھوک اور تھکن عود کر آئی۔

بیگم کی حالت خراب، بھوک سے الگ نڈھال۔۔۔ تھکن اور پریشانی کی وجہ سے میری ایسی حالت کہ شاید ہی کبھی ہوئی ہو۔ طے پایا کہ پاکستانی ہوٹل کی تلاش میں دور جانے سے بہتر ہے کہ قریب ترین جگہ سے کھانے کی چیزیں لی جائیں جو فوری مل جائیں۔ ہمارے بالکل سامنے بن داؤد میں واقع KFC پر نظر پڑی جو عام حالت میں ہمیں پسند نہیں لیکن فیصلہ کیا کہ فوری طور پر KFC سے برگر لے کر کھالیا جائے۔ ہم نے برگر لیا اور بن داؤد کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر کھانے میں مشغول ہو گئے۔

اب ذرا جان میں جان آئی۔ ہوٹل پہنچے۔ توقع یہ تھی کہ کمرہ مل جائے گا تو بے تکلفی کے ساتھ آرام کریں گے۔ ہم نے ہوٹل پہنچ کر مینیجر سے پوچھا۔ ہمارا سامان اب کس کمرہ میں رکھا ہے۔۔۔؟

ہوٹل کے مینیجر نے اطمینان سے جواب دیا۔ اسی کمرے میں سامان رکھا ہے۔

بہت غصہ آیا۔ میں نے کہا آپ نے تو کہا تھا کہ کمرہ خالی ہو گیا۔ صفائی کرانے کے بعد آپ کا سامان نئے کمرے میں منتقل کر دیا جائے گا۔

بھائی صاحب! حاجی لوگ مدینہ نہیں گیا۔

لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ حاجی لوگ مدینہ چلے گئے۔ کمرہ خالی ہو گیا۔

Marfat.com

نہیں بھائی صاحب! وہ لوگ تین دن کے لئے رک گئے۔ کراچی سے ان کا نیا Voucher آگیا۔۔۔ بھائی صاحب! اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟

میں نے پہلے بھی اپنے ٹور آپریٹر رضوی صاحب سے کراچی بات کی تھی اور انہوں نے اس صورتحال پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ میں ابھی رفیق صاحب سے بات کرتا ہوں، آپ پریشان نہ ہوں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔

اب میں نے دوبارہ رضوی صاحب سے فون پر بات کرنے کی کوشش کی، میرے پاس ان کے دفتر کا فون نمبر تھا جس پر گھنٹی بج رہی تھی۔۔۔

بیگم نے کہا، تھکن سے برا حال ہے، آپ رضوی صاحب سے کتنی بار بات کریں گے۔ چھوڑیں اب جو بھی ہے اس کمرے میں چلتے ہیں۔ ذرہ آرام کر کے کوئی دوسرا ہوٹل تلاش کریں۔ کراچی میں ہم نے جو پیسے دے دیئے۔ اسے بھول جائیں۔ فی الحال کمرے میں چلیں۔۔۔

ہوٹل کے بنگالی مینجر نے کہا، بھائی صاحب! ابھی تو آپ جا کر آرام کریں، کوئی کمرہ خالی ہوا تو میں پہلے آپ لوگوں کو دونگا۔ ابھی ہم اور کچھ نہیں کر سکتے۔ اس صورتحال میں ہم بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے اس لئے سیڑھیاں طے کر کے اپنے کمرے میں آئے۔

یہاں ہمارے ساتھی مسافر ایک ایک پلنگ پر گم سم اور چپ چاپ بیٹھے تھے۔ علیک سلیک کے بعد ہم بھی خالی بستروں پر بیٹھ گئے۔ عجیب صورتحال تھی۔ کافی دیر بعد بیگم نے چائے بنائی۔ ہم نے چائے پی۔ اور جانے کب ہم اس اجنبی اور غیر مانوس ماحول میں بستروں پر بیٹھے بیٹھے لیٹ گئے۔۔۔ ہمارے ساتھی مسافر کی اہلیہ نے ہماری بیگم سے کہا۔۔۔ ہم لوگ حرم شریف جا رہے ہیں، وہیں وضو وغیرہ کریں گے۔ یہاں کا باتھ روم بھی صاف نہیں ہے۔۔۔ ان کے جانے کے بعد بیگم بھی سو گئیں۔

ہم نے سوچا یہ کیسا کاروبار ہے۔ لوگوں کو ذرا خوف خدا نہیں۔ ادھر ہم بے

Marfat.com

آرام ۔۔۔ ادھر ہمارے ساتھی مسافر پریشان ۔ نہ ہوٹل والے سنتے ہیں نہ ٹور آپریٹر کا نمائندہ ہاتھ لگتا ہے۔ ایک بات اور عرض کروں کہ ہم نے اپنے کمرے میں آنے سے پہلے بنگالی مینجر سے کہا کہ وہ ہمیں ٹور آپریٹر کا موبائل فون نمبر دے دیں تا کہ ہم ان سے بات کریں ۔۔۔ ہوٹل مینیجر نے بڑے اطمینان سے کہا ان کا نمبر تو ہمارے پاس نہیں ہے۔

ہم نے کہا، بھائی جن صاحب کے کہنے پر آپ نے ہمیں اپنی ہوٹل میں کمرہ دیا ان کا فون نمبر آپ کے پاس نہیں ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

بھائی صاحب! ہم اس کو پہچانتا ضرور ہے وہ کمپنی کا آدمی ہے لیکن اس کو جانتا نہیں۔ ابھی وہ آئے گا تو ہم آپ کو بتادے گا۔ دوسرے دن میں اپنے کمرے میں جانے کے لئے لفٹ کے باہر کھڑا تھا تو لفٹ کے دروازہ پر اس ٹور کمپنی کا فون نمبر ایک کاغذ پر لکھا ہوا تھا اور وہ کاغذ لفٹ کے دروازہ پر چپکا ہوا تھا۔ جبکہ کل رات ہوٹل مینیجر ہم سے کہہ رہا تھا کہ ہمارے پاس ٹور کمپنی کے کسی آدمی کا فون نمبر نہیں ہے۔

اس مقدس سفر کے دوران درپیش مشکلات اور دشواریوں کا اظہار کرنے سے گریز کرنا چاہئے کہ آج زائرین کو عمرہ کرنے میں جو آسانی وراحت، آرام وآسائشیں میسّر ہیں اب سے تیس سال پہلے تک ان کا تصور کرنا بھی محال تھا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ ہم تو بغیر کسی مشقت اور پریشانیوں کے، ثواب لوٹ رہے ہیں۔ حج اور عمرہ کی صعوبتیں ہمارے بزرگوں اور ان سے پہلے کے لوگوں نے برداشت کی ہیں وہ لوگ مہینوں پیدل سفر کرکے۔ راہزنوں اور ڈاکوؤں سے بچتے، سفر کی دشواریوں کو برداشت کرکے تپتی دھوپ اور سنگریزوں سے اٹے ناہموار راستوں سے گذر کر حرمین شریفین تک پہنچتے تھے اور ان کے ہونٹوں پر رب تعالیٰ کے شکر کے علاوہ کوئی حرف شکایت نہیں آتا تھا۔ حج اور عمرہ کا سفر اب تو نہایت آسان اور سہل ہوگیا ہے۔ ان تمام حقیقتوں کا اعتراف کرنے کے باوجود میں صرف ان معاملات کو اُجاگر کرنا چاہتا ہوں جو ٹور آپریٹرز کی نیتوں اور رویّوں کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ ان ٹور آپریٹرز کی

Marfat.com

عدم توجہی کی وجہ سے عازمین حج اور زائرین عمرہ کی غالب اکثریت کو سفر کے دوران مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے اس سفر کے دوران اکثر زائرین کو ٹور آپریٹرز اور ہوٹل کے مالکان اور ملازمین کی بےحسی پر نہایت افسردہ اور پریشان پایا ہے۔

میں نہایت عاجزی سے اپنے رب کے حضور اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھ ایسے گنہ گار اور سیہ کار کو اپنے گھر بلایا اور اپنے گھر کے طواف کی توفیق عطا فرمائی۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اپنے اعمال کی بناء پر حرمین شریفین میں میری حاضری ناممکن تھی، یہ تو بس اللہ رب العزت کا کرم اور احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ سعادت عطا فرمائی۔ میں دانستہ ٹور آپریٹرز اور ہوٹل انتظامیہ کے رویّوں کا اظہار کر رہا ہوں، میرے نزدیک اس کے دو مقاصد ہیں اوّل یہ کہ زیرِ تحریر کتاب کو پڑھنے والے جب حج یا عمرہ کا ارادہ کریں تو اچھے اور نیک نام ٹور آپریٹرز کا انتخاب کریں اور روانگی سے پہلے تمام معاملات اچھی طرح طے کرلیں۔ دوسرا مقصد بعض ٹور آپریٹرز کے تکلیف دہ رویّہ کی نشاندہی کرنا ہے۔ یوں بھی دنیاوی کاروبار میں بھی دیانتداری اور نیک نیتی شرط اول ہے جبکہ یہ کاروبار تو خدمت ہے۔ ٹور آپریٹرز اپنا رویّہ بہتر بنائیں اور کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک، احمد مجتبےٰ، محمد مصطفےٰ ﷺ کے مہمانوں پر مناسب توجہ دیں اور انہیں زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیّا کریں تاکہ حجاج کرام اور زائرین ان کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں۔

چند گھنٹے آرام کرکے ہم حرم شریف پہنچ گئے۔ حرم شریف روشن و منوّر تھا۔ لاکھوں فرزندانِ توحید تہجد اور نماز فجر کی ادائیگی کے لئے اپنی اپنی ہوٹلوں سے نکل کر حرم شریف کی طرف جا رہے تھے۔ مطاف میں لوگوں کا اژدھام تھا۔ ہزاروں لوگ خانہ کعبہ کے گرد طواف میں مصروف تھے۔ ٹھیک سے یاد نہیں لیکن میں نے نماز فجر مطاف میں ادا کی۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد کل ہم بیت اللہ شریف کے نزدیک نہیں گئے تھے، اب دل بے چین تھا۔ رگ و پے میں سجدے تڑپ رہے تھے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد میں بیت اللہ کے قریب پہنچا۔ سنگ

Marfat.com

اسود کو قریب سے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس قدر ہجوم تھا کہ حجر اسود کو بوسہ دینے کی ہمت نا ہوئی۔ جس پتھر کو میرے آقا و مولا نے اپنے دستِ مبارک سے اٹھا کر یہاں نصب کیا ہو۔ اس پتھر کو چومنے کی شدید خواہش تھی۔ ادھر آرزو شدید اور تمنا شدید تر۔۔۔ عقل کہتی ہے کہ احتیاط کرو مگر۔۔۔ عشق کہتا ہے کہ بے خطر کود پڑو۔ عقل کہتی ہے کہ بندگانِ خدا کو تکلیف دینے سے گریز کرو۔ ادھر عشق نے چند قدم اٹھائے۔ ادھر عقل نے اٹھتے قدم روک لئے۔ منزل سامنے۔ مسافت مختصر مگر راہ دشوار، مشکل سے بیس تیس لوگ تھے جو شہد کی مکھیوں کی طرح سنگ اسود کے گرد منڈلا رہے تھے۔ کوئی قریب جاتا اور دور ہو جاتا۔ دوسرا قریب تر جاتا ہے اور نکال دیا جاتا ہے۔ جو کامیاب ہو جاتا وہ ایسے نکالا جاتا کہ اپنے قدموں پہ کھڑا ہونے کی سکت نہ پاتا۔ ہم تا دیر لوگوں کی بھیڑ میں گم یہ منظر حسرت سے کھڑے دیکھتے رہے۔

ہم اسی پر نہال ہو رہے تھے، پھر جی میں آئی کہ چلو، کوشش کر کے دیکھتے ہیں۔ اس ہجوم کی طرف بڑھے، ذرا ہاتھ پیر مار کر بھیڑ میں گھسے۔۔۔ اچانک ایک ریلا پلٹا اور ہم دور جا پڑے، سوچا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت مواقع عطا کئے۔ بارہا سنگ اسود کو چوما۔ نگاہوں سے بوسے دیئے۔ اب وہ عمر نہیں رہی۔ قویٰ مضمحل ہو گئے۔ دم خم باقی نہیں رہا۔ یہی بہت ہے کہ ہم سنگِ اسود کے نزدیک تر ہیں۔ اس ربّ ذوالجلال کا کروڑہا شکر کہ ہم دور سے نہیں خاصے قریب سے دیدار کی لذتوں سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ پس ہم نے سنگِ اسود کی جانب ہتھیلیاں اٹھائیں پھر انہیں چوما۔ الحمد للہ اللہ اکبر۔

Marfat.com

بھیگی پلکوں پہ دعاؤں کے آنسو

آگے بڑھے۔۔۔اب نگاہوں کے سامنے "مقام ملتزم" تھا۔۔۔حجر اسود اور بیت اللہ شریف کے دروازہ کے درمیان کا حصّہ۔تقریباً ساڑھے سات فٹ۔یہ مقام دعاؤں کے مستجاب ہونے کی جگہ ہے۔چونکہ یہ حجر اسود سے ملحق ہے اس لئے اس کا کچھ حصہ تو اسی ہجوم کی دسترس میں رہتا ہے جو سنگ اسود کو بوسہ دینے کی دیوانہ وار کوششوں میں مصروف رہتا ہے۔ باقی حصہ پر لوگ چمٹے ہوتے ہیں، رو رو کر گڑ گڑا کر دعائیں مانگ رہے ہوتے ہیں۔

بابِ ملتزم:

حضورِ اکرم سرورِ کائنات ﷺ مقامِ ملتزم سے چمٹ جایا کرتے تھے۔اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے کعبہ کی دیوار کو تھام لیتے تھے۔اپنا سینہ مبارک ملتزم سے لگا لیتے، اس کے بعد کبھی اپنا دایاں رخسار اور کبھی بایاں رخسار کعبہ کی دیوار سے لگاتے۔اپنے رب سے مانگتے رہتے۔اپنی امت کے لئے، ہم ایسے بدکاروں، گنہ گاروں اور عصیاں کاروں کے لئے مانگتے رہتے۔حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔اگر موقعہ ملے تو اس جگہ ضرور دعا مانگنی چاہیے کہ حضورِ اکرم ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔آپ خود سوچیں، جس مقام پر میرے آقا و مولیٰ خود لپٹ لپٹ کر دعا فرمائیں وہ مقام اور جگہ کیسی ہوگی۔کس مرتبہ کی ہوگی۔کس درجہ افضل ہوگی۔کس قدر مقدس ہوگی۔

یہاں دعا مانگنا سنت ہے۔لیکن خیال رہے کہ حالتِ احرام میں ملتزم پر دعا مانگنے سے گریز کریں کہ لوگ اپنی عقیدت و محبت میں خاص کر مقام ملتزم میں عطر لگا دیتے، ہر وقت مسحور کن خوشبو پھوٹتی رہتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ احرام کی حالت میں خوشبو لگانا ہی نہیں،

Marfat.com

دانستہ خوشبو سونگھنا بھی ممنوعات میں شامل ہے۔میں عجز و انکساری کے ساتھ دبے دبے قدموں سے باب ملتزم کی طرف گیا۔لوگ پہلے سے غلاف کعبہ سے لپٹے ہوئے تھے۔میں نے کوشش کی۔۔۔غلاف کعبہ کو چھوا لیکن اس وقت مجھے میرے پیارے آقا ﷺ کی نقل کرنے، ان کی سنّت کے مطابق ملتزم سے چمٹنے کی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔ہاں! اسکے ساتھ ہی میری ایک پسندیدہ جگہ ہے۔ملتزم سے بالکل متصل۔ خانہ کعبہ کا دروازہ۔

دروازے پر خوبصورت، اعلیٰ درجہ کی کڑھائی۔۔۔زردوزی اور کشیدہ کاری کی مدد سے آیات کریمہ نقش ہیں۔فرش کے ساتھ ایک فٹ سے کم باہر نکلتی ہوئی ایک قدم کی سیڑھی بنی ہوئی ہے اس کی چوڑائی چھ سات انچ ہے۔ بیشتر لوگ دروازہ کی چوکھٹ کے نچلے حصہ کے قریب کھڑے ہو کر انتہائی عاجزی اور انکساری سے دعائیں مانگتے ہیں۔ دل ہی دل میں، زیرلب اور باآواز بلند اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ چند لوگوں کو موقعہ مل جاتا ہے کہ وہ فرش کے ساتھ قدم رکھنے کی جو جگہ بنی ہوئی ہے اس پر پیر رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اس صورت میں دروازہ کی چوکھٹ کے فرشی حصہ تک ان کے ہاتھ پہنچ جاتے ہیں۔یہ موقعہ جن کو نصیب ہو جاتا ہے وہ خانہ کعبہ کی دیوار سے بے طرح لپٹ جاتے ہیں۔

اب ذرا تصور کریں کہ آپ خالقِ کون و مکاں، مالکِ ارض و سماں، خالقِ انس و جاں کے علامتی گھر کے دروازہ کی چوکھٹ تک پہنچ جائیں۔اندر جانے کا دروازہ بند ہو تو جی چاہتا ہے کہ دروازہ پر دستک دیں۔ مالکِ روز جزا کو اس کے گھر کے باہر سے آواز دیں، صدا لگائیں اور آرزو کریں کہ دینے والا۔ دروازہ کھول کر بھیک مانگنے والوں۔صدا لگانے والوں۔فریاد کرنے والوں۔ آہ و بکا کرنے والوں۔ دعائیں مانگنے والوں۔عاجزی و انکساری کے ساتھ گڑ گڑا کر اپنے دکھ درد بیان کرنے والوں۔اپنی حاجت پیش کرنے والوں۔اپنے گناہوں کی توبہ و استغفار کرنے والوں۔اپنی اور اپنے بزرگوں کی مغفرت طلب کرنے والوں۔اپنی اور اپنی آل اولاد کے لئے سلامتی کی آرزو کرنے والوں۔اپنے

Marfat.com

لئے رزق کثیر کی تمنا کرنے والوں کی مرادیں پوری کر دے۔۔۔ایسے میں ان کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔ وہ یہی گمان کرتے ہیں نا کہ ہم عطا کرنے والے کے گھر کی دہلیز تک آ پہنچے ہیں۔اب بھلا دعاؤں کی قبولیت میں کیا شک ہے۔ یہاں دعا مانگ کر جانے والوں کو کبھی غور سے دیکھتا ہوں، لگتا ہے کہ جھولیاں سب کی بھرتی جاتی ہیں۔۔۔دینے والا نظر نہیں آتا۔

ہر بار اس چوکھٹ اور اس کی دہلیز کو بوسہ ضرور دیتا ہوں، بس ہاتھوں سے دہلیز کو اس یقین کے ساتھ پکڑ لیتا ہوں کہ اب خالی ہاتھ نہیں لوٹوں گا۔اور اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ کبھی مایوس نہیں لوٹا۔۔۔

کسی کو زحمت دیئے بغیر مجھے جگہ مل گئی۔ سیڑھی پر پیر رکھ کر میرے ہاتھوں نے کعبہ کے دروازہ کی چوکھٹ کو پکڑ لیا۔اب کیا کیفیت تھی۔کون بیان کر سکتا ہے؟۔۔۔وہ لحات اور ساعتیں تو گذر گئیں۔ کیونکہ وہاں زبان نہیں بدن کا رواں رواں بولتا ہے۔رگ رگ اور پور پور سے فریادیں پھوٹتی ہے۔آنکھوں سے آنسو سجدے بن کر ٹپکتے ہیں۔ دل کی دھڑکنیں آہوں میں ڈھل جاتی ہیں۔کانپتا بدن۔۔۔فریاد کناں دہن۔۔۔دعاؤں کے لئے لفظوں کو ڈھونڈتا ذہن۔۔۔نمدیدہ نمدیدہ آنکھیں۔۔۔لرزیدہ لرزیدہ ٹانگیں۔۔۔اپنا آپ بس میں نہیں ہوتا۔ بندہ بس روتا رہتا ہے۔آہ و بکا کرتا رہتا ہے۔گڑگڑاتا رہتا ہے۔سسکیاں بھرتا رہتا ہے۔ہچکیاں لیتا رہتا ہے۔فریاد کرتا رہتا ہے۔ بھیک مانگتا رہتا ہے۔دعائیں کرتا رہتا ہے۔دعائیں بھی کیا کرتا ہے۔بس بے ربط جملے۔ٹوٹے پھوٹے الفاظ۔۔۔کیونکہ یہی اس کی کل کائنات ہوتی ہے۔۔۔ایک بھکاری کی اوقات ہی کیا ہوتی ہے۔ایک فقیر کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ایک گداگر کی حقیقت ہی کیا ہوتی ہے۔ایک سوالی کی قیمت ہی کیا ہوتی ہے۔یہی کیا کم ہے کہ نطق پہ حرف حاجت ٹھہر جائے اور شرف قبولیت عطا ہو جائے۔ بھیک مانگے کو سلیقہ کہاں، حاجت مند کو قرینہ کہاں، ضرورت مند کو ادب و آداب کا پتہ نہیں، وہ چوکھٹ پکڑے ہوتا ہے۔وہ ڈیوڑھی تھامے ہوتا ہے۔وہ ہاتھ پھیلائے رہتا ہے۔دامن

Marfat.com

پسارے ہوتا ہے۔ بس یہی کچھ حال میرا تھا۔ جانے کب تک، جانے کتنی دیر تک میں غلاف کعبہ سے چمٹا رہا۔ میرے پیچھے لوگوں کا اژدھام تھا جانے کب اور کیسے مجھے وہاں سے ہٹایا گیا۔ کسی نے اپنے لئے جگہ بنائی تو میں الگ ہو گیا۔ بس یوں لگا جیسے ہلکا سا جھٹکا لگا ہو۔ گناہوں کا جو بوجھ کاندھوں پر پڑا تھا وہ وہیں کہیں گر گیا۔ بدکاریوں کی گٹھری وہیں کہیں رہ گئی۔ دل پہ جو میل تھا وہ دھل گیا۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ وہاں سے مجھے کسی نے دھتکارا نہیں۔ دھکے دے کے نہیں نکالا۔ بس اس بھیڑ سے میں ایسے نکل آیا جیسے ڈوبتے ہوئے پیراک کو کوئی بڑی موج ساحل پر لا پٹکے، جیسے بھگدڑ سے کوئی بچا کے لے جائے، جیسے اندھیرے سے کوئی اجالے میں لے آئے۔۔۔ جیسے دلدل میں دھنسے ہوئے کو کوئی اُٹھا لے۔۔۔ طوفان میں گھرے ہوئے کو کوئی بچا لے۔ میں الٹے قدم آہستہ آہستہ پلٹ آیا۔ مقام ابراہیم سے بھی ذرا پیچھے۔۔۔ اور ذرا پیچھے۔ طواف کرنے والوں کے درمیان سے گذرتا ہوا۔۔۔ ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اب سوچا۔۔۔ غور کیا۔ ذہن کو یکجا کیا، دل و دماغ میں بکھرے ہوئے لفظوں کو سمیٹا۔ ذہن کے نہاں خانے میں بے ترتیب بکھرے ہوئے جو حرف تھے انہیں تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرویا تو ایک دعا بن گئی۔ اب وہ دعا یاد آنے لگی۔۔۔

اے معبود برحق، اے خالقِ کائنات، اے پاک بے نیاز، اے میرے رب، اے کن کہہ کر فیکون کی صورت اس کائنات کو تخلیق کرنے والے۔ یہ تیرا حقیر بندہ، تیرا عاجز بندہ، تیرا مجبور محض بندہ، تیرا گنہ گار بندہ، تیرا عصیاں کار بندہ، تیرا بدکار بندہ، تیرا نافرمان بندہ، اعمال کے اعتبار سے تیرا سیاہ کار بندہ، تیری رضا سے، تیرے حکم سے، تیری مرضی سے، تیری اجازت سے، تیرے اس علامتی گھر تک پہنچ گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں ہرگز اس لائق نہیں کہ تیرے گھر کے دروازہ تک حاضر ہو سکوں، یہ تیرا کرم ہے۔ تیری عنایت ہے۔ تیری مہربانی، میرے گناہوں سے تیری چشم پوشی کہ میں تیرے گھر کی چوکھٹ

Marfat.com

پکڑے کھڑا ہوں۔ میرے معبود! جب اس بدکار اور گنہ گار بندہ کو اپنے دروازہ تک آنے کی اجازت دی ہے تو میری فریاد بھی سن لے۔ میرے رب! مجھے تو مانگنے کا طریقہ نہیں آتا۔ بھیک مانگنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا۔ لیکن میرا ایمان ہے کہ تو بڑا دانا و بینا ہے۔ تو دلوں کے بھید جانتا ہے۔ تو نیتوں کو پہچانتا ہے۔ میرے اعمال سے واقف میری بدکاریوں سے باخبر میری نافرمانیوں سے آگاہ، میرے گناہوں کا حساب رکھنے والا!۔۔۔ لیکن پھر بھی تو کیسا کریم ہے، کیسا مہربان ہے، کیسا غفور الرحیم ہے، کیسا بخشنے والا ہے، گناہوں کو کیسا نظر انداز کرنے والا۔۔۔ اے ستار العیوب! تو اپنے بندوں کے عیبوں پر کیسا پردہ ڈالنے والا ہے، میری کوتاہیوں سے صرف نظر کرنیوالا، میری غلطیوں کو نظر انداز کرنے والا ہے کہ مجھ ایسے حقیر اور گنہ گار بندہ کو اپنے گھر کے دروازہ تک آنے کی اجازت دے دی۔

میرے معبود! جب اتنا کرم کیا ہے۔ اس قدر عنایت فرمائی ہے۔ اتنی رعایت دی ہے تو میرے گناہوں کو معاف کردے۔ میرے چھوٹے اور بڑے گناہوں کو معاف کردے۔ میرے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو معاف کر دے۔ میرے دانستہ اور نادانستہ گناہوں کو معاف کردے، میرے شعوری اور لاشعوری گناہوں کو معاف کردے، میرے چھوٹی بڑی خطاؤں کو معاف کردے۔ اور اے معبود برحق! میں جانتا ہوں کہ تُو نے مجھے معاف نہ کیا تو میرا کوئی اور ٹھکانا نہیں، تُو نے مجھے معاف نہ کیا تو میری کوئی اور پناہ نہیں۔ تُو نے اگر مجھے معاف نہ کیا تو اس در کے سوا کوئی چوکھٹ فریاد کرنے کے لئے نہیں ہے۔ تُو نے معاف نہ کیا تو میرا کوئی اور۔۔۔ خدا نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میرا دامن گناہوں سے بھرا ہوا ہے۔ میرے کاندھوں پر میری بدکاریوں کی بہت بھاری گٹھری رکھی ہے۔ یہ سب کچھ سچ ہے مگر اے دلوں کے بھید جاننے والے!۔۔۔ تُو جانتا ہے کہ میرے دل میں سوائے تیرے کوئی اور معبود نہیں۔ میرے یقین میں سوائے تیرے کوئی اور رب نہیں، میرے ایمان میں سوائے تیرے کوئی اور خالق نہیں۔ تو جانتا ہے کہ میں تجھے لاشریک مانتا ہوں۔ تیرے

Marfat.com

سوا کسی اور کو عبادت کے لائق نہیں جانتا۔ میرے رب! میرے پاس بس یہی، ایک یقین ہے۔ یہی میرا ایمان ہے۔ بس ۔۔۔ اے غفور الرحیم، اے بخشنے والے مہربان، اے اپنے بندوں سے ماں کی محبت سے زیادہ محبت کرنے والے معبود برحق! مجھے معاف کر دے۔ آج اگر تُو نے مجھے نہ بخشا۔ آج اگر تُو نے میری بداعمالیوں کو نظر انداز نہ کیا تو پھر میں کہاں جاؤں گا۔ اس گھر سے کوئی مایوس نہیں لوٹتا۔ مقام ملتزم سے تو کوئی ناامید نہیں جاتا۔ اس چوکھٹ سے تو کوئی نامراد نہیں پلٹتا۔

بس تجھے واسطہ تیرے رحم وکرم کا، تجھے واسطہ تیرے رحمان ورحیم ہونے کا۔ تجھے واسطہ تیرے حبیب پاک، سیدلولاک احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کا۔۔۔ کہ میرا نبی ﷺ ہی میری سفارش ہے۔ میرا پیارا نبی ﷺ ہی میرا سہارا ہے۔۔۔ کہ تو جانتا ہے کہ تیرے بندۂ خاص کا میں ایک ادنیٰ اُمتی ہوں۔ میں تیرے حکم پر تیرے حبیب پاک ﷺ کو آخری نبی ﷺ مانتا ہوں، بے شک میں تیرا بھی نافرمان رہا اور تیرے نبی ﷺ پاک کا بھی نافرمان رہا۔ میں نے تیرے حکم سے بھی روگردانی کی اور تیرے حبیب پاک ﷺ کی تعلیمات کی بھی نافرمانی کی۔ مجھے حیا آتی ہے، شرم آتی ہے، میں بہت نادم ہوں۔ بہت پشیمان ہوں، بہت شرمندہ ہوں کہ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے تیرے بندۂ خاص کا واسطہ دے رہا ہوں کہ میں نے تو کبھی پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات پر بھی عمل نہ کیا، بے شک میرا کوئی حق تو نہیں کہ اس کا واسطہ دوں جس ﷺ نے اپنی اُمت کے لئے یعنی ہم جیسے گنہ گاروں کی بخشش کے لئے ساری ساری رات دعائیں کیں، جس ﷺ نے ہم جیسے سیاہ کاروں کی مغفرت کے لئے کیسی کیسی اذیتیں برداشت کیں، جس ﷺ نے اپنی امت کے لئے طائف کے بازاروں میں پتھر کھائے۔ مکہ کی گلیوں میں تکالیف برداشت کیں۔ مگر پھر بھی ہم جیسے بدکار اُمتیوں کے لئے تجھ سے رحم مانگا۔ میں اس کا اُمتی ہوں جس نے شعب ابی طالب میں برسوں بھوک اور پیاس میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اذیت ناک شب وروز گذارے اور میں نالائق اور سیہ کار اُمتی

Marfat.com

اپنے گناہوں کے لئے اسی پیارے نبی ﷺ کا واسطہ دے رہا ہوں جس کی میں زندگی بھر نافرمانی کرتا رہا۔ یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر بخشنے والے مہربان۔ اے اپنے سیاہ کار بندوں کے عیبوں پر پردہ ڈالنے والے رحیم و کریم۔۔۔آج۔۔۔آج۔۔۔آج اس گھڑی میرے گناہوں کو معاف کر دے۔۔۔معاف کر دے۔۔۔میرے معبود! میں ایک ادنیٰ بھکاری تیری چوکھٹ پکڑے ہوئے ہوں۔ میں اس در کو چھوڑوں گا نہیں۔ میں اس ڈیوڑھی سے واپس نہیں لوٹوں گا۔ میں مقام ملتزم کے قریب ہوں۔۔۔میں بھکاری ہوں۔ معافی لئے بغیر ٹلوں گا نہیں، مجھے معاف کر دے۔ مجھے معاف کر دے۔ میرے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لے۔ میری آنسوؤں کی لاج رکھ لے۔ میرے کانپتے بدن پر رحم کر۔ میرے گڑگڑاتے لہجہ پر رحم فرما۔ میری عاجزی اور انکساری کو پسند کر لے۔ میری دعاؤں کو قبول کر لے۔

اے معبود برحق! میں نے اپنے والدین کی خدمت نہیں کی۔ اپنی ماں کی وہ خدمت نہیں کی جو اس کا حق تھا۔ لیکن آج میں اپنے والدین کی مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ اپنی ماں کی مغفرت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ میں اپنی نانی کی مغفرت کے لئے دعا کرتا ہوں جس نے مجھے اپنا دودھ پلایا، جس نے میری پرورش کی۔ اپنی نیازی خالا اور نیاز ماموں کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہوں جنہوں نے اس وقت میری دیکھ بھال کی جب میں کمزور اور نوزائیدہ بچہ تھا۔ میرے مالک! میرے ان تمام بزرگوں کی خطاؤں کو معاف کر دے۔ میرے چھوٹے بھائی کو شہادت کا درجہ عطا فرما۔ میرے ددھیال، ننھیال اور سسرال میں جس قدر عزیز و اقارب تجھ تک پہنچ گئے ہیں ان سب کی قبروں کو نور مصطفےٰ ﷺ سے منور فرما دے۔ میرے استاد جنہوں نے قرآن ناظرہ پڑھایا اور میری خالا جنہوں نے مجھے دین کی تعلیم دی، اور بڑی خالا جنہوں نے میری پرورش کی ریاض چچا، یامین چچا، سراج تایا۔ فیاض تایا، میرے دادا مولوی عبدالحق، میرے نانا سیّد رحمت علی اور میرے خسر چوہدری فیض احمد کی آل اولاد جو اب اس دنیا میں نہیں ان سب کی مغفرت فرما دے۔۔۔سرور اور نادیہ، ظہور بھوپالی اور ظہور احمد قائم فانی۔۔۔اور۔۔۔اور وہ

Marfat.com

تمام عزیز و اقارب اور دوست احباب جو اس دنیا میں نہیں ہیں اُن کی مغفرت فرمادے۔

اے معبود برحق! مجھے عزت و توقیر عطا فرما۔ مجھے صحت و تندرستی عطا فرما۔ اے میرے معبود! میرے بچوں پر رحم فرما۔ میرے بیٹوں، بیٹیوں، میرے پوتوں اور نواسیوں کو علمِ نافعہ عطا فرما۔ انہیں خوش بخت بنا۔ ان کے نصیب اچھے کر۔ انہیں ماں باپ کے کلیجہ کی ٹھنڈک بنا۔ میرے دامادوں کو صحت و تندرستی اور رزقِ کثیر عطا فرما۔ میری بہنوں کو اور بہنوئیوں کو بے پناہ خوشیاں عطا فرما۔ میرے بھائیوں اور بھابیوں کو بے پناہ عزت اور آسانیاں عطا فرما۔ میری بھتیجوں اور بھتیجیوں کو علم کی دولت عطا فرما۔ اپنے ماں باپ کا فرماں بردار بنا۔ اسلام کا سچا شیدائی اور نبی پاک ﷺ کا اچھا امّتی بنا۔ میری بھانجی اور بھانجے کو خوشیاں عطا فرما۔ میرے دوستوں پر رحم فرما، میرے محسنوں پر کرم فرما۔ میرے سابق افسروں، ساتھیوں اور ماتحتوں کو خوشیاں عطا فرما۔ میرے پڑوسیوں پر اپنا کرم کر۔ میری بہو کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھ۔ میری اہلیہ کو کوئی غم نہ دے، اس نے میرے ساتھ بڑی مہربانیاں کی ہیں۔ میرے معبود! اسے اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کیجو۔ اے اللہ بیماروں کو شفا عطا فرما۔ میرے دوست عتیق بھائی، فیضان دادا، محمد احمد خان یوسفی، مسرت زبیری، ستار پنجوانی، کلیم صدیقی طویل عرصہ سے بیمار ہیں انہیں شفائے عاجلانہ عطا فرما۔ میرے دوست محمود خان کے والد، خورشید چچا کی اہلیہ، فرحان کی والدہ رفیق چچا، حامد چچا، انور باجی، میرے اُستاد سیّد قوی احمد، اسحٰق ہاشمی، شبنم رومانی، یوسف شیخ، ضیاء صدیقی اور جملہ تمام مریضوں کو جو عرصہ سے بیمار ہیں۔ اے میرے معبود برحق انہیں شفائے کلّی اور صحت کاملہ عطا فرما۔ جو محتاج ہیں ان کی مدد فرما، جو ضرورت مند ہیں ان کی حاجت روائی فرما۔ اے معبود برحق جو مقروض ہیں انہیں بارِ قرض سے نجات دلا جو بے گناہ جیلوں میں بند ہیں ان کو رہائی عطا فرما جو جھوٹے مقدمات میں الجھے ہوئے ہیں انہیں کامیاب و کامران کر۔ جو اپنوں سے بچھڑ گئے ہیں، اے معبود برحق، آپ جانتے ہیں کہ جن کے پیارے مرجائیں آپ انہیں صبر جمیل عطا

Marfat.com

فرماتے ہیں لیکن جن کو اپنے پیاروں کی خبر ہی نہ ہو وہ کس اذیت سے گذرتے ہیں۔ یہ آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے؟۔۔۔اے معبود برحق! بچھڑنے والوں کے عزیز واقارب لمحہ لمحہ مرتے ہیں۔ ہر پل اور ہر ساعت قتل ہوتے ہیں۔ ان پر رحم فرما اور جن کے پیارے بچھڑ گئے ہیں انہیں ان سے ملوادے۔ اے معبود برحق! جن گھروں میں جوان بہنیں اور بیٹیاں رشتوں کے انتظار میں بیٹھی ہیں انہیں اپنے فضل وکرم سے اچھے رشتے عطا فرما۔ جو بچے تعلیم حاصل کررہے ہیں ان کو ذہن رسا عطا فرما۔ انہیں امتحانات میں کامیابی عطا فرما۔ جو بے اولاد ہیں انہیں فرمانبردار اور لائق اولاد عطا فرما۔ جو اولاد نرینہ سے محروم ہیں ان کے دامن میں امید کا پھول کھلادے۔ اے معبود برحق! سب کی بیٹیوں اور بہنوں کو بے پایاں خوشیاں عطا فرما، جن کی اولاد نافرمان ہے، ان والدین پر رحم فرما اور ان کے بچوں کو نیک اور فرمانبردار بنادے۔

اے معبود برحق! میرے ملک پاکستان کی حفاظت فرما۔ ملک دشمنوں کو ناکام ونامراد کردے۔ دہشت گردوں کو تباہ و برباد کردے۔ بے شک یہ ملک تُو نے اپنے فضل وکرم سے مسلمانوں کو عطا کیا۔ یہ سچ ہے کہ ہم نے اس ملک کی تعمیر وترقی میں بے پناہ کوتاہیاں کیں۔ لیکن میرے معبود! یہ پاکستانی تجھے ہی اپنا خالق و مالک مانتے ہیں، تیرے ہی نبی پاک ﷺ کے امتی ہیں۔ لاکھ بدکار اور گنہ گار سہی۔ یہ سب تیرے ہی نام لیوا ہیں۔ اے پاک بے نیاز! پاکستان کے عوام پر رحم فرما۔ انہیں سازش کرنے والوں سے بچا۔ دہشت گردی کرنے والوں سے اپنی پناہ میں رکھ۔ اسلام کے نام پر تشدد کرنے والوں سے محفوظ رکھ۔

اے معبود برحق! عالمِ اسلام کو بھوک اور غربت سے بچا۔ دوسروں کی محتاجی سے آزاد کردے۔ پاکستان کے عوام کو خوشحالی عطا فرما۔ ہماری زمین میں چھپے ہوئے خزینے ظاہر کردے۔ ہمارے وسائل میں اضافہ فرما اور انہیں صحیح طریقے پر استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ صاحب ثروت لوگوں کو پوری زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق دے۔ غریبوں کی مدد کرنے

Marfat.com

کی سعادت عطا فرما۔ غیر مسلموں کے حقوق ادا کرنے کی ہدایت دے۔ فرقہ واریت کو ختم کر دے۔ علاقائی اور لسانی نفرتوں سے ہمیں بچا۔ بھائی چارہ اور اسلامی اخوت و رواداری عطا فرما۔ بزرگوں کی عزت اور والدین کے حقوق عطا کرنے کی سعادت عطا فرما۔

اے معبود برحق! مجھے قلب حضوری عطا کر۔ میری نمازوں کو ایسی نماز بنا دے جسے آپ پسند کرتے ہیں، ہمارے روزوں کو ایسے روزے بنا دے جسے حضور اکرم ﷺ پسند فرماتے تھے۔ ہمارے دلوں کو پھیر دے۔ پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اے ارحم الراحمین! ہمارے دلوں سے دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے کینہ نکال دے۔ ہمیں ایک دوسرے کا دست و بازو بنا دے، ایک دوسرے کا دوست اور رفیق بنا دے، ایک دوسرے کا غمگسار اور ہمدرد بنا دے۔

اے غفور و درگذر کرنے والے! ہمیں جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے بچا لے۔ میرے ظاہر اور باطن کو ایک کر دے، مجھے وعدہ وفا کرنے اور عہد کا پاس کرنے والا بنا دے۔ اے معبود برحق! ہمیں کم تولنے، کم ناپنے، ملاوٹ کرنے اور رشوت لینے سے بچا لے۔ ہمیں سچا مسلمان اور پکا نمازی بنا دے۔ اے! الرحمٰن الرحمین! میں نے تیرے گھر کے غلاف کو پکڑ لیا ہے، تیرے گھر کی چوکھٹ کو تھام لیا ہے، تیرے دروازہ پر آ کر اپنا سر جھکا دیا، اب تو مجھے کسی اور کے در کا محتاج نہ بنا۔ میں تیرا بندہ ہوں، تجھی سے مانگتا ہوں، تو میرے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لے، میرے بہتے ہوئے آنسوؤں کی آبرو رکھ لے۔ میری فریاد سُن لے اور آج مجھے اپنے گھر سے مایوس نہ لوٹا۔ میں تہی دست ہوں، مجھے تونگر کر دے۔ میں خالی دامن ہوں مجھے غنی کر دے۔ میں بے سہارا ہوں مجھے اپنا سہارا عطا فرما۔ میں بے شناخت ہوں مجھے اپنی پہچان عطا کر۔

اے میرے رب! مجھے اپنا پسندیدہ بندہ بنا دے۔ میں بھٹکا ہوا ہوں، مجھے سیدھا راستہ دکھا، میں گم کردہ راہ ہوں مجھے صراط المستقیم پر چلا۔ مجھے دنیا کی چمک دمک سے بچا۔ مجھے دنیا کی

Marfat.com

لذتوں سے بچا۔ اتنی دولت نہ دے جو میری بربادی کا سبب بن جائے، ایسا منصب عطا نہ کر جس سے میری گردن میں کلف لگ جائے۔ ایسے اختیارات نہ دے کہ میں زمین پر اکڑ کر چلنے لگوں۔ ایسی شہرت بھی نہ دے کہ میں اپنے آس پاس کے لوگوں کو حقیر جاننے لگوں۔ اے اللہ! جو کچھ تُو نے عطا کیا ہے وہ میری آرزوؤں سے زیادہ اور تمناؤں سے سوا ہے، بس جو کچھ عطا کیا ہے اس میں کمی نہ کر۔ میری بینائی، میری سماعت، میری گویائی سلامت رکھ۔ مجھے جسمانی، ذہنی اور روحانی صحت عطا فرما۔ بیماریوں سے بچا۔ حادثات اور بلیات سے محفوظ رکھ، حاسدوں سے، چوروں، ڈاکوؤں سے اپنی پناہ میں رکھ۔ اس کے بعد میں نے اپنی جیب سے دو تین صفحات نکالے جن میں ان لوگوں کے نام درج تھے جنہوں نے مجھ سے دعا کے لئے کہا تھا۔ اور ان محسنوں، مہربانوں اور پیاروں کے نام لکھے تھے جن کے لیے مجھے دعا کرنا تھی۔ میں نے پرچہ میں درج دوستوں اور عزیزوں کے نام لے کر دعائیں کیں۔

میں مطاف میں بیٹھا ان دعاؤں کو دہراتا رہا جو میں نے باب ملتزم پر کی تھیں۔ ان میں سے کتنی دعائیں میں نے کیں اور کتنی دعائیں مجھے اب یاد آ رہی ہیں اس کا اندازہ نہیں۔ بہت دیر تک میں مطاف میں بیٹھا خانہ کعبہ کو دیکھتا رہا۔۔۔ تکتا رہا۔ اس کے گھر کا دیدار کرتا رہا۔۔۔ پھر میں اُٹھا۔ جی میں آئی کہ حطیم میں نماز نفل ادا کروں۔ پھر یاد آیا کہ یہ وقت سجدہ کرنے کا نہیں ہے۔ کافی دیر ہو گئی تھی، اچانک خیال آیا کہ ملک عبدالعزیز کی سیڑھیوں پر بیگم کو تلاش کرنا ہے۔ میں قریب ہی تھا اس لئے جلد ہی باب ملک عبدالعزیز کی سیڑھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ ایک طرف چند خواتین کے ساتھ بیگم سیڑھیوں پر بیٹھی تھیں۔

ہم دونوں باہر آئے۔ مکہ ٹاور اور اس سے ملحق نو تعمیر شدہ فلک بوس عمارت ELAF ہوٹل سے عام زائرین کی کوئی دلچسپی نہیں ہے کیونکہ یہاں خوشحال اور صاحب ثروت لوگ قیام کرتے ہیں۔ مکہ ٹاور کے ایک طرف باب فہد کی جانب طریق ابراہیم خلیل ہے جبکہ دوسری جانب یعنی باب ملک عبدالعزیز کے سامنے مسفلہ کا علاقہ ہے۔ چار سال

Marfat.com

پہلے جب ہم یہاں حاضر ہوئے تھے ELAF ہوٹل تعمیرات کے ابتدائی مرحلے میں تھی اب اس عمارت کا تعمیراتی کام آخری مرحلے میں ہے مگر ہوٹل کے رہائشی کمروں میں عازمین عمرہ وحج کے لئے قیام کی سہولتیں مہیا کردی گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پانچ ستارے والی ہوٹلیں حرم کا حصہ ہیں اور ان کے ایک فلور کو نماز کے لئے مختص کردیا گیا ہے۔ تاہم ELAF کی آسمان سے باتیں کرتی ہوئی عمارت کے گراؤنڈ فلور میں صفیں بچھا کر باقاعدہ جماعت کے ساتھ نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ مکہ ٹاور کے دو فلورز میں جدید شاپنگ سینٹرز قائم ہیں لیکن کم کم زائرین ان شاپنگ سینٹرز میں جاتے ہیں۔ مکہ ٹاور کے تینوں طرف جو دکانیں ہیں ان میں اکثر دکانوں میں مناسب داموں کھانے پینے کی اشیاء فروخت کی جاتی ہیں۔

مکہ ٹاور کے آخری سرے پر پندرہ بیس سال پہلے ایک لکڑی کا پل ہوتا تھا، اس کے بعد اسے لوہے کے ستونوں کی مدد سے پختہ بنادیا گیا تھا اب اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس پل سے ذرا آگے کبوتروں کو دانہ ڈالنے کی جگہ بنائی گئی ہے۔ اور یہیں سے الٹے ہاتھ کو چند قدم چلنے کے بعد آپ طریق ابراہیم خلیل تک پہنچ جاتے ہیں۔ مقامی لوگوں کے حوالے سے یہ بات مشہور ہے کہ اسلام سے پہلے اسی مقام پر یعنی پرانے پل والی جگہ پر لوگ اپنی بچیوں کو زندہ دفن کردیا کرتے تھے۔

ہم دونوں نے مکہ ٹاور کی ایک کافی شاپ سے چائے پی اور واپس حرم شریف آگئے۔ مطاف کے اطراف صفیں بچھ چکی تھیں۔ ہزاروں فرزندانِ توحید طواف میں مصروف تھے۔ جوں جوں شام ڈھلنے لگی، طواف کرنے والوں کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ یاد نہیں کہ میں نے مغرب سے پہلے طواف کیا یا نہیں۔ لیکن اتنا اچھی طرح یاد ہے کہ میں باب ملک عبدالعزیز کے قریب آگے کی صفوں میں بیٹھا تھا۔ کچھ دیر قرآن کریم کی تلاوت کی۔

حرم شریف کے برقی قمقمے روشن ہوگئے تھے۔ لیکن شام کے سائے ابھی گہرے نہیں ہوئے تھے۔ مغرب کی نماز کی ادائیگی کے لئے ہر طرف سے لوگوں کا اژدھام مطاف میں داخل ہو رہا تھا۔

Marfat.com

مطاف میں بارش

مطاف میں عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت زائرین کے لئے بے حد پسندیدہ ہے۔۔۔بعض زائرین اور حجاج کرام بوجہ نمازِ ظہر کی ادائیگی کے لئے حرم شریف میں نہیں آسکتے لیکن عصر اور مغرب کے وقت نمازیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوتی ہے۔یوں تو ہر لمحہ اور ہر پل حرم شریف کا ماحول بے حد پاکیزہ اور مقدس رہتا ہے لیکن تہجد اور اس کے بعد فجر، عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت دیدنی ہوتا ہے۔مغرب کی اذان میں ابھی کچھ وقت باقی تھا اور دیر سے آنے والے زائرین مطاف میں نماز کی ادائیگی کے لئے جگہ تلاش کرنے میں مصروف تھے، نماز کے لئے صفیں بڑھتی جاتی ہیں اور طواف کرنے والوں کا دائرہ تنگ ہوتا جاتا ہے۔میں اپنی دانست میں بہت مناسب جگہ بیٹھا تھا۔۔۔کہ اچانک آسمان پر بادل چھانے لگے۔۔۔ہوا تیز چلنے لگی۔۔۔فضا میں خنکی آگئی۔گرمی کا زور ٹوٹنے لگا اور پھر بادل گہرے ہونے لگے۔برسوں پرانی خواہش دل میں مچلنے لگی۔۔۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا اس فقیر پر بے پایاں کرم واحسان کہ ہر موسم میں یہاں حاضری کا موقع نصیب ہوا مگر مکہ اور مدینہ میں کبھی بارش نہیں دیکھی۔بارش یوں بھی میری کمزوری ہے۔سچ پوچھو تو بارش بڑی نعمت ہے اور ہر جاندار کی ضرورت۔۔۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی ان گنت نعمتوں میں سے بارش بہت اہم نعمت اور خاص عنایت ہے۔

بادل گہرے ہوتے گئے۔فضا میں اندھیرا سا چھا گیا لیکن حرم شریف میں برقی قمقموں کی موجودگی میں بادلوں کے گہرے سائے مطاف میں نہ اتر سکے، پھر گھن گرج کے ساتھ بادل گرجنے لگے۔پہلے مکہ ٹاور کی جانب سے اور پھر تو حیدانٹر کانٹی نینٹل ہوٹل کی جانب

Marfat.com

سے بادل اُمڈ اُمڈ کر آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے مطاف پر چھا گئے۔ لوگوں کے چہرے کِھل اُٹھے۔ دل میں بارش کی آرزو شدید ہو گئی اور نامحسوس طریقہ پر بارش کی دعائیں پھول بن کر ہونٹوں پر کِھلنے لگیں۔ نماز مغرب کا وقت قریب آ رہا تھا۔ تمام زائرین کی نگاہیں کبھی اڑتے پھرتے گھنے بادلوں کو حسرت سے دیکھتی جاتیں اور کبھی آرزومند نگاہوں سے خانہ کعبہ کی زیارت کرنے لگتیں، اچانک فضا میں اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی۔

ہائے! یہ کیسی آواز ہے۔ سماعتوں میں رس گھول دیتی ہے۔ رگ و پے میں اتر جاتی ہے۔ حرم شریف کے موذن کی آواز بلال حبشیؓ کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ جو خوش بخت حرمین شریفین میں اذان کی آواز سن لیتے ہیں باقی زندگی انہیں کوئی اور آواز بھلی نہیں لگتی۔ اذان کی آواز تو روئے زمین کے چپے چپے میں سنائی دیتی ہے مگر حرمین شریفین کی اذان ۔۔۔ سبحان اللہ۔

اذان گونجتی رہی۔ لوگ مودّب ہو کر صفیں درست کرتے رہے، دیر سے آنے والے نماز کی جگہ تلاش کرتے رہے۔ طواف کرنے والے رکتے جاتے تھے اور نئی صفیں بناتے جاتے تھے۔ اذان ختم ہوئی ۔۔۔ ذرا توقف کے بعد موذن کی آواز پھر بلند ہوئی۔ تکبیر کے بعد امام کعبہ نے اللہ اکبر کہا، نیت کے لئے ہاتھ کانوں تک بلند کئے کہ بوندا باندی شروع ہو گئی۔ پہلی ہی رکعت میں بارش کا پانی قطرہ قطرہ سر تا پیر مجھے بھگوتا رہا۔ سجدہ میں گئے تو مطاف کا سفید اور ٹھنڈا فرش بھیگا ہوا تھا۔ عجیب سرشاری ۔۔۔ پُر لطف احساسِ بندگی ۔۔۔ عجب وارفتگی ۔۔۔ زندگی میں پہلی بار حرم شریف میں، خانہ کعبہ کے بالکل سامنے دورانِ نماز، بارش کی رحمتوں سے سرشار ہوتا رہا۔ ربّ کعبہ کی عنایتوں سے فیضیاب ہوتا رہا اور بارانِ رحمت سے بھیگتا رہا ۔۔۔ امام کعبہ نے دونوں رکعتوں میں مختصر سورتیں تلاوت کیں۔ ہائے! کیسی نماز پڑھی، احساس بندگی قطرہ بن کر پور پور میں اترتا رہا۔ میں کہ ایک گنہ گار اور سیہ کار بندہ۔ میں کیا اور میری نماز کیا، حالتِ نماز میں ہوتے ہوئے۔ توجہ ہٹ

Marfat.com

گئی۔ میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر بھیگنے کی خواہش روئیں روئیں میں مچلنے لگی۔ بہت سے لوگوں سے سنا تھا۔۔۔ پرانے سفرناموں میں پڑھا بھی تھا کہ حرم شریف میں جب بارش ہوتی ہے تو لوگ میزابِ رحمت کی طرف دوڑتے تھے۔ خانہ کعبہ کی چھت پر جمع ہونے والا بارش کا پانی جب سونے کے پرنالے سے یعنی میزاب رحمت سے گرتا ہے تو لوگ دیوانے ہو جاتے ہیں۔ عالم وجد میں نہاتے ہیں۔ اللہ کرے بارش جاری رہے تو میں بھی نماز کے بعد اس نعمت سے فیضیاب ہونے کی کوشش کروں۔ ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی۔ لاکھوں فرزندانِ توحید اپنی اپنی جگہ مودّب کھڑے رہے۔ اور رکوع و سجود و قیام میں مصروف رہے، کوئی ایک نفس بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ عام حالات میں لوگ کس قدر احتیاط کرتے ہیں، بارش ہو جائے تو سائے کی جگہ تلاش کرتے ہیں۔ سائبان اور چھت ڈھونڈتے ہیں۔ پوشاک بچانی ہے، جیب میں رکھی قیمتی چیزوں کو بھیگنے سے بچانا ہے۔ یہاں بھی تقریباً ہر نمازی کے پاس موبائل فون ہوتا ہے۔ ایک قطرہ پانی گر جائے تو سیل فون ناکارہ ہو جاتا ہے۔ سب مسافر ہیں، جیب میں پاسپورٹ بھی ہوں گے، کرنسی بھی ہو گی۔ بعض زائرین کے پاس واپسی کے ٹکٹ بھی ہوں گے، یہ چیزیں تیز بارش میں بھیگ جائیں تو۔۔۔!!!

لیکن کوئی ایک نمازی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ یہ سب دنیا چھوڑ کر آئے تھے۔۔۔ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز تھے۔ خانہ کعبہ کے سامنے نماز ادا کر رہے تھے۔ یہ سب قیمتی چیزیں تو ہیچ اور حقیر تھیں، پھر یہ لحات کب میسر ہوں گے۔ پھر یہ ساعتیں کب نصیب ہوں گی۔ پھر کب یہ موقعہ ملے گا۔۔۔ امام کعبہ نے سلام پھیرا۔ لوگ اپنی صفوں سے نکلے۔ میرے قدم بھی میزاب رحمت کی جانب بڑھے۔۔۔ مگر۔۔۔ مگر۔۔۔ ہلکی ہلکی بارش نے پہلے بوندا باندی کی شکل اختیار کی اور پھر بارانِ رحمت تھم گئی۔ ہمارے قدم بھی تھم گئے۔ مگر لوگ خوش تھے۔۔۔ نہال تھے۔ اب حرم شریف کے اندر نماز ادا کرنے والے مطاف کی طرف بھاگے چلے آ رہے تھے۔ مگر اب کیا تھا۔

Marfat.com

''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ''

اب جب اپنے تاثرات لکھ رہا ہوں تو میں نے اپنی لائبریری سے سیّد احمد حسین امجد حیدر آبادی کا سفرنامہ ''حج امجد'' تلاش کیا۔ ۱۳۴۶ھ میں انہوں نے حج کی سعادت حاصل کی تھی، انہوں نے اپنے سفرنامہ میں بارش کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''یوں تو میزاب رحمت اجابت کے لئے مشہور مقام ہے اس کے نیچے کھڑے ہو کر دعا مانگنا موجب قبولیت ہے۔ مکہ میں بہت کم برسات ہوتی ہے لیکن ہماری خوش قسمتی سے دو مرتبہ خوب شدت سے مینہ برسا، حرم کے تمام نالوں سے زور وشور کے ساتھ پانی گر رہا تھا، حطیم کے اندر میزاب رحمت کے نیچے ہزاروں بندگانِ خدا کا ہجوم تھا۔ میزاب سے پانی گر رہا تھا، کوئی ہاتھ پھیلائے ہوئے، کوئی منہ کھولے ہوئے، کوئی دامن پسارے ہوئے، کوئی لوٹا، کوئی برتن، کوئی پیالا ہاتھ میں اٹھائے ہوئے میزاب رحمت سے گرتے ہوئے پانی کو لے رہا ہے، کسی نے چھتری کھول کر الٹ رکھی ہے۔ ہر ایک میزاب رحمت کی طرف دیکھتے ہوئے زبان حال سے '' کچھ تو ادھر'' پکار رہا ہے۔''

محمد ابن جبیر اندلسی نے فروری ۱۱۸۲ء میں حجاز مقدس کا سفر کیا تھا، انہوں نے حرم شریف میں بارش کے منظر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''غسلِ زیر میزاب۔۔۔ بادلوں سے دریائے رحمت جاری ہوا تھا۔ مقام حجر میں میزاب کے نیچے لوگ جمع ہوئے، ہر شخص پرنالے کا پانی منہ پر اور سر پر لیتا تھا اور رحمت الٰہی سے بہرہ اندوز ہوتا تھا، عورتیں حجر کے باہر چشم پر آب اس آرزو میں کھڑی تھیں کہ کاش ہم بھی وہیں پہنچ کر رحمت سرمدی سے مستفید ہوں۔ بعض اصحاب کپڑے تر کر کے لاتے تھے اور عورتوں پر نچوڑتے تھے، اس پانی کو وہ پیتی تھیں اور اپنے منہ اور بدن پر ملتی تھیں بعض نے برتنوں میں پانی بھر لیا۔''

اُس موقع پر مجھے ڈاکٹر ابوالخیر کشفی بہت یاد آئے، انہیں مرحوم لکھتے ہوئے دکھ

Marfat.com

محسوس ہوتا ہے۔کوئی ڈھائی برس پہلے میں نے ''حق ٹیلی ویژن'' سے ایک پروگرام شروع کیا۔''مدینہ کا مسافر'' ایک بار اس پروگرام میں ڈاکٹر ابو الخیر کشفی میرے مہمان تھے۔ پروگرام کی ریکارڈنگ سے پہلے انہوں نے مدینہ منورہ میں بارش کے تعلق سے ایک واقعہ بیان کیا۔ میں نے عرض کیا، میں ریکارڈنگ کے دوران یہ سوال کروں گا تو اس کی تفصیل بیان کیجئے گا۔ فرمایا، مناسب نہیں ہے۔لوگ جانے اس سے کیا مطلب نکالیں۔میں ٹال گیا لیکن بات بہت اہم تھی۔۔۔ریکارڈنگ شروع ہوئی تو دوران گفتگو میں نے سوال کیا۔

کشفی صاحب! کبھی مسجد نبوی میں بارش دیکھنے کا موقع ملا؟

کہنے لگے، ہاں! ایک بار۔۔۔کافی پرانی بات ہے، میں ریاض الجنہ کے قریب بیٹھا تلاوت میں مصروف تھا کہ مجھے بیگم کی آواز سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ مجھے باہر بلا رہی تھیں۔یعنی صحن میں۔۔۔جہاں اب خودکار جہازی چھتریاں نصیب کر دی گئی ہیں۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ذرا آگے بڑھا تو دیکھا لوگ بارش میں نہا رہے ہیں۔میں تو سرشار ہو گیا۔بھئی خوب نہائے۔سبز گنبد کو چھوتا ہوا پانی ادھر ادھر نیچے گر رہا تھا۔شدید بارش تھی، دیر تک نہاتے رہے۔کپڑے بھیگ گئے تھے اس لئے اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے۔ بات آئی گئی ہو گئی۔کچھ عرصہ بعد میری بیٹی کے پیروں میں تکلیف ہوئی۔بہت علاج کرایا مگر مرض بڑھتا گیا، مختلف ڈاکٹروں اور حکیموں کو دکھایا مگر افاقہ نہ ہوا۔ایک دن بیگم نے پوچھا، آپ کو یاد ہے پچھلی بار مدینہ منورہ میں بارش ہوئی تھی۔

میں نے کہا بالکل یاد ہے

کہنے لگی۔۔۔آپ نے اس دن موزے پہنے ہوئے تھے، کچھ یاد ہے وہ موزے کہاں رکھے تھے۔

میں نے جواب دیا، اب تو کچھ خیال نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ موزے سوکھنے کے بعد میں نے اٹیچی کیس میں رکھ دیئے تھے۔اس کے بعد کبھی استعمال نہیں کئے۔

Marfat.com

چند دن کے بعد ہماری بیٹی کے پیروں کا درد کم ہونے لگا اور پھر وہ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ میں نے ایک دن بیگم سے پوچھا، پچھلے دنوں آپ جن موزوں کے بارے میں معلوم کر رہی تھیں کیا وہ مل گئے۔

بولیں، جی ہاں! وہی موزے تو بیٹی کو پہنائے تھے۔ دیکھو اب ماشاءاللہ بالکل ٹھیک ہے۔

مطاف میں بچھے ہوئے کارپیٹ ہٹائے جا رہے تھے۔۔۔ لوگ تسبیح کے دانوں کی طرح مطاف میں بکھرے ہوئے تھے۔ گیلے مطاف پر بھیگے پاؤں احتیاط سے رکھتا ہوا میں باب ملک عبدالعزیز کی اندرونی سیڑھیوں کے قریب پہنچا۔ بیگم مل گئیں۔ بہت افسردہ تھیں، کہنے لگیں۔ میں بارش سے محروم رہ گئی کیونکہ میں حرم شریف کے اندر تھی۔ مجھے بتانے لگیں کہ میں نے بھی گہرے اور گھنے بادل دیکھے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ کسی طرح مطاف میں پہنچ جاؤں۔ مگر آپ کو پتہ ہے خواتین کو مطاف میں بیٹھنے نہیں دیتے، باب عمرہ کی طرف ذرا سا حصہ خواتین کے لئے ہوتا ہے، وہاں تل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی۔ مجھے بارش ہونے کا اس وقت یقین آیا جب امام صاحب نے ''والعصر'' کی چھوٹی سورت تلاوت کی حالانکہ مغرب کی نماز میں تو عام طور پر بڑی سورت پڑھتے ہیں۔ میں سمجھ گئی۔۔۔ باہر مطاف میں بارش شروع ہوگئی۔ نماز ختم ہوتے ہی۔۔۔ مردوں کے ساتھ خواتین بھی مطاف کی طرف دوڑیں۔ میں نے بھی کوشش کی مگر دیکھا کہ بارش تھم چکی تھی۔ کاش میں بھی خانہ کعبہ کے سامنے مطاف میں دوران نماز باران رحمت سے فیضیاب ہوسکتی۔ انہیں اس بات کا افسوس رہا کہ وہ اس سعادت سے محروم رہیں۔

یہاں ہم ایک بات کا ذکر کرنا بھول گئے۔ نماز مغرب کے بعد لوگ مطاف میں بکھر گئے کیونکہ بارش کا پانی پورے مطاف میں پھیلا ہوا تھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ انتظامیہ کے سینکڑوں کارکن بڑے بڑے وائپر لے کر تمام دروازوں سے مطاف میں داخل ہوئے اور ''طریق حج۔۔۔ طریق حج'' کا شور بلند کرتے ہوئے انہوں نے اس قدر برق رفتاری سے

Marfat.com

مطاف کوصاف کرنا شروع کیا کہ عقل دنگ رہ گئی۔زائرین ان کی آواز پر ادھر اُدھر ہوتے رہے اور خدامانِ حرم وائپر کی مدد سے مطاف کی صفائی میں جُت گئے۔اس کے بعد فرش خشک کرنے والے وائپر ہاتھوں میں لئے دوسرے خدام نکل آئے۔دس منٹ پہلے سنگ مرمر کا فرش پانی سے جل تھل نہیں تو مکمل طور پر بھیگا ہوا تھا۔وہ دیکھتے دیکھتے خشک، اُجلا اور چمکدار ہو گیا۔

اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ سعودی حکومت بالخصوص خادم حرمین شریفین، عازمین اور حجاج کرام کے لئے بہترین سہولیات مہیا کرنے کے لئے اپنی تمام تر توجہ اور وسائل صرف کرتے ہیں۔ بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی میں تعمیرات وتزئین وآرائش کا کام جاری رہتا ہے اور ان مقدس مقامات کی صفائی پر یہاں کی انتظامیہ جس قدر توجہ دیتی ہے وہ لائق ستائش ہے۔میرا یقین ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام لوگوں کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے جو بلواسطہ یا بلاواسطہ مذکورہ کاموں میں خدمات انجام دیتے ہیں۔

ایک کافی شاپ سے چائے پی اور واپس حرم شریف آ گئے۔عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد، بیگم نے رات کے کھانے اور صبح کے ناشتہ کے لئے ضروری چیزیں خریدیں اور ہوٹل پہنچ گئے۔گو آرام کا موقعہ نہیں ملا تھا لیکن بہت زیادہ تھکن نہیں تھی۔ہم آپ کو یہاں بتاتے چلیں کہ مکہ میں چار روزہ قیام کے دوران میں اپنے ٹور آپریٹرز کے نمائندہ رضوی صاحب کو گاہے گاہے فون کرتا رہا۔جب بھی ان سے رابطہ ہوتا تو وہ فرماتے کہ رضوان صاحب! میں ابھی بات کرتا ہوں، آپ بالکل فکر نہ کریں، ایک بار فرمایا کہ جو کچھ ہوا اسے بھول جایئے۔ بس ایک گھنٹہ بعد ہمارا آدمی آپ سے خود رابطہ کر کے آپ کا مسئلہ حل کر دے گا۔ لیکن: "ان کے سارے وعدے نقش برآب ثابت ہوئے"

کھانا کھا کر، بستروں پر لیٹے ہم اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے کہ بیگم نے کہا۔۔۔ کیوں نہ ہم کل صبح ایک عمرہ اور کر لیں۔ مجھے ان کی تجویز پسند آئی اور طے کر لیا کہ صبح فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مسجد عائشہؓ جائیں گے۔

Marfat.com

ایک اور عمرہ

بیس سال پہلے جب ہم حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے آئے تھے، اس وقت بھی دوسرے عمرہ کی ادائیگی کے لئے ہم نے مسجدِ عائشہؓ جا کر ہی احرام باندھا اور عمرہ کی نیت کی تھی۔ دو تین گھنٹہ آرام کرنے کے بعد ہم نے فجر کی اذان سے پہلے ہوٹل ہی میں احرام باندھ لیا اور حرم شریف روانہ ہو گئے۔ فجر کی نماز پڑھ کر ہم مسجد عائشہ جانے کے لئے باہر آئے، بابِ فہد کے بالکل سامنے مکہ ٹاور کے بائیں جانب ابراہیم خلیل روڈ پر بسیں اور ویگنیں کھڑی ہوتی ہیں۔ اس بات کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔

اس جگہ سے مدینہ منورہ، جدہ، مسجد عائشہؓ اور زیارات کے لئے بسیں اور ویگن مل جاتی ہیں۔ ہم سڑک کے کنارے پہنچے تو ایک بس کا کنڈکٹر ''مسجد عائشہ مسجد عائشہ''۔۔۔کی آوازیں لگا رہا تھا۔ ہم دونوں بس میں بیٹھ گئے۔ یہاں سے مسجد عائشہؓ جانے کے لئے صرف دو ریال کا ٹکٹ ہے۔

مکہ شہر کی مختلف سڑکوں اور علاقوں سے گذرتی ہوئی بس نے ہمیں تقریباً ۲۰ منٹ میں مسجد عائشہ پہنچا دیا۔ مسجد کا احاطہ بہت کشادہ ہے۔۔۔سڑک کے کنارے بہت سی بسیں، ویگنیں اور ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔ ہم بس سے اتر کر مسجد عائشہؓ کے احاطے میں داخل ہوئے۔ بیس سال پہلے اس مسجد کا جو منظر ہمارے ذہن میں محفوظ تھا، اب دیکھا تو عجیب سا لگا۔ یوں لگا کہ ان بیس سالوں کے دوران اس مسجد کی عمارت پر توجہ نہیں دی گئی۔ مسجد کے احاطہ میں چند دکانیں تھیں، احرام سے متعلق ضروری سامان بھی دستیاب تھا اور کھانے پینے کی چیزوں کی دکانیں بھی تھیں۔ خواتین و حضرات کے لئے علیحدہ علیحدہ Toilet بھی تھے۔ لیکن ان

Marfat.com

میں ویسی صفائی نہیں تھی جیسی حرم شریف کے باہر واقع Toilet میں ہوتی ہے۔ان بیس برسوں میں حرم شریف کی عمارت کی تزئین وآرائش پر بے حد جو توجہ دی گئی ہے بلاشبہ وہ لائق ستائش ہے مگر مسجد عائشہ اس توجہ سے محروم رہی۔

مسجد کا داخلی دروازہ بالکل اسی انداز کا تھا جیسا اکثر پانچ ستارے والی ہوٹلوں کے داخلی دروازے ہوتے ہیں۔محراب نما۔۔۔اوپر سے نصف گول۔۔۔مسجد بہت کشادہ ہے، پورے ہال میں قالین بچھے ہوئے تھے۔پیش امام جہاں کھڑے ہوکر نماز پڑھاتے ہیں وہ بھی گولائی کی شکل میں ہے جبکہ خطبہ دینے کا منبر بھی بالکل گول تھا، جیسے ڈرم کی شکل ہوتی ہے۔اس ہال میں ایک حصہ خواتین کے لئے مختص تھا۔

ہم نے چونکہ پہلے سے احرام باندھا ہوا تھا اس لئے تازہ وضو کیا، عمرہ کی نیت کی، دو نماز نفل ادا کیں اور اپنے پروردگار سے دعا کی کہ اے معبود برحق! یہ عمرہ ہمارے لئے آسان فرمادے۔تلبیہ پڑھتے ہوئے ہم باہر آئے۔

واپسی کے لئے ہمیں سیڑھیاں اترتے ہی ایک کوسٹر مل گئی۔دو ریال ادا کئے۔۔۔اور تقریباً انہی راستوں سے کوسٹر گذرتی رہی۔سڑک کے دونوں طرف پانچ چھ منزلہ عمارتیں صف باندھے کھڑی تھیں۔یہ تمام ہوٹلیں تھیں۔حرم شریف سے خاصی دوران ہوٹلوں میں زائرین بھی قیام کرتے ہیں لیکن حج کے موقع پر حجاج کرام انہی ہوٹلوں میں ٹھہرتے ہیں۔ہمارے خیال میں ٹور آپریٹرز ''شٹل سروس'' کی سہولیت مہیا کرتے ہوں گے ورنہ حجاج کرام کے لئے اتنی دور سے ہر نماز کے لئے یا کم از کم تین بار حرم شریف میں حاضر ہونا مشکل ہے۔

دن نکل آیا تھا لیکن دھوپ کا اُجلا پن ابھی نمایاں نہیں ہوا تھا۔زائرین کرام طواف کے لئے اپنے اپنے حساب سے وقت کا انتخاب کرتے ہیں، بعض لوگ ظہر سے ذرا پہلے طواف کے لئے آتے ہیں اور اکثر زائرین رات دو بجے کے بعد طواف کا ارادہ کرتے ہیں

Marfat.com

کہ لوگوں کا ہجوم کم ہوتا اور اہم مقامات پر نوافل ادا کرنے اور سنگ اسود کو بوسہ دینے کا موقع مل جاتا ہے۔ لیکن ان دنوں زائرین کی تعداد نسبتاً زیادہ تھی، ان میں اکثر وہ لوگ تھے جنہوں نے رمضان المبارک کا پہلا عشرہ گذارنے کی نیت کی تھی۔

ہم نے معمول کے مطابق سنگِ اسود کے سامنے ذرا دور سے کھڑے ہو کر طواف کی نیت کی۔ مسنون دعائیں پڑھیں اور سنگ اسود کا استیلام کیا۔ اور طواف شروع کر دیا، جس چکر میں موقع نصیب ہوا خانہ کعبہ کے خلاف کو چھوا۔۔۔ ہجوم کم پایا تو رکن یمانی کو چھو لیا۔ سات چکر مکمل کر کے مقام زم زم پر آئے۔ ہماری مراد اب اس مقام سے ہے جہاں زم زم پینے کے لئے ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ باب عمرہ کے بائیں جانب۔۔۔ خیال رہے کہ چاہِ زم زم چند برس پہلے تک مطاف کے درمیان موجود تھا۔

حکیم ناصر خسرو بلقی نے ۴۴۲ھ یعنی تقریباً ایک ہزار پہلے حج کی سعادت حاصل کی تھی، انہوں نے اپنے سفرنامہ میں ''چاہ زم زم'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''چاہ زم زم خانہ کعبہ سے جانبِ مشرق اور حجر اسود کے گوشہ پر ہے، چاہ زم زم اور خانہ کعبہ کے درمیان چھیالیس ہاتھ کا فاصلہ ہے، زم زم کا محیط ساڑھے تین گز مرقع ہے، پانی میں کھاری پن ہے لیکن پی سکتے ہیں، زم زم کے چاروں طرف حوض بنا دیئے گئے ہیں جن میں پانی جمع ہوتا رہتا ہے اور لوگ وضو کرتے ہیں، چاہِ زم زم کے دہانے پر جالی دار لکڑی کا چوکھٹا جڑا ہوا ہے، چنانچہ جس قدر پانی گرتا ہے وہ کنویں کے اندر چلا جاتا ہے۔ زم زم کے چاروں طرف سنگ مرمر کا کٹہرہ لگا دیا ہے جس کی اونچائی دو ہاتھ ہے''۔

ہم نے حکیم ناصر خسرو بلخی کے سفرنامہ کا حوالہ اس لئے درج کیا ہے کہ قارئین اندازہ لگائیں کہ ایک ہزار برس پہلے زم زم کے چشمہ سے صرف اتنا ہی پانی نکلتا تھا کہ وہ ایک حوض میں جمع رہے۔ آج دیکھئے لاکھوں فرزندانِ توحید زم زم پیتے ہیں، اپنے گھروں کو لے جاتے ہیں اور مکّہ مکرّمہ کے رہنے والے اپنے گھروں میں عام طور پر پینے کے لئے

Marfat.com

زم زم استعمال کرتے ہیں جبکہ مسجد نبوی میں ہزاروں ''کولرز'' رکھے ہیں اور لاکھوں زائرین زم زم پیتے ہیں اور پیٹ بھر کر پیتے ہیں۔ لیکن پانی کم نہیں ہوتا ہے۔ قربان جایئے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کہ وہ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے۔ سعودی حکومت کے ایک اعلامیہ کے مطابق رمضان المبارک ۲۰۰۸ء کے آخری عشرہ میں ۳۰ لاکھ افراد مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منورہ میں موجود تھے (خیال رہے کہ یہ خبر بعد میں شائع ہوئی اور سفرنامہ لکھتے وقت ہم نے حوالہ دیا ہے) اور ظاہر ہے کہ یہ تمام زائرن حرمین شریفین میں زم زم ہی سے روزہ کھولتے ہیں اور تمام رات وقت سحری تک زم زم ہی پیتے رہے ہوں گے۔ لیکن کبھی یہ نہیں سنا کہ زم زم کم پڑ گیا، ہزار برس پہلے زم کے چشمہ سے چند ہزار زائرین کی ضرورت کا پانی نکلتا تھا مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تیس لاکھ افراد کی ضرورت کا زم زم نکلتا ہے، حج کے موقع پر حجاج کرام کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہوگی اور زم زم ان کی ضرورت کے مطابق بھی نکلتا رہے گا۔

ہم دونوں نے سیر ہو کر زم زم پیا۔ اپنے بدن پر بھی ڈالا۔ بیگم کو پیپر کپ میں بھر بھر کر دیا۔ دعا کی کہ اے اللہ ہمیں اور ہماری آئندہ نسلوں کو علم نافعہ عطا فرما، رزقِ کثیر عطا فرما۔ صحت و تندرستی عطا فرما اور اپنی پناہ میں رکھ۔ تازہ دم ہو کر ہم باب صفا سے سعی کے لئے داخل ہوئے۔۔۔ اللہ اکبر، مقام سعی میں قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ کوہِ صفا تک پہنچنے میں دیر لگی۔۔۔ ایک' دو' تین اور یوں صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر پورے ہو گئے۔ جی چاہا رب کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں مگر مروہ کی چوٹی پر بے پناہ بھیڑ تھی۔ رب کعبہ کا کس قدر کرم ہے کہ ہم جس کام کو بے حد مشکل سمجھ رہے تھے وہ یوں آسانی سے انجام پایا۔ بے شک وہی میرا رب ہے جو ہم گنہ گاروں کے لئے آسانیاں فراہم کرتا ہے۔ مروہ سے ہمیں صفا تک واپس آنا پڑا۔ کیونکہ تعمیراتی کام کی وجہ سے مطاف میں داخل ہونے کے تمام راستے بند کر دیئے گئے ہیں، مطاف میں دھوپ کی اجلی چادر پھیلی ہوئی تھی۔ خانہ کعبہ کے گرد پروانے چکر کاٹ رہے تھے، ہم نے واپس آ کر پھر زم زم پیا۔ دو تین مقامات پر نوافل ادا کئے اور حرم شریف سے باہر

Marfat.com

آ گئے۔ راستہ میں ناشتہ کا سامان خریدا، بیگم ہوٹل چلی گئیں اور میں نے قریب ہی ایک ''سیلون'' سے سر منڈوایا۔ ناشتہ کرنے کے بعد بیگم نے چائے بنائی اور ہم رسمی باتیں کرتے کرتے سو گئے۔ گیارہ بجے کے قریب بیگم نے اٹھایا اور کہا کہ میں حرم شریف جا رہی ہوں آپ تیار ہو کر آ جائیں۔ میں غنودگی کے عالم میں تھا۔ آپ کو بتاتا چلوں کہ میں برسوں سے رات سو نہیں پاتا۔ ۲۰ برس سے نیند کی گولیاں استعمال کرتا ہوں مگر بمشکل رات گئے نیند آتی ہے۔ یوں صبح سویرے اٹھنا مشکل ہوتا ہے۔ بیگم تو چلی گئیں لیکن میں پھر سو گیا۔ تقریباً دو بجے آنکھ کھلی۔ ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ حرم شریف میں پڑھنے سے محروم رہا۔

نہا دھو کر میں حرم شریف پہنچا۔ ظہر کی نماز ادا کی اور تلاوت میں مصروف ہو گیا، پروگرام کے مطابق عصر کی نماز کے بعد باب ملک عبدالعزیز پر بیگم سے ملاقات ہو گئی۔ ہم دونوں کو بھوک لگ رہی تھی۔ طے پایا کہ باب عمرہ کے راستے پرانی چھپرا مارکیٹ کی طرف جائیں، میں تو کل اس سمت کا منظر Toilet کی چھت سے دیکھ آیا تھا اس کا ذکر بھی، پہلے صفحات میں کیا ہے۔ تاہم بیگم کو لے کر ایک پھر میں باب عمرہ کی جانب روانہ ہوا۔ ہزاروں لوگ سعی میں مصروف تھے اور ہمیں انہی لوگوں کے درمیان سے گذر کر حرم شریف سے باہر نکلنا تھا۔

باب مروہ سے باہر کا منظر ہم پچھلے صفحات میں لکھ چکے ہیں۔ بیگم نے یہ سب کچھ دیکھا تو حیران رہ گئیں۔ مولدِ رسول ﷺ اور اس کے قریب ٹنل کو دیکھ کر 1987ء کا زمانہ یاد کرنے لگیں جب ہم محفوظ ماموں اور سیّدہ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کرنے یہاں حاضر ہوئے تھے Toilets کی چھت سے گذر کر ہم نیچے اترے سامنے پرانی عمارتوں کا ملبہ اٹھانے کا کام جاری تھا اور ہر طرف گرد اڑ رہی تھی، دھوپ تیز تھی، ہم آگے بڑھے، پہلے مولدِ رسول ﷺ پہنچے۔ چھوٹی سی سفید عمارت پر عرصہ سے سفیدی نہیں کی گئی تھی۔ لکڑی کے دروازہ پر گرد پڑی تھی۔ دروازہ بند تھا اور اس میں تالا پڑا ہوا تھا۔ عمارت کے قریب منڈیر پر سینکڑوں کبوتر بڑے ادب کے ساتھ قطار میں بیٹھے تھے، اس کے قریب ہی کبوتروں کو دانہ

Marfat.com

ڈالنے کی جگہ تھی جہاں بہت سے کبوتر دانہ چُگ رہے تھے۔ شاہی محلات کے عقب میں فلائی اوور پر ٹریفک رواں دواں تھا جبکہ ٹنل سے بھی ٹریفک آ، جا رہی تھی، مولدِ رسول ﷺ اور حرم شریف کے درمیان سڑک مصروف تھی یہاں مطعم بلال کے ساتھ ایک سڑک اوپر کی طرف جا رہی تھی جبکہ ایک سڑک پرانے چھپر بازار سے گذر رہی تھی۔ پرانے مناظر بھولی بسری یادوں کی طرح اب تک ذہن میں محفوظ تھے۔

مولدِ رسول ﷺ کے قریب جا کر ہم مودّب کھڑے ہو گئے۔ ہمارے نزدیک روئے زمین کی یہ اہم ترین جگہ ہے۔ اس چھوٹے سے مکان جس پر ''مکتب'' کا بورڈ آویزاں ہے۔۔ دنیا کے لاکھوں محلّات قربان کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں آقائے دو جہاں، نازشِ کون و مکاں، احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ حضرت آمنہ کی گود میں تشریف لائے تھے۔

گذرے زمانے پر وقت کی پڑی گرد صاف ہونے لگی، تاریخ کے صفحات پر بکھرے الفاظ روشن ہونے لگے۔ میلاد مصطفےٰ ﷺ کا ایک ایک لحہ، ایک ایک پل ذہن میں تازہ ہو گیا۔ میں نے چشم تصور سے چودہ سو سال پہلے فارس کے آتش کدہ کو بجھتے دیکھا جو ایک ہزار سال سے روشن تھا۔ میں نے قیصر و کسریٰ کے میناروں کے کنگرے گرتے دیکھے۔ مجھے یاد آیا کہ ۱۲ ربیع الاوّل، بمطابق ۲۱ اپریل ۵۷۶ء کو صبح صادق کے وقت اس مقام پر حضرت حاجرہ اور فرعون کی اہلیہ حضرت آسیہ، حضرت مریم اور ام ایمن موجود تھیں پھر بی بی آمنہ کے دامن سے نور کی ایک تجلّی پھوٹی تھی جس سے چہار دانگ عالم اُجالا پھیل گیا تھا۔ قیامت تک کے انسانوں کی راہنمائی کے لئے انسانیت کا نصاب لانے والے اسی جگہ، اسی مقام پر اسی مکتب کی چہار دیواری میں عالم بالا سے بشریت کے روپ میں تشریف لائے تھے۔

میں دروازہ کے پاس مودب کھڑا رہا۔ ہاتھ باندھے، سر نیہوڑائے۔ شرمندہ شرمندہ، نمدیدہ نمدیدہ، خجل خجل، نادم نادم۔۔۔ بس کیا کہتا۔۔۔ ایک گنہ گار اور شرمسار امتی کیا کہہ سکتا تھا۔ اُن ﷺ کے احسانات یاد آئے۔ امّت کے لئے ان کی قربانیاں یاد آئیں۔

Marfat.com

ہم گنہ گاروں کے لئے رات رات بھر جاگنے والے کی دعائیں یاد آئیں۔طائف کے بازاروں پر ان پر کی گئی سنگ باری یاد آئی۔خانہ کعبہ کے چبوترے پر آپ ﷺ کے ساتھ کفارانِ مکّہ کی زیادتیاں یاد آئیں۔شعب ابی طالب میں محصوری کے زمانے میں آپ ﷺ کے شب و روز یاد آئے۔آپ ﷺ کے ساتھ اپنوں کی بے نیازی اور دشمنوں کی ایذاء رسانی یاد آئی۔ میں نادم تھا۔۔۔شرمسار تھا۔کیا فریاد کرتا، اپنی کیا صفائی پیش کرتا۔امتِ بیمار پر آپ کی مہربانیاں یاد آئیں۔آپ ﷺ کی رحمتیں اور عنایتیں یاد آئیں۔بس اتنا ہی کہہ سکا۔۔۔معاف کردیجئے۔۔۔معاف کردیجئے۔

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

لرزیدہ لرزیدہ قدموں سے ہم باہر آئے۔سڑک پر زندگی رواں دواں تھی۔ہم بھی اس میں شامل ہوگئے۔کافی دور چلنے کے بعد ایک ہوٹل میں پہنچے۔کھانا کھایا۔۔۔واپسی پر دکانوں میں جھانکتے ہوئے نکڑ کی ایک ''ٹک شاپ'' سے آئس کریم کھائی، ازاں بعد وضو کیا اور باب مروہ سے حرم شریف میں داخل ہوئے۔بیگم خواتین کے حصہ میں چلی گئیں اور میں مطاف میں آگیا۔

نماز عشاء کے بعد ہم حرم شریف سے باہر آئے۔مسفلہ کی ایک ہوٹل میں رات کا کھانا کھایا اور خاصی دیر تک راستے میں موجود دکانوں سے ضروری اشیاء خریدتے رہے، ازاں بعد ہوٹل پہنچے، ہمارے ساتھ کے مسافر کل کسی اور ہوٹل میں منتقل ہوگئے تھے اور اس کمرے میں ہمارے سوا کوئی اور مسافر نہیں تھا۔بیگم نے چائے بنائی۔چائے پی کر بڑی تازگی محسوس ہوئی۔

آج صبح میں نے ہوٹل کے مینیجر کو بلا کر کہا کہ ہمیں یہاں رہتے ہوئے چار روز ہوگئے۔آپ نے ایک بار بھی کمرہ صاف نہیں کروایا، ہم تو بہت احتیاط کررہے ہیں۔پھر بھی

Marfat.com

صفائی کی ضرورت تو ہے!۔۔۔

بنگالی مینیجر نے بڑی بے نیازی سے کہا، بھائی صاحب! آپ کا کمرہ تو صاف ہے۔

میں نے کہا یہ ہماری ڈسٹ بن منہ تک بھر چکی ہے، یوں بھی باتھ روم کی صفائی اور کمرہ میں جھاڑو وغیرہ تو لگوانی چاہیے۔

کہنے لگا، ڈسٹ بن بھر گیا تو اسے باہر کے بڑے ڈسٹ بن میں خالی کر دیں۔ باتھ روم میں کیا ہو گیا۔ بھائی صاحب! کمرہ بالکل صاف ہے۔ یہ کہہ کر وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔ ہم اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ اس دوران ہم نے کراچی میں رضوی صاحب کو فون کیا اور ان سے کہا کہ ہم کل مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو رہے ہیں اگر وہاں بھی ہمیں کسی اور فیملی کے ساتھ ٹھہرنا پڑا تو یہ بڑی زیادتی ہوگی۔ رضوی صاحب کہنے لگے، رضوان صاحب! اب تک جو ہوا سو ہوا لیکن مدینہ منورہ میں آپ کو زحمت نہیں ہوگی۔ ہم ان کی بات سے مطمئن تو نہیں ہوئے لیکن ہمارے پاس ان کے وعدہ پر بھروسہ کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

کل صبح ہمیں مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہونا تھا۔ اس لئے بیگم نے اسباب سمیٹا، کمرے میں بکھری اور پھیلی ہوئی چیزوں کو اٹیچی کیس میں رکھا۔ دیر تک مکہ اور مدینہ کی باتیں کرتے رہے اور اپنی قسمت پر رشک کرتے رہے۔ باتیں کرتے کرتے سو گئے۔ کوئی ساڑھے تین بجے بیگم نے جگایا، ہلکا پھلکا ناشتہ کیا یعنی چائے پی، دو چار لقمے روٹی کے لئے اور حرم شریف روانہ ہو گئے۔

نماز فجر کے بعد شاید طواف کیا اور اہم مقامات پر نوافل ادا کیں۔ ۷/ بجے حرم شریف سے باہر آئے۔ ایک ہوٹل میں ناشتہ کیا اور اپنے کمرہ میں آ گئے۔ کیونکہ اسی وقت ہمیں ہوٹل سے Check Out ہونا تھا۔۔۔ بیگم نے روانگی سے پہلے کمرہ پر اچٹتی سی نگاہ ڈالی۔۔۔ اپنا مختصر سامان سمیٹا اور نیچے ''استقبالیہ'' میں پہنچے۔

Marfat.com

مدینہ کا مسافر

بنگالی مینیجر نے بتایا کہ آپ گلی سے باہر نکل کر سڑک پر شوبھرا ہوٹل کے سامنے چلے جائیں وہاں پر آپ کو مدینہ جانے والی بس مل جائے گی۔ہم اپنا اٹیچی کیس گھسیٹتے ہوئے مقررہ جگہ پہنچے اپنے ٹور آپریٹر کے نمائندہ کو تلاش کیا۔خاصی دیر بعد ایک بس آئی اور ہم اس میں بیٹھ گئے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اس فقیر کو چھٹی بار مدینہ جانے کی سعادت نصیب ہورہی تھی۔جدہ سے جب مکہ مکرمہ آتے ہیں تو ایک انجانا سا خوف طاری رہتا ہے۔اس کے برخلاف مدینہ جاتے وقت ڈر تو نہیں لگتا بس کچھ شرمندگی، کچھ ندامت یوں سمجھو کہ ایک حیا سی آتی ہے۔اقبال عظیم نے سچ لکھا تھا۔

مدینہ کا سفر ہے اور میں نمدیدہ نمدیدہ

ہم مدینہ جارہے تھے۔اپنے آقا و مولیٰ کے دربار میں۔۔۔حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے ،درودوں کا نذرانہ پیش کرنے۔

پھر خیال آتا تھا کس منہ سے جارہے ہیں۔اس بار بڑی جھجک محسوس ہورہی تھی، میرے اندر کا بچہ سہما ہوا تھا۔یوں لگ رہا تھا جیسے محلّہ کا کوئی بزرگ کسی بچے کو کوئی غلطی کرتے دیکھ لے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہے۔چل بیٹا! تیرے باپ کو بتاتا ہوں۔اب بچہ سہم جاتا ہے،رونے لگتا ہے اور کہتا ہے مجھے مارلو، پیٹ لو۔مگر میرے ابا کو نہ بتانا۔بس ایسی ہی کیفیت تھی۔اشتیاق بھی بہت تھا۔حاضری کی خواہش بھی بہت تھی۔جی کرتا تھا کہ اُڑ کے پہنچ جاؤں اِدھر،بس کی روانگی میں دیر تھی۔اور یہ تاخیر ناگوار گذر رہی تھی۔

شاید نو بجے صبح، جمعرات کے دن ہم مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔مکہ شہر کی

Marfat.com

سڑکوں اور شاہراہوں سے گذرتے رہے۔۔۔عام طور پر عازمین حج اور زائرین عمرہ۔۔۔ حرم شریف کے قرب و جوار کی گلیوں اور سڑکوں تک محدود رہتے ہیں۔لیکن اب ہماری بس جن علاقوں سے گذر رہی تھی تو اندازہ ہوا کہ مکہ مکرمہ تو ایک بڑا شہر ہے۔رواں سڑکوں، بالائی گذرگاہوں، خوبصورت چوراہوں اور اَن گنت ٹریفک سگنلز کو پار کرتے رہے۔۔۔شہر مکہ ہے کہ پھیلتا جارہا ہے۔ ہر طرف ہوٹلوں کی قطاریں، جگہ جگہ بڑے شاپنگ سینٹرز، مختلف مصنوعات کی بڑی بڑی دکانیں۔سفر جاری رہا، تقریباً پون گھنٹے بعد آبادی کا سلسلہ ختم ہوا اور ہم ہائی وے پر آ گئے۔مکہ اور مدینہ کے درمیان شاہراہ کے دونوں جانب خاردار تار لگے ہوئے ہیں۔یہ احتیاط اس لئے کی گئی ہے کہ کوئی انسان یا حیوان بے دھیانی میں سڑک پر نہ آجائے کیونکہ یہاں ٹریفک بہت تیز چلتی ہے۔Speed Limit کیا ہے یہ تو ہمیں معلوم نہیں لیکن اتنا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بس کے آس پاس سے بڑی بڑی قیمتی کاریں زن سے گذر جاتی تھیں، کہا جاتا ہے کہ سعودی عرب میں ٹریفک قوانین سخت اور ان پر عمل درآمد ان سے کہیں زیادہ سخت۔لیکن دیگر ممالک کے مقابلے میں حادثات زیادہ ہوتے اور خطرناک ہوتے ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ پیشتر حادثات مقامی ڈرائیورز کی غلطی سے ہوتے ہیں کیونکہ سعودی شہری تیز رفتاری سے گاڑی چلانے کے شوقین ہیں۔تقریباً ساڑھے بارہ بجے ہماری بس ایک عام سی ہوٹل کے قریب رک گئی۔عام سی ہم نے اس لئے کہا کہ اسی راستے میں ہم نے بہتر ہوٹلیں بھی دیکھیں ہیں۔ہوٹل کے باتھ روم بہت گندے تھے۔وضو خانے بھی غیر معیاری۔مسافروں نے یہاں نماز ظہر قصر کر کے پڑھی۔پھر اکثر مسافروں نے کھانا کھایا، ہم نے بھی کھانا کھایا۔کچھ دیر قیام کے بعد بس پھر روانہ ہوگئی۔باہر کی فضا خاصی گرم تھی۔دھوپ بھی تیز تھی۔لیکن بس کا ماحول خوشگوار تھا۔

راستے کے دونوں طرف بے آب و گیا میدان۔۔۔ کہیں کہیں ریگستان۔۔۔پہاڑی ٹیلے۔کہیں سنگلاخ چٹانیں، کہیں بھربھرے پہاڑ، تھوڑے

Marfat.com

فاصلے پر خودرو جھاڑیاں، اور سب کی سب خاردار جھاڑیاں۔ آس پاس تو کجا، دور دور تک کسی سایہ دار درخت کا وجود نظر نہیں آتا۔ کہیں ریت اڑتی دکھائی دی۔ کہیں بگولے رقص کرتے نظر آئے۔ ہمارے یہاں کی سی مٹی نہیں بلکہ سیاہی مائل ریت۔۔۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے کے بعد کسی بستی کے لیے سڑک سے ایک نئی سڑک نکلتی نظر آتی تھی، دور بعض آبادیوں میں نظر پڑی۔ شہر مدینہ سے ذرا پہلے کہیں سبزہ نظر آیا۔ سڑک کے کنارے کنارے ایک منزلہ مکانات بھی دکھائی دیے۔ یہ غالباً Resort قسم کے مکانات تھے۔ انسانی کوششوں اور دستِ محنت نے ان پتھریلی زمینوں پر گلزار بنانے کی کوشش کی ہے۔

راستے میں بہت سے پیٹرول پمپ نظر آئے، ان کے ڈیزائن مختلف، منفرد اور خوبصورت۔ اکثر پیٹرول پمپ کے ڈیزائن Geometrically تھے۔ کسی سروس اسٹیشن پر پولیوزدہ ستونوں پر ایک گول چھت بنادی گئی ہے کہیں ایک دوسرے سے گلے ملتے ہوئے تین ستونوں پر فائبر گلاس کی چھت پڑی ہے۔ بس ذرا آگے بڑھی تو ایک مقام پر جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔ ''غیر مسلموں کے لئے داخلہ منع ہے'' اس کے ساتھ مرکزی شاہراہ سے ایک سڑک علیحدہ نکل گئی تھی۔

مدینہ منورہ کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ دائیں بائیں تین چار منزلہ عمارتوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ راستے میں ہم نے ایک بلند اور کشادہ پانی کی ٹنکی دیکھی، یوں لگا جیسے گاماں پہلوان کا گرز کسی نے زمین میں گاڑ دیا۔ مجھے ملائیشیاء کا K.L.Tower یاد آ گیا، اگر اس کی اونچائی ایک چوتھائی کر دی جائے تو واٹر ٹینک K.L.Tower کا چھوٹا بھائی نظر آئے۔ سڑکیں ہموار، عمارتیں اور دکانیں آراستہ سڑک کے کنارے کھجور کے درختوں کی قطاریں۔ ذرا آگے گئے تو شہری ٹریفک نظر آنے لگا۔۔۔ مدینہ کی گلیاں اور بازار دکھائی دینے لگے۔ اچانک مجھے خیال آیا، ہم کس قدر بے ادب ہیں، یوں بے نیازانہ ان گلیوں سے گذر رہے ہیں۔

Marfat.com

ہم سے پہلے کے لوگ سر کے بل چلتے تھے۔ خاک مدینہ کو آنکھوں کا سرمہ سمجھتے تھے۔ سواری پر چڑھ کر شہر میں داخل ہونے کو بے ادبی جانتے تھے۔ ارے ارے بے خبر! یہ شہر مدینہ ہے۔ یہاں سورج طلوع ہوتا ہے تو پہلے گنبدِ خضریٰ کو سلامی دیتا ہے۔ چاند اپنی چاندنی بڑے ادب سے پھیلاتا ہے، ہوائیں اس شہر میں داخل ہوتی ہیں تو لاکھوں عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے سندیسے لاتی ہیں، پیام لاتی ہیں، درود و سلام کے پیغامات لاتی ہیں۔ یہاں آنے والے اپنی یادوں کی جھولی میں سینکڑوں غلاموں کی چھٹیاں لاتے ہیں جن میں حاضری کی التجائیں تحریر ہوتی ہیں، خود ہمارے دامن میں لاتعداد عرضیاں ہیں۔ غوثیہ، کوثر، رحیم جانو، شکور کھتری، ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ معین قریشی، ڈاکٹر فضل، اعزاز الدین شاہ، اداکار شکیل اور بہت سے۔

میں اپنا دامن دیکھتا ہوں، اپنے کرتے کی جیب دیکھتا ہوں، اس میں لاتعداد عرضیاں موجود ہیں۔ کس کس کی چٹھی کھول کر دیکھوں، کس کس کی درخواست پڑھوں۔

مجھے یاد آیا قدرت اللہ شہاب تو کئی میل پہلے بس سے اتر پڑے تھے۔ پھر پیروں میں پہنی چپلوں کا خیال آیا تو انہیں اتار پھینکی۔ فرط جذبات میں مدینہ کی خاک بالوں پر ڈال لی، آنکھوں میں سرمہ کی طرح لگالی۔ دیوانگی طاری ہوگئی۔ ادھر ادھر بھٹکتے ہوئے مسجد نبوی تک پہنچے تو پیروں کے چھالے پھوٹ پڑے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کا خیال آیا جو مدینہ کی گلیوں میں ننگے پاؤں۔۔۔ ان کے چلنے کا انداز یاد آ گیا۔ گلیوں سے گذرتے تو بیچوں بیچ نہیں گذرتے تھے، مکانوں کی دیواروں سے چپک کر چلتے تھے۔ کسی نے پوچھا، اے! احمد رضا خان! یہ کیا کرتے ہو، کیا گلیوں میں چلنے کے آداب بھول گئے (یہ اس زمانے کی بات ہے جب گلیوں کے بیچ سے گذرنا سفر کے آداب میں شامل تھا)۔ اعلیٰ حضرت آبدیدہ ہوگئے، کہنے لگے۔ میرا یقین ہے کہ جب میرے آقا و مولیٰ ﷺ ان گلیوں سے گذرتے ہوں گے تو یقیناً گلی کے درمیان سے گذرتے ہوں گے۔ میں تو اس احتیاط کی

Marfat.com

وجہ سے ان گلیوں کے بیچ سے نہیں گذرتا کہ اس مٹی میں کوئی ایک ذرّہ بھی ایسا موجود ہو، جس نے نعلین پاک کو چوما ہو تو بھلا میں آپ ﷺ کے قدموں کے نیچے آئے ہوئے ذرّے پر اپنا پیر کیسے رکھ سکتا ہوں!! بس اسی خوف سے گھروں کی دیواروں سے چمٹ کر چلتا ہوں۔

میرے پیارے نبی ﷺ کے لاکھوں عشاق اسی طرح برسوں پہلے ننگے پیر گذرتے تھے۔ خاک طیبہ کو اپنے سروں پر سجا لیتے تھے۔ کوئی لرزیدہ لرزیدہ آتا تھا، کوئی نمدیدہ نمدیدہ پہنچتا تھا، کچھ لغزیدہ لغزیدہ آتے تھے اور کچھ شرمندہ شرمندہ۔

میں آگے بڑھتا رہا، میرا دل درود پڑھتا رہا۔ دماغ ان عشاق کے قافلوں کو یاد کرتا رہا جو اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے سفر کے آداب سیکھ کر آتے تھے۔ میں کہ ایک نافرمان امّتی، میں کہ ایک عشقِ مصطفٰے کا جھوٹا دعویدار، تعلیماتِ مصطفٰے کو نظر انداز کرنے والا دنیادار امّتی، احساسِ عشق سے عاری، آدابِ عشق سے بے خبر، اپنے آقا کی محبت سے غافل۔۔۔ بس میں بیٹھا آگے بڑھتا چلا جا رہا ہوں۔ میں اور بیگم دیر سے خاموش ہیں، دونوں کے جذبات مچل رہے ہیں، دلوں میں طوفان اٹھ رہا ہے، ندامت کا احساس رگ و پے میں اترتا جا رہا ہے۔ رواں رواں اور روم روم شرمندگی سے کانپ رہا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے پاؤں چپلوں سے آزادی چاہتے ہیں، میں چپلیں اتار دیتا ہوں۔ ابھی ایک کیفیت میں ہوں۔ اچانک مسجد نبوی کا ایک بلند، باوقار، خوبصورت، تزئین و آرائش کی جملہ صفات سے سجا ہوا مینار میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ میری نظریں جم کر رہ گئیں۔۔۔

مسجد نبوی کے جب مینار نظر آئے

بس شہر کی مختلف سڑکوں سے گذرتی ہوئی بنگالی پاڑے میں داخل ہو گئی۔ اس علاقہ کا کیا نام ہے مجھے نہیں معلوم، لیکن پاکستانی زائرین اسے اسی نام سے جانتے ہیں۔ کچھ دیر بعد بس رک گئی، شاید دن کے تین بجے ہوں گے۔ بس کا دروازہ کھلا تو ایک نوجوان عربی

Marfat.com

توپ پہنے مسافروں کو بے تعلقی کی نظروں سے دیکھتا ہوا حاکمانہ لہجہ میں بولا۔ اپنے اپنے پاسپورٹ نکال کر ہاتھوں میں رکھ لیں، اس کے بعد اس نے سب کے Voucher چیک کیے۔ اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ کوئی ابھی بس سے نہ اُترے۔ جانے یہ کون تھا، کس کمپنی کا نگراں تھا۔ ہم سہمے ہوئے بیٹھے رہے، پھر کچھ اور لوگ بس میں داخل ہوئے، مسافروں کے Vouchers چیک کیے گئے۔ ازاں بعد گروپ کی صورت مسافروں کو بس سے اترنے کی اجازت ملی۔ ہم بھی اتر گئے۔ ایک صاحب نے ہمارے Vouchers لئے اور ایک ہوٹل میں لے گئے۔ ہوٹل والے کے پاس جگہ نہیں تھی تو انہوں نے ہمیں دوسرے صاحب کے سپرد کر دیا۔ یہ ہمیں برابر کی ہوٹل میں لے گئے۔ ٹور آپریٹرز کے نمائندوں سے مسافر تکرار کر رہے تھے۔ ہماری بکنگ ''دارابوسلطان'' میں تھی، مگر وہ صاحب ہمیں ''دارحنین'' میں لے گئے۔ کاؤنٹر پر کھڑے ایک نوجوان کو ہمارے Voucher دیئے۔ یہاں بھی ہوٹل والوں اور ٹور آپریٹرز کا وہی رویہ تھا۔ مگر نسبتاً دوستانہ تھا، اس دوران ایک اور ایجنٹ میرے قریب آیا اور کہنے لگا اگر آپ کا معاملہ نہ بنے تو میں آپ کو حرم شریف کے قریب ایک کمرہ دلوا سکتا ہوں، اٹیچڈ باتھ، فرج اور T.V چھ دن کے چار سو ریال۔ پیشکش مجھے اچھی لگی، میں نے اس کا فون نمبر اپنے موبائل میں فیڈ کیا اور کہا کہ اگر یہاں Seprate Room نہ ملا تو میں آپ کو فون کر دوں گا۔

اب دارحنین کے ہوٹل مینیجر سے تکرار شروع ہوئی۔ ٹور آپریٹر کا نمائندہ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا۔ مینیجر نے کہا Seprate Room اس وقت نہیں ہے۔ کل میں کوشش کروں گا، آج کی رات آپ ان لوگوں کے ساتھ گزاریں۔

میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ دیکھئے جناب! مکہ مکرمہ میں بھی ہوٹل کے مینیجر نے ہم سے یہی وعدہ کیا تھا مگر وہ چار روز تک غلط بیانی کرتا رہا اور اپنے وعدہ کا پاس نہیں کیا۔ میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا، آپ مجھے صاف صاف بتا دیں کہ آپ ہمیں Seprate

Marfat.com

Room دے سکتے ہیں یا نہیں۔اگر مشکل ہے تو میں یہ پیکیج ختم کرتا ہوں ۔۔۔میں شہرِ مدینہ میں آرام سے رہنا چاہتا ہوں اگر آپ کے لئے علیحدہ کمرہ مہیا کرنا مشکل ہے تو میں کسی اور ہوٹل کی تلاش کرتا ہوں۔

خوبصورت نوجوان، جینز پہنے ہوئے تھا۔ پڑھا لکھا تھا، شائستہ لہجہ میں بولا۔ جناب آپ کے Voucher میں علیحدہ کمرہ نہیں لکھا۔آپ کا تجربہ تلخ سہی لیکن یہ مکہ نہیں مدینہ ہے۔میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کو ایک علیحدہ چھوٹا کمرہ دوں گا۔ فی الحال! آپ میرے کمرے میں اپنا سامان رکھیں، فریش ہوجائیں، حرم شریف جائیں۔ آپ واپس آئیں گے تو آپ کا سامان آپ کے کمرہ میں رکھا ہوگا۔

اس کے لہجہ میں نرمی اور اتنی سچائی تھی کہ میں مسکرادیا، اس کے بعد بغیر کسی بحث مباحثہ کے ہم دونوں مینیجر کے کمرے میں چلے گئے۔سامان رکھا۔ وضو کیا اور حرم شریف روانہ ہوگئے۔دماغ میں بار بار یہ مکالمہ گونج رہا تھا کہ یہ مکہ نہیں مدینہ ہے۔سماعتوں میں ایک مقبول جملہ سنائی دیا۔ مکہ میں جلال ہے۔مدینہ میں جمال ہے، مکہ کے لوگ نسبتاً سخت مزاج اور مدینہ کے لوگ نرم مزاج ہیں۔

ہم دونوں باہر نکلے۔حرم شریف کا راستہ پوچھتے ہوئے ایک گلی سے سڑک پر آئے۔یہاں سے حریم شریف کے مینار نظر آنے لگے۔سب کچھ ہوٹل میں چھوڑ آئے۔اب سرکار ﷺ کی بارگاہ میں جارہے تھے۔ قدموں میں تیزی آگئی۔ تھکن کا احساس ختم ہوگیا۔۔۔ایک مصروف سڑک پار کی۔ چار پانچ ستارے والی ہوٹلوں کی قطاریں شروع ہوگئیں۔ پھر ایک سڑک پار کی۔مسجد نبوی قریب محسوس ہوئی، اس وقت ہم آس پاس کے ماحول سے بے نیاز تھے۔ دس منٹ میں ہم حرم شریف پہنچ گئے۔باب فہد نگاہوں کے سامنے تھا۔الٹے ہاتھ کو خواتین کے داخلے کا دروازہ تھا۔ طے پایا کہ مغرب کی نماز کے بعد Toilet No.10 برائے خواتین کے قریب ملاقات ہوگی۔

Marfat.com

باب فہد کے سامنے مسجد نبوی کی خوبصورت چہار دیواری کے ساتھ چار پانچ ستارے والی ہوٹلوں کا ایک جنگل آباد ہے، اس طرف داخلی دروازہ بہت وسیع اور پرشکوہ ہے، چہار دیواروں کا دروازہ پار کر کے آپ حرم شریف میں داخل ہو جاتے ہیں، انتہائی قیمتی اور سفید ٹائلوں سے مزین بہت کشادہ اور وسیع صحن ہے۔ لیکن دن کے وقت ننگے پیر چلنا ممکن نہیں کہ مطاف میں جو پتھر استعمال کیا گیا ہے ویسا ٹھنڈا سنگ مرمر یہاں استعمال نہیں کیا گیا نتیجہ کے طور پر زائرین چپلوں اور جوتوں کے ساتھ ہی داخل ہوتے ہیں۔ ہم نے مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت پرانے زائرین کی عقیدت محبت اور شہر مدینہ سے بے پایاں عشق کا حوالہ دیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں شہر مدینہ کی جو حدود قائم تھیں تقریباً وہی سارا شہر اب مسجد نبوی میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس طرح ہم جس صحن پر چپل پہنے چل رہے تھے یہ شہر مدینہ کی پرانی گلیاں ہوں گی، ہم سے پہلے آنے والے زائرین کی تعداد کم لیکن ان کے دلوں میں اس شہر سے محبت، عقیدت اور احترام کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔ اب مدینہ منورہ آنے کا شوق تو بہت ہے مگر وہ عقیدت واحترام دلوں میں باقی نہیں رہا۔ ممکن ہے عقیدت واحترام اتنا ہی ہو مگر وسائل کی فراوانی نے ہمیں سہل پسند اور آرام طلب بنا دیا ہے۔ سو ہم بھی بے ادب اور نافرمان تھے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی۔۔۔ چپل پہنے چلتے رہے۔

باب فہد کی سیڑھیوں پر قدم رکھنے سے پہلے ہم نے اپنی چپلیں اتاریں، نیفے میں اڑسی ہوئی پلاسٹک کی تھیلی نکالی۔ چپلوں کو ان میں محفوظ کیا اور مسجد نبوی کی عمارت میں داخل ہو گئے۔ دائیں بائیں نظر کی تو ان گنت قطاروں میں سینکڑوں حسین وجمیل ستون ہم سے زیادہ ادب کے ساتھ صف بستہ تھے۔ مسجد نبوی کی تزئین وآرائش بیان کرنے کے لئے سینکڑوں صفحات بھی کم ہیں اور پھر مجھ ایسا تہی حرف وتہی لفظ بھلا کہاں یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ اس حسن کو بیان کرے، بیشک انسان کے دستِ ہنر نے انہیں تراشا اور سجایا ہے مگر وہ عام

Marfat.com

انسانوں کے ہاتھ نہیں اگر ایسا ہوتا تو دنیا کی دولت مند قوم میں ضرور ان جیسے دس بیس ستونوں کی مدد سے اپنے ملک کے کسی شہر میں کوئی ایوان یا محل ضرور بنا لیتے۔ ہم نے دنیا کی بہت سی عمارتیں دیکھی ہیں قدیم بھی جدید بھی۔ مگر ہماری فہم کے مطابق روئے زمین مسجد نبوی جیسی حسین، خوبصورت، دیدہ زیب اور پرشکوہ عمارت نا آج کہیں موجود ہے اور نہ ماضی میں اس کی کوئی مثال تاریخ کے صفحات میں نظر آتی ہے۔ جب آپ مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہیں تو نرم اور گداز غالیچوں کا حسین ڈیزائن آپ کو نظریں نیچی کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں، چند قدم چلنے کے بعد آپ محسوس کرتے ہیں کہ کسی پہاڑی علاقہ میں دسمبر کی سخت سردی کے ماحول میں آ پہنچے، چاروں طرف نظر دوڑا کر تلاش کیجئے، پہلے مرحلے میں پتہ نہیں چلتا کہ یہ ٹھنڈی ہوا کہاں سے آ رہی ہے اور کس طرح ماحول کو یخ بستہ اور خوشگوار بنائے ہوئے ہے۔ ہم ادب سے دبے دبے قدموں کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔

خاصی دور چلنے کے بعد بابِ مجیدی تک پہنچے۔ ۱۹۸۷ء میں جب پہلی بار حاضری کا موقعہ ملا تھا تو مسجد کے صحن تک سڑک ہوا کرتی تھی اور ان کے کنارے کنارے دو تین منزلہ پرانی طرز کی ہوٹلیں تھیں۔ اُس وقت باب مجیدی کے باہر تعمیراتی سرگرمیاں جاری تھیں اور متعدد اونچی اونچی کرینیں مصروفِ کار تھیں، سینکڑوں ہنرمند اور محنت کش تعمیرِ نو میں مصروف تھے۔ جن کی مہارت اور صناعی نے اس عمارت کو یہ حسن بخشا ہے اور ان خوش بخت لوگوں کا انتخاب یقیناً من جانب اللہ ہوا ہوگا ورنہ یہی انجینئر اور کاریگر اپنی ذہانت اور تجربہ سے اس سے لاکھ چھوٹی سی سہی لیکن کہیں نہ کہیں کوئی عمارت یا محل ضرور تعمیر کر لیتے۔ آج امریکہ کی جدید طرزِ تعمیر کو اس سے کہیں زیادہ بہتر انداز میں دبئی میں اپنایا جا رہا ہے اور دبئی کی عمارتوں اور مکانوں کے ڈیزائن معمولی رد و بدل کے ساتھ کراچی، اسلام آباد اور لاہور میں تعمیر ہو رہے ہیں۔ لیکن مسجدِ نبوی کی کوئی اور مثل نہیں۔

باب مجیدی سے اندر داخل ہوں تو پہلے کشادہ صحن پڑتا ہے جس پر چھ جہازی سائز

Marfat.com

کی خودکار چھتریاں نصب ہیں یہ بھی تعمیراتی دنیا میں ایک عجوبہ ہیں۔اب ہمارا دل دھڑک رہا تھا کہ ذرا نگاہیں اونچی ہوئیں تو گنبد خضریٰ کی جو تصویر ہماری نگاہوں اور دل ودماغ میں سمائی ہوئی ہے وہ نظر آجائے گی اپنی حقیقی شکل میں۔۔۔اس لئے ہماری کوشش تھی کہ پہلے چپلوں کی تھیلی کہیں رکھ دیں اور وہ جگہ بھی یادرکھیں ورنہ واپسی پر کبھی چپلوں کو تلاش نہ کر پائیں گے۔مسجد نبوی میں جوتے رکھنے کے لئے لائبریری نما سینکڑوں Racks رکھے ہیں اور ان میں عربی اور انگریزی میں نمبر لکھے ہوئے ہیں۔ہم نے ایسے ہی ایک Racks میں اپنی چپلیں رکھیں۔اب ہم آگے بڑھے۔سچ بات یہ کہ قدم اٹھتے نہیں تھے،کوئی خوف نہیں تھا، بس ایک حیا مارے دے رہی تھی۔ندامت کا بوجھ تھا۔شرمندگی تھی، دل کی دھڑکن تیز آنکھیں بے قرار۔زبان پر درود کا ورد۔۔۔دوسرے صحن پہ پہنچے تو دیکھا خواتین کے لئے ریاض الجنۃ اور اس سے ملحق حصہ سفید قناتوں کی مدد سے علیحدہ کردیا گیا ہے۔بعد میں معلوم ہوا کہ ۲۴ گھنٹوں میں تین بار یعنی صبح ۷ر بجے سے ۱۰ر بجے تک،دوپہر ار بجے سے ۳ر بجے تک اور رات ۸ر بجے سے ۱۰ر بجے تک ریاض الجنۃ اور اس سے ملحق حصہ کو قناتوں کے ذریعہ خواتین کے لئے مختص کردیا جاتا ہے۔دوسرے صحن میں داخل ہوئے، نگاہیں اوپر کیں تو کھلی چھتریوں کی اوٹ سے سبز گنبد پر نظریں ٹھہر گئی۔ مودب کھڑے ہوگئے۔ دیکھتے رہے۔دیکھتے رہے۔لب پہ صلِ علیٰ کے ترانے سرگوشیاں کرتے رہے۔دیر تک ہاتھ باندھے کھڑے رہے۔محافل نعت میں سینکڑوں بار جھوم جھوم کر نعت خوانوں کے ساتھ دل ہی دل میں جو سلام پڑھا کرتے تھے ان میں سے سلام کے دو تین شعر بھی یاد نہیں آئے۔

دست بستہ ہیں کھڑے حاضر غلام

یہ سلام عاجزانہ ہو قبول

جن کے تلووں کی دھوَن ہے آبِ حیات

یا نبی سلام علیک

Marfat.com

جانے کتنا وقت گذر گیا۔ پلکیں بھیگ گئیں۔ ندامت کے آنسو بہتے رہے۔ دل کا میل دھلتا رہا۔ پھر اللہ رب العزت کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میں نے محسوس کیا میرے آس پاس بہت سے لوگ ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اور دھیمی دھیمی آواز میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کررہے ہیں۔ میں آگے بڑھا۔ اور چلتا رہا۔ حتیٰ کہ باب سلام اور باب جبرئیل کے درمیان کی صفوں میں مجھے جگہ مل گئی۔ ظہر کی نماز ہم ادا کر چکے تھے اس لئے پہلے میں نے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی۔ پھر امام کعبہ کے لئے کھلنے والے دروازہ کے قریب سامنے آیات ربانی سے منقش دیوار کے ساتھ جڑے ہوئے خوبصورت Racks میں سے قرآن کریم کا نسخہ لیا اور تلاوت میں مصروف ہو گیا۔ عصر کی نماز سے پہلے خواتین سے ریاض الجنۃ کو خالی کرالیا گیا اور ہزاروں زائرین جو قناتوں کی دیوار سے لگے کھڑے تھے وہ قناتوں کے ہٹتے ہی ریاض الجنۃ اور اس سے ملحقہ حصوں میں داخل ہو گئے۔

خوش قسمتی سے مجھے تیسری صف میں نماز عصر جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا موقعہ ملا۔ نماز ختم ہوئی تو عشاق کے قافلے دیوانہ وار روضۂ رسول ﷺ پر سلام پیش کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ زائرین کی وارفتگی کا وہی عالم تھا جو سنگ اسود پر بوسہ دیتے وقت ہوتا ہے۔ ہزاروں عاشقوں کا اژدھام۔ مگر یہاں حدِ ادب۔ صبر وتحمل۔ بے ترتیب قطاروں میں بھی ایک نظم وضبط۔ دیوانگی پر فرزانگی کا اثر۔ عجلت پر احتیاط کی گرفت۔ بے چینی کے اندر ایک نامحسوس قرار۔ جلد پہنچنے کی خواہش میں ضبط کا پہلو۔ حاضری کی آرزو پر ادب کی پکڑ۔ وہ زور آزمائی۔ دھینگا مشتی۔ لپاڈگی۔ طاقت کا استعمال۔ زور آوری کا اظہار۔ قوت بازو پر انحصار۔ دوسروں کو دھکا دے کر آگے بڑھنے کی کوشش جو سنگ اسود کو بوسہ دیتے وقت دیکھنے میں آتی ہے۔ یہاں وہ کیفیت نہیں تھی۔ شور وغل بھی نہ تھا۔ کسی کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی

Marfat.com

تھی۔

سب لب بستہ۔ دست بستہ۔ ہاں ہونٹوں پر درود و سلام کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ہونٹوں کے دریچوں سے ندامت اور شرمندگی کے الفاظ سرگوشی کے لہجہ میں طلوع ہو رہے تھے۔ کس کی مجال کہ آواز نکالے۔ صدا لگائے۔ کس کو یارا کہ زور سے بولے کہ یہاں تو صحابہ کرامؓ کو بھی اونچی آواز میں بولنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہم کس شمار و قطار میں؟۔ ان بزرگوں کے قدموں کی خاک بھی نہیں، ہم تو ان کے غلاموں کے غلاموں کے ابن غلام ہیں۔ بادشاہوں کے بادشاہ، شہنشاہوں کے شہنشاہ، رسولوں کے امام اور خالقِ کائنات کے سب سے محبوب بندہ ﷺ کی بارگاہ ہے۔ اس ہجوم عاشقاں میں شامل ہر عاشق کو پتہ ہے کہ انہی کی شفاعت نصیب ہوگی تو انجام بخیر ہوگا۔ لوائے مصطفےٰ ﷺ کا سایہ نصیب ہوگا تو اعمال نامہ کھلنے سے بچ جائے گا۔ ردائے رسول کی چھاؤں میسّر آئے گی تو فرد جرم کو چھپا لیا جائے گا۔ اعمال کی بنیاد پر کتنے لوگ جنت میں جا سکیں گے؟ جنت میں داخلہ کا پروانہ تو یہیں سے ملے گا۔ بہشت میں داخلہ کی پرچی تو یہیں سے نصیب ہوگی۔ نگاہِ کرم پڑ گئی تو بیڑا پار، نظرِ عنایت نصیب ہوگئی تو سفر آسان۔ ہم سب سفارش کروانے آئے ہیں۔ ہم سب تو N.O.C کے طلب گار ہیں۔ روز قیامت شفاعت کے آرزومند ہیں۔ روز حشر نظرِ کرم کے محتاج۔

اعمال اچھے ہوتے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم پر چلتے۔ اسوۂ حسنہ کو اختیار کرتے۔ اپنے پیارے نبی ﷺ سے حقیقی عشق کرتے۔ نہی ان المنکر کو اپنا شعار بناتے۔ حقوق العباد ادا کرتے۔ سچ بولتے۔ ممنوعات و مکروہات سے گریز کرتے۔ پورا تولتے۔ غیبت سے پرہیز کرتے۔ لوگوں کی حاجت روائی کرتے۔ یتیموں اور بیکسوں کا سہارا بنتے۔ حضوری کے ساتھ عبادت کرتے۔ ظلم اور جبر کے خلاف کمزوروں اور مظلوموں کی مدد کرتے۔ تب بھی حق مانگنے اور محنت کا معاوضہ طلب کرنے کا بندہ کو حق نہیں۔

Marfat.com

طلب کرنے میں آواز اونچی ہوتی ہے۔ بھیک مانگتے وقت تو گڑگڑایا جاتا ہے۔ فریاد کرتے ہوئے تو گلا اندھ جاتا ہے۔ التجا کرنے والوں کا لہجہ مختلف اور مطالبہ کرنے والوں کی آواز جدا ہوتی ہے۔ حالانکہ ہمیں تو نیکی کرنے کے بعد بھی اجرت طلب کرنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ ہم تو پانچوں نمازوں میں تقریباً چالیس بار یہ اقرار کرتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں کہ ''اے میرے رب! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے پناہ مانگتے ہیں''۔ ہم بندوں کو بھلا طلب کرنے کا حق کہاں حاصل ہے۔ اسی لئے تو چھوٹی سی راہداری میں ہزاروں اور ان کے پیچھے لاکھوں امتی دست بستہ حاضری کے لئے آ رہے ہیں، مگر کوئی آواز نہیں۔ کوئی صدا نہیں۔ صرف دل کی دھڑکنیں۔ کانپتے ہونٹ اور بھیگی پلکیں۔ فریاد کر رہی ہیں۔ سلام پیش کر رہی ہیں۔ سب قطار بنائے دھیمے دھیمے قدموں سے روضہ کی جالیوں کے سامنے لحہ بھر کو ٹھہرتے۔ رُکتے۔ اور پیچھے ہٹ کر مودب کھڑے ہو جاتے تھے۔

میں بھی اس قافلہ میں شامل ہو سکتا تھا کہ بہت قریب تیسری صف میں نماز ادا کی تھی۔ بہت کوشش کی، دل و دماغ میں کشمکش رہی کہ جاؤں یا نہ جاؤں لیکن سچی بات ہے کہ آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ کوئی خوف نہیں تھا بس ندامت تھی۔۔۔ شرمندگی تھی۔ حیا آتی تھی سامنے جاتے ہوئے۔ کیونکہ چار سال پہلے میں جب یہاں حاضر ہوا تھا تو بہت معافی تلافی کی تھی۔ بہت سے وعدے کئے تھے۔ اسی دربار میں۔۔۔ اسی بارگاہ میں، یہیں مواجہ شریف کے سامنے۔ روضہ اطہر کی جالیوں کے پاس کھڑے ہو کر سفر نامہ لکھنے کا عہد کیا تھا۔ مگر۔۔۔ ۵۰۔ ۶۰ صفحات سے زیادہ نہ لکھ سکا۔ دنیاداری میں کھو گیا۔ نام و نمود کے حصول میں سرگرم ہو گیا۔۔۔ سرکار ﷺ نے اس کے باوجود دوبارہ اذنِ باریابی عطا کی۔ زادِ سفر مہیا کیا۔ حاضری کا موقعہ عنایت کیا لیکن میں خالی ہاتھ تھا۔ تہی دامن تھا۔ اب کس منہ سے جاؤں۔ آپ ﷺ تو سب کچھ جانتے ہیں، اس بارگاہِ اقدس میں جھوٹی گواہی کی شنوائی نہیں ہوتی۔ یہاں تاویلات اور وضاحتیں بے معنی ہیں۔ بس یہی شرمندگی آگے قدم اٹھنے

Marfat.com

نہیں دیتی تھی۔

سنہری جالیوں کے سامنے جانے کی ہمت نہ ہوئی اس لئے میں ریاض الجنۃ پہنچ گیا۔ یہاں جگہ کہاں ملتی ہے؟۔ میں آگے بڑھتا رہا، نہایت ادب کے ساتھ جگہ بناتا ہوا۔ خوش قسمتی دیکھئے کہ مجھے آپ کے حجرے کے قریب دیوار کے ساتھ جو ایک فٹ اونچی منڈیر سی بنی ہوئی ہے وہاں بیٹھنے کی جگہ مل گئی۔ عام طور پر یہاں لکڑی کی رحل رکھی ہوتی ہیں۔ غور کیا تو میں اسطوانہ حرس اور اسطوانہ وفود کے درمیان بیٹھا تھا، اس سے ذرا آگے اسطوانہ سریر ہے۔ اسطوانہ سریر سے آگے جانے کا راستہ انتہائی خوبصورت جالیوں سے بند کر دیا گیا ہے۔ لیکن اگر محراب النبی ﷺ کے ساتھ کی گذرگاہ سے نکل کر روضۂ اطہر کی جانب چلیں تو ابتدائی حصہ سے آخر تک کی مقدس عمارت کو مقصورہ شریف کہتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک ہے، ریاض الجنۃ مسجد نبوی کا مقدس ترین حصہ ہے، اس کی پہچان یہ ہے کہ یہاں ہلکا سبز رنگ کا نہایت خوبصورت غالیچہ بچھا ہوا ہے۔

ریاض الجنۃ میں سات ستون ہیں جو سفید رنگ کے ہیں اور ان کے اوپر خوبصورت انداز میں سنہری پچی کاری اور جنڈی کاشی کا کام کیا ہوا ہے۔ ابتدائی تین ستونوں کا میں نے ذکر کیا وہ مقصورہ کی مغربی دیوار سے متصل ہیں۔ پہلا ستون اسطوانہ سریر کہلاتا ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں آپ اعتکاف فرماتے تھے اور رات کو اکثر اسی مقام پر آپ ﷺ کے لئے بستر بچھا دیا جاتا تھا جہاں آپ ﷺ آرام فرمایا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ دیوار سے متصل اسطوانہ حرس ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ عام طور پر نماز پڑھا کرتے تھے۔۔۔ اس ستون کو ستونِ علیؓ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ اس جگہ پر بیٹھ کر سرکار دو عالم ﷺ کی پاسبانی کرتے تھے۔ اس کے برابر ستونِ وفود یعنی اسطوانہ وفود ہے، نام سے ظاہر ہے کہ اس مقام پر آقائے دو جہاں ﷺ مختلف علاقوں اور ممالک سے آنے والے وفود کو

Marfat.com

شرف باریابی عطا فرماتے تھے۔ اگر آپ باب جبریل سے داخل ہوں تو شمال کی جانب ستونِ تہجد ہے اس مقام پر حضور اکرم ﷺ تہجد کی نماز ادا فرماتے تھے۔ اسطوانہ ابی لبابہؓ اور اسطوانہ عائشہؓ۔ ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اگر آپ اسطوانہ سریر اور اسطوانہ حرس کے درمیان پشت کر کے کھڑے ہوں تو مذکورہ سطون ایک ہی قطار میں ایستادہ نظر آتے ہیں۔ موجودہ ستون ابی لبابہ کی جگہ مسجد نبوی میں کھجور کے تنے کا ایک شہتیر لگا ہوا تھا۔ ایک صحابیِ رسول ﷺ حضرت ابولبابہؓ نے ایک جنگ کی تیاری کے لئے کی جانے والی منصوبہ بندی کا راز اپنے ایک عزیز کو بچانے کے لئے ان پر (دشمن) ظاہر کر دیا تھا۔ جب آپؓ کو یہ احساس ہوا کہ غلطی ہوگئی تو حضرت ابولبابہؓ نے پشیمان ہو کر اپنے آپ کو اس کھجور کے تنے کے ساتھ رسیوں سے باندھ لیا اور خوب گریہ وزاری کی اور حضور اکرم ﷺ سے اپنی کوتاہی پر معافی طلب کی۔ کچھ وقت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے آپ کو معاف فرمادیا تب حضرت ابولبابہؓ نے اپنے آپ کو رسیوں سے آزاد کیا اب اس جگہ اسطوانہ ابی لبابہ موجود ہے، اس کے ساتھ ستونِ عائشہؓ ہے۔ ایک بار سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ ریاض الجنۃ میں ایک ایسا مقام بھی ہے کہ اگر لوگوں کو اس جگہ کے بارے میں پتہ چل جائے تو یہاں نماز ادا کرنے والوں کا اس قدر اژدھام لگ جائے کہ نماز کی ادائیگی کے لیے قرعہ اندازی کرنا پڑے ازاں بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس جگہ کی نشاندہی فرمائی، اب اس مقام پر ستونِ عائشہؓ تعمیر کیا گیا۔ اب بھی ہزاروں زائرین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس ستون کے آس پاس دو رکعت نفل ادا کرنے کی سعادت نصیب ہو جائے۔ ساتواں ستون حضور اکرم ﷺ کی محراب سے متصل ہے۔ اسے اسطوانہ حنّانہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں روایت ہے کہ یہاں ایک کھجور کا درخت ہوتا تھا۔ آپ ﷺ اس کھجور کے درخت کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، مسجد نبوی کی تعمیر کے کچھ عرصہ بعد اس جگہ لکڑی کا منبر بنانے کے لئے کھجور کے درخت کو کاٹا گیا تو وہ آپ ﷺ کے فراق میں رویا کرتا تھا۔ آپ ﷺ کے حکم پر

Marfat.com

اس درخت کو اس مقام پر دفن کیا گیا اور یادگار کے طور پر یہاں ستون تعمیر کر دیا گیا۔

میری خوش بختی دیکھئے کہ مجھے ستونِ حرس اور ستون وفود کے درمیان دیوار سے ٹیک لگا کر تلاوت کرنے کا شرف حاصل ہو گیا۔ اس منڈیر پر کھڑے ہو کر میں نے نماز عصر ادا کی، ازاں بعد مجھ پر نیند کا غلبہ طاری ہوا تو میں ریاض الجنۃ سے باہر آ کر باب مجیدی کے قریب ایک جگہ بیٹھ گیا۔ پھر لیٹ گیا۔۔۔ ایک گھنٹہ ایسی نیند آئی کہ شاید ہی آئی ہو۔ آنکھ کھلی تو دیکھا لوگ جوق در جوق مسجد نبوی میں حاضر ہو رہے ہیں۔ میں مسجد نبوی سے باہر آیا۔۔۔ ماحول میں گرمی کی شدت ابھی برقرار تھی۔ میں جب باہر نکل رہا تھا تو دیکھا کہ صفوں کے سامنے پلاسٹک کے دستر خوان بچھائے جا رہے ہیں۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ ابھی تو رمضان کا چاند بھی نظر نہیں آیا یہ افطار کی تیاری کیوں ہو رہی ہے، پھر خیال آیا کہ جمعرات ہے، حرمین شریفین میں ہر پیر اور جمعرات کو افطار کا اہتمام کیا جاتا ہے۔۔۔ مغرب سے پہلے زائرین کی تواضع کرنے کی قدیم روایت ہے۔ حضور اکرم ﷺ پیر اور جمعرات کو اکثر روزہ رکھتے تھے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ بیت اللہ شریف میں پیر کے دن ہم نے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ وہاں ہمارے دستر خوان میں تازہ کھجیاں، کھجوریں اور گاوا دیا گیا تھا۔ مکہ مکرمہ کے مقابلے میں مدینہ منورہ کے لوگ پیر اور جمعرات کو زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ چار سال پہلے جب ہمیں حاضری کا موقعہ ملا تھا تب بھی ہم نے یہ منظر دیکھا تھا۔۔۔ مجھے یاد ہے اس وقت میں اگلی صفوں میں بیٹھا تھا اور اسی طرح کھجوروں اور گاوا سے مدینہ منورہ کے میزبانوں نے تواضع کی تھی۔ لیکن اس بار جس بڑے پیمانے پر اہتمام ہو رہا تھا وہ ہمارے لئے حیران کن تھا۔ شاید اس جمعرات کو اس قدر زیادہ اہتمام اس لئے کیا جا رہا ہے کہ آئندہ دو دنوں میں رمضان کا چاند نظر آئے گا۔۔۔

بہر حال وضو کر کے میں واپس لوٹا تو مزید حیران ہوا کہ حرم شریف کے چاروں طرف پلاسٹک کے دستر خوان بچھائے جا رہے تھے۔ بعض دستر خوانوں پر ناشتہ کا سامان چن

Marfat.com

دیا گیا تھا، میرے قدم رکنے لگے۔ پھر خیال آیا یوں نہیں، بغیر دعوت کے میں کسی دستر خوان پر نہیں بیٹھوں گا، میں آگے بڑھتا رہا۔ باب مجیدی سے ذرا آگے مجھے ایک نوعمر عربی بچے نے روک لیا اور اشارہ سے اپنے دستر خوان پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ گورا چٹا پیارا سا بچہ۔۔۔ میں ذرا جھجکا۔ مگر اس بچہ نے میرا بازو پکڑ لیا اور اصرار کرنے لگا، میں خوش ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ سرکار ﷺ کے دربار میں یہاں کے میزبانوں نے مجھے بھی دعوت دی، یہ میرے لئے فرط وانبساط کے علاوہ سعادت کی بات تھی۔ میں اس بچے کے ساتھ ساتھ چند قدم چلا اور بالآخران کے دستر خوان پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد ہمارے سامنے ایک میزبان نے تازہ کھجوروں کا ایک گوشہ رکھ دیا۔ اس کے بعد چند کھجوریں رکھ دی گئیں۔ ازاں بعد Paper Cups میں تھوڑا سا گاوا دیا گیا۔ یہاں کا گاوا چائے اور کافی سے زیادہ تلخ ہوتا ہے، ذائقہ منہ کو لگ جائے تو بہت لذیذ اور گرم ہوتا ہے، اس سے پہلے بھی کئی بار گاوا پی چکا ہوں۔۔۔ مجھے پسند ہے۔

خیال رہے کہ اب تک مجھے حرمین شریفین میں روزہ رکھنے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی (انشاء اللہ دو تین دن میں رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہوگا) تاہم بہت کچھ یہاں کے رمضان کے بارے میں سنا ہے۔ ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے زائرین نے کھجوریں کھانا شروع کیں۔ میں نے بھی اپنے سامنے رکھے ہوئے تازہ کھجی کے گوشے کو اٹھایا۔ کوئی پانچ سات کھجیاں اس گوشے میں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے کھجی کا گوشہ اٹھایا تو نگاہیں اصحاب صفہ پر اٹھ گئیں۔ مجھے یاد آیا، ہجرت کے ابتدائی دنوں میں بہت سے مہاجرین بے گھر تھے، ان کے پاس وسائل بھی نہ تھے۔۔۔ ان میں سے اکثر حضور اکرم ﷺ کے حجرہ مبارک سے ملحق ایک چبوترے پر رہا کرتے تھے۔ دن بھر یادِ اللہ میں مصروف رہتے اور رات کو اس چبوترے پر سو جایا کرتے تھے۔ ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ شام کو بعض انصاری صحابہ کرامؓ ان میں سے دو دو چار چار صحابیوںؓ کو اپنے ساتھ گھر لے جاتے اور کھانا کھلاتے تھے۔ جو صحابہ کرامؓ

Marfat.com

باقی رہ جاتے۔ حضور اکرم ﷺ انہیں اپنے دسترخوان پر بلا لیتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ اس چبوترے پر صحابہ کرام کو درس دیا کرتے تھے۔ یوں دنیا کا یہ پہلا مدرسہ تھا اور اس کے معلم حضور اکرم ﷺ تھے۔ یوں بھی ہوتا کہ انصار اپنے باغوں میں سے کھجوروں کے گوشے توڑ لاتے اور صفہ کے ساتھ کسی لکڑی یا کھجور کے درخت کے تنے کے ساتھ لٹکا دیا کرتے تھے۔ جب یہ کھجوریں پک جاتیں تو اصحاب صفہ ایک ایک کھجور توڑ کر کھاتے۔ کبھی کبھی یہی کھجوریں ان کی خوراک ہوتی تھیں۔

پکی ہوئی، پیلی پیلی تازہ کھجی گوشے سے توڑتے ہوئے مجھے وہ بہت سے مبارک نام یاد آئے، جن کے پاس تن ڈھانپنے کے لئے فقط ایک چادر ہوتی تھی، اسے گلے میں باندھ کر بدن پر لپیٹ لیتے تھے۔ رات رات بھر علم حاصل کرتے ہیں اور عبادت میں مصروف رہتے اور ہم ان کے غلاموں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنا نوازا۔ جس قدر کھجوریں اور تازہ کھجی کے گوشے میرے سامنے موجود تھے، اتنی مقدار کی کھجوریں تو صحابہ کرام کو دن بھر میں بھی میسر نہ تھی۔ تکلیفیں ان بزرگوں نے اٹھائیں اور ہم فیض پا رہے ہیں۔ اذیتیں ان محسنوں نے برداشت کیں اور ہم عیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے پیٹوں پر پتھر بندھے اور ہمارے دسترخوان انواع واقسام کے کھانوں سے سجے ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بھوکے سو جاتے تھے اور ہم ان کے غلام بیاہ شادی کی تقریبات میں اتنا کھانا جھوٹا چھوڑ دیتے ہیں جن سے ان گنت حاجت مند شکم سیر ہو سکتے ہیں۔ جس دین کے لئے اصحاب صفہ نے قربانیاں دیں ہم نے انہیں فراموش کر دیا۔ زائرین، صفہ پر دو رکعت نماز نفل حصول ثواب کے لئے ادا کرتے ہیں اور اکثر کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ساڑھے چودہ سو سال پہلے اس چبوترے پر صحابہ کرامؓ فاقے کرتے تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ تمام لوگ تازہ کھجوروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور ہزاروں سال پہلے ننھے حضرت اسماعیلؑ کی پاؤں کی ٹھوکر سے جو چشمہ پھوٹا تھا ہم ۴۰۰ میل دور یہاں بیٹھ کر اسی آب زم زم سے لطف

Marfat.com

اٹھا رہے ہیں۔نہ جانے کتنے اصحاب صفہ کو تو آب زم زم کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہیں ہوا ہوگا۔ پھر پل بھر میں تاریخ کے صفحات پر درج صحابہ کرام کی قربانیوں کے تذکرے ذہن سے محو ہوگئے۔میں مدینہ کی تازہ، شیریں اور لذیذ کھجوریں کھانے میں مصروف ہوگیا۔ پھر میزبان نے گاوا پیش کیا۔۔۔مغرب کی اذان ہوئی تو پل بھر میں دستر خوان سمیٹ لئے گئے۔

مغرب کی نماز ادا کر کے میں مسجد نبوی سے باہر آیا اور مقررہ جگہ پر پہنچ گیا جہاں بیگم میری منتظر تھیں۔ان کی زبانی پتہ چلا کہ خواتین میں کسی نے اس اہتمام سے کھجوریں پیش نہیں کیں۔آپ نے تو گاوا پی لیا، مجھے تو چائے کی طلب محسوس ہو رہی ہے۔ہم چائے کی دکان کی تلاش میں حرم شریف سے باہر نکلے تو یوں محسوس ہوا کہ کراچی کی ڈیفنس سوسائٹی میں آگئے، جدید اور قیمتی اشیاء سے بھری ہوئی روشن دکانیں۔ان دکانوں کے سامنے سیاہ فام عورتیں چادر بچھائے سستی داموں مختلف اشیاء فروخت کر رہی تھیں، بارہ پندرہ منزلہ رہائشی عمارتوں کے درمیان سے ہم گذرتے رہے کہ ہمیں ایک ٹک شاپ نظر آگئی۔ہم نے دو برگر لئے، چائے خریدی اور وہیں فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے۔چائے پی کر ہم واپس لوٹے۔مسجد نبوی میں داخل ہوئے، مغرب کی نماز کی ادائیگی کے وقت تو ہم نے توجہ نہ دی لیکن اب اپنے آس پاس دیکھا، دائیں بائیں آگے پیچھے، کہیں بیٹھنے کے لئے کشادہ جگہ میسر نہیں۔لوگوں کی اتنی بڑی تعداد ہم نے اس سے پہلے مسجد نبوی میں نہیں دیکھی تھی۔لاکھوں زائرین تا حد نگاہ موجود تھے۔حج کے موقع پر تو یہ حصہ زیر تعمیر تھا اور اتنے لوگ بھی نہیں ہوا کرتے تھے۔ہم آگے بڑھتے رہے اور شاید چھتریوں کے نیچے صحن میں جہاں جگہ ملی ہم بیٹھ گئے تھے۔ہمیں اب یاد آیا کہ جب یہ فقیر ریاض الجنۃ میں مقام مقصورہ کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا اسی وقت منبر رسول سے ملحق چار ستون پر قائم موذن کے لئے جو جگہ مختص ہے وہاں دو موذن تلاوت میں مصروف تھے اور ان کے ساتھ شاید دو آدمی اور تھے۔۔۔کچھ دیر بعد عصر کی اذان دینے

Marfat.com

کے لئے مسجد نبوی کے موذن نے مائک پر اذان دی ۔۔۔اذان کی کیسی آواز تھی۔سماعتوں میں مٹھاس اترتی چلی گئی۔ایسی خوش الحانی کہ رگ و پے میں کیف ونشاط کا ایک عجیب احساس اترتا چلا گیا۔ہاں ایک اور خوش قسمتی کہ جب ریاض الجنۃ پر بندھی ہوئی قناطیں ہٹائی گئیں تو ہمیں فوراً ہی منبر رسول کے ساتھ نوافل ادا کرنے کا موقع نصیب ہو گیا۔یہ کیا مقام ہے۔اس کی کیا اہمیت ہے۔اس کا ذکر آگے کریں گے۔

نماز عشاء ادا کی۔چھتریاں بند تھیں اور خوبصورت ستونوں کی طرح نظر آرہی تھیں کہ اگر پہلے نہ دیکھا ہو تو یقین کرنا مشکل ہو جائے کہ یہ خوبصورت ستون اپنے پر پھیلا کر ایک جہازی چھتری کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔صحن مسجد سے گنبد خضرا بہت قریب محسوس ہو رہا تھا، کچھ دیر ہم مودب کھڑے ہوئے اسے تکتے رہے۔دیدار کرتے رہے۔زیارت کرتے رہے، اپنی آنکھوں سے چومتے رہے۔نگاہوں سے بوسا دیتے رہے کہ اس گنبد خضرا کے سائے تلے۔دنیاؤں کے لئے رحمت بن کر آنے والےﷺ آرام فرما رہے ہیں اور ہر سال تقریباً ایک کروڑ مسلمان اپنے آقا و مولیٰ، ملجا و ماویٰ کے دربار میں سلام پیش کرنے حاضر ہوتے ہیں، خالی دامن آتے ہیں اور جھولیاں بھر کر جاتے ہیں:

جھولیاں ہیں کہ بھر جاتی ہیں
دینے والا نظر نہیں آتا

عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر میں باہر نکلا۔بے پناہ ہجوم تھا۔کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔چاروں طرف درجنوں دروازوں سے لوگ نکلے چلے آرہے تھے، خاصی تلاش کے بعد بیگم ہمیں ملیں، ہم نے انہی راستوں سے گذرتے ہوئے ایک سڑک پار کی۔چند عمارتوں کے بعد دوسری سڑک پار کی، ایک چھوٹا میدان اور اس کے بعد ڈیفنس سوسائٹی کا ماحول ختم۔۔۔بنگالی پاڑہ شروع ہو گیا، یہیں ہم نے ایک پاکستانی ہوٹل مین مناسب کھانا کھایا۔راستے سے ناشتہ کے لئے ضروری سامان خریدا۔چند قدم چلے تو ''دار سلطان'' پر نظر پڑی۔

Marfat.com

یاد آیا کہ اسی ہوٹل میں ہماری بکنگ تھی۔ Voucher پر اسی ہوٹل کا نام درج تھا۔ مگر ہمیں انہوں نے دارحنین میں ٹھہرا دیا۔ یہ ٹور آپریٹرز، ان مقدس مقامات پر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کے شہر میں اپنے Clients کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں؟۔۔۔ ہوسکتا ہے ان میں اچھے اور نیک آپریٹرز بھی ہوں گے لیکن ہمارے ساتھ رضوی صاحب نے بہت زیادتی کی، اللہ تعالیٰ انہیں نیک ہدایت دے۔ تھکے ہوئے تھے اور تذبذب میں تھے کہ ہوٹل کا مینیجر اپنا وعدہ وفا کرتا ہے کہ نہیں۔۔۔ دو تین منٹ کے بعد ہی ہم اپنی ہوٹل میں پہنچ گئے۔ یہاں سے تین چار ہوٹلوں کے بعد ''دارریان'' آتا ہے اس کا تذکرہ ہم اس لئے کررہے ہیں کہ ریان ہمارے چھوٹے پوتے کا نام ہے جو ان دنوں امریکہ میں ہے اور ہمارا بڑا پوتا سفیان ہمارے ساتھ کراچی میں رہتا ہے اور اس وقت ہماری بیٹی المنیٰ کے ساتھ کراچی میں ہے۔ ''دارریان'' کا بورڈ دیکھ کر دونوں بچے بہت یاد آئے۔

امید و ناامیدی۔ آس و نراش کے جذبوں میں الجھے ہوئے ہم ہوٹل پہنچے، کاؤنٹر پر نوجوان مینیجر موجود نہیں تھا جس نے کہا تھا کہ ''یہ مدینہ ہے، مکہ کا تجربہ تلخ سہی مگر مدینے والے ایسے نہیں''۔ ہوٹل کے کاؤنٹر پر ہمیں دیکھ کر ایک صاحب نے چابی ہماری طرف بڑھاتے ہوئے کہا، آپ کا سامان فلاں کمرہ میں رکھوا دیا ہے۔ ہم شکریہ ادا کر کے پہلی منزل پر متعلقہ کمرے میں پہنچے۔ چھوٹا سا کمرہ مگر اس میں چار Beds، اسی مناسبت سے باتھ روم۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فوراً بستر پر لیٹ گیا۔ اس دوران بیگم نے چائے تیار کی۔ چائے پی کر ساری تھکن جاتی رہی۔

صبح ساڑھے تین بجے آنکھ کھل گئی۔ تیار ہو کر مسجد نبوی کے لئے روانہ ہوگئے۔ آس پاس کی گلیوں سے جوق در جوق سینکڑوں زائرین نماز کی ادائیگی کے لئے اسی راستے پر چل رہے تھے جو ہمارا راستہ بھی تھا۔ یعنی صراط مستقیم۔ کاش پاکستان پہنچ کر بھی ہم اسی طرح نماز فجر کی ادائیگی کے لئے اپنی اپنی مسجدوں کی جانب قدم اٹھائیں۔ کاش!!

Marfat.com

آج جمعہ تھا، ذرا پہلے پہنچے۔۔۔اور الانگتے پھلانگتے آگے اگلی صفوں میں بیٹھ گئے۔اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس نے مدینہ منورہ میں۔۔۔مسجد نبوی میں، گنبد خضریٰ کے سائے میں نماز جمعہ ادا کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

ایک گھنٹہ بعد کافی لوگ سرکار ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کرتے ہوئے مسجد نبوی سے چلے گئے۔مگر اب بھی ایک بہت بڑی تعداد وہاں موجود تھی۔ہجوم ذرا کم ہوا تو میں اپنی جگہ سے اٹھا۔۔۔شرمندہ شرمندہ۔۔۔قدم لرزیدہ لرزیدہ۔

باب سلام اور باب بقیع کے درمیان چار پانچ لمبی صفیں بچھی ہوتی ہیں، پہلی صف میں بعض لوگ ہمہ وقت اپنی اپنی جائے نماز بچھا کر بیٹھے ہوتے ہیں اور اکثر تلاوت میں مصروف ہوتے ہیں، وہ اٹھ کر جاتے ہیں تو جائے نماز پر اپنی تسبیح اور رحل چھوڑ جاتے ہیں تا کہ کوئی اور ان کی جگہ پر بیٹھ نہ پائے۔کیسے نیک اور خوش بخت ہیں۔در نبی ﷺ سے ہٹتے نہیں۔مجھے حضرت امام مالکؒ یاد آ گئے۔زندگی کے آخری ایام، مسجد نبوی میں گذارے۔صبح سے شام۔۔۔شام سے رات۔ریاض الجنہ اور اس کے قرب و جوار میں شب و روز گزارتے تھے۔با امر مجبوری یعنی فطری حاجت کے لئے جاتے تو دھیمے دھیمے قدموں سے باہر نکلتے۔آہستہ خرام۔۔۔ بلکہ مخرام۔۔۔وضو کر کے واپس لوٹتے تو تیز تیز قدموں سے بھاگتے ہوئے آتے۔کسی نے پوچھا۔امام مالکؒ! آپ دربار نبی ﷺ سے جب باہر جاتے ہیں تو بہت آہستہ آہستہ جاتے ہیں (شاید مڑ مڑ کر روضہ اطہر کو دیکھتے جاتے ہوں) لیکن واپسی پر تیز تیز قدموں سے لوٹتے ہیں۔فرمایا: میں مجبوری کی حالت میں اس در کو چھوڑتا ہوں، سچ پوچھو تو میرے قدم نہیں اٹھتے۔صرف اس خیال سے کہ اجل میرے پیچھے ہے تو یہیں دربار نبی ﷺ میں مجھے اپنی گرفت میں لیلے۔واپسی پر اس خوف سے تیز تیز بھاگتا ہوں کہ موت اگر میرے تعاقب میں ہے تو میں اس کی گرفت سے پہلے واپس اپنے آقا کے دربار تک پہنچ جاؤں۔کیسے بڑے لوگ تھے!! کیسے عاشق صادق!! واقعی عظیم لوگ تھے۔

Marfat.com

پہلے تو میں دوسری یا تیسری صف میں جا کر بیٹھ گیا۔ شاید تلاوت کرتا رہا۔ پھر ہمت کی اور ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو حضورﷺ کے روضۂ اطہر کی سنہری جالیوں کو نگاہوں سے چومتے اور اپنے مالک و سرورﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرنے جا رہے تھے۔ دبے قدموں سے دھیمے دھیمے۔ قطار بنائے سنہری جالیوں کی زیارت کے لئے جا رہے تھے جن جالیوں کے اس پار، حضور اکرمﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ مقصورہ شریف کی زیارت کا مجھے بفضل تعالیٰ کئی بار موقعہ نصیب ہوا ہے۔ یہ مقام مقدس کئی بار دیکھا ہے اب تو آنکھوں میں بسا ہوا ہے۔

Marfat.com

مواجہ شریف پر حاضری

تقریباً ۲۰ سال پہلے غلامانِ مصطفےٰ ﷺ جالیوں کے بالکل قریب سے دیدار کرتے ہوئے گذرتے تھے گو آس پاس خدام کھڑے رہتے تھے لیکن بعض دیوانے ہاتھ بڑھا کر جالیوں کو چھو لیتے تھے اور خدام بھی صرفِ نظر کر لیا کرتے تھے۔ ازاں بعد جالیوں کے درمیان رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں، یوں زائرین اور سنہری جالیوں کے درمیان فاصلہ قائم کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد دو فٹ چوڑی اور تقریباً ایک فٹ اونچی منڈیر سی بنادی گئی، اب اس پر خدام کھڑے رہتے ہیں۔ غلامانِ مصطفےٰ ﷺ بڑے ادب سے روضۂ اطہر کی طرف رُخ کیے ذرا فاصلے سے گذر جاتے ہیں اور دل ہی دل میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے جاتے ہیں۔

مقصورہ شریف کی دیوار کے تین حصوں میں سنہری جالیاں لگی ہوئی ہیں، ان جالیوں میں ترتیب سے آیاتِ قرآنی ڈیزائن کی گئیں اور انہیں نمایاں کرنے کے لئے سونے کا پانی استعمال کیا گیا ہے۔ درمیانی جالی دو حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلی جالی مبارک میں گول دائرہ کی ایک سنہری پلیٹ نصب ہے اس میں ایک سوراخ ہے۔ اس کے بعد دروازہ کے ایک پٹ کی شکل کی جالیاں ہیں، ان کے اوپری حصہ میں بھی آیات مبارکہ درج ہیں۔ بلکہ بڑی مہارت اور کاریگری سے سونے کی پتریوں سے آیات لکھی گئی ہیں۔ اس کے بعد پھر ایک جالیوں کا ویسا ہی دروازہ ہے، اس میں دو الگ الگ گول سنہری پلیٹوں میں سوراخ ہیں۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ پہلی جالیوں کے درمیان طشتری نما گول پلیٹ کے عقب میں حضور اکرم ﷺ آرام فرما ہیں اور دوسری اور تیسری گول پلیٹیں، بالترتیب حضرت ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

اور حضرت عمر فاروق ؓ کے مزارات کو نشاندہی کرتی ہیں۔ ان سنہری جالیوں کے پیچھے حضور اکرم ﷺ اپنے دونوں رفیقانِ خاص کے ساتھ آرام فرما رہے ہیں۔ ترتیب اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک کعبہ کی طرف اور پائیتی مقام صفہ کی طرف ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے سینہ مبارک کے قریب حضرت ابوبکر صدیق آرام فرما رہے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق کے سینہ مبارک کے ساتھ ایک ہی قطار میں حضرت عمر فاروق ؓ کی قبر انور مبارک ہے۔ جب آپ پہلی جالی مبارک میں لگی ہوئی سنہری پلیٹ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو چشم تصور میں حضور اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کا سرہانہ ہے اور قدمین صفہ کی طرف ہیں۔

یہاں لوگ مودب کھڑے تھے۔ مودّب تو ایک رسمی اور لغوی لفظ ہے۔ اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے الفاظ ناکافی ہیں۔ ادب کے کیا معنی ہیں۔ ادب کے کیا تقاضے ہیں۔ ادب کے قرینے اور سلیقے کیا ہیں۔ ہم جیسے کج فہم اور کم علم کیا جانیں۔ ہم تو بس ہاتھ باندھ کر چپ چاپ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سر نہوڑا لیتے ہیں۔۔۔ پلکیں جھکا لیتے ہیں۔ گردن نیچی کر لیتے ہیں۔۔۔ لمحہ بھر کو ٹھہرتے ہیں اور پھر ''شرتے'' کی آواز قمچی کی طرح پیٹھ پر ضرب لگاتی ہے اور۔۔۔ آگے دھکیل دیتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ادب تو صحابہ کرام ؓ کرتے تھے۔ غور کیجئے! سوچیئے۔۔۔ تو تاریخ کے صفحات سے عاشقانِ مصطفےٰ ﷺ کے اسمائے گرامی اُبھر کر چشمِ تصور میں نور کی صورت طلوع ہوتے ہیں۔۔۔ پھر بند آنکھوں سے دیکھئے تو کیسے کیسے مناظر۔۔۔ اچانک میں روضۂ اطہر کے سامنے سنہری جالیوں کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔۔ روئے زمین پہ اس سے زیادہ اور کون سی مقدس و متبرک جا ہو سکتی ہے۔ دل کی دھڑکنیں عقیدت کی ڈوری میں درود کی تسبیح کے دانے پرونے لگتی ہیں۔ زبان خاموش رہتی ہے لیکن سلام کے الفاظ تخلیق کرتی جاتی ہے اور لب بند ہوتے ہیں لیکن ان پر السلام علیک یارسول اللہ... السلام علیک یا نبی اللہ کی مدھم مدھم، اتنی مدھم کے بے

Marfat.com

آوازصدائیں مچلتی رہتی ہیں۔ پھر آپ ادب سے سر جھکائے۔ ہاتھ باندھے بھیگی پلکوں کے ساتھ مواجہ شریف سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اب پلکوں سے آنسو گرتے ہیں، آپ پیچھے ہٹ کر گردن جھکائے سر نیہوڑائے اندر اندر ہی ہچکیاں دبائے آہستہ آہستہ کتاب میں درج سلام پیش کرتے ہیں۔ اچھی آوازوں والے خوش الحانی سے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ مگر آواز۔۔۔ صرف صاحب آواز کو سنائی دیتی ہے۔ یا۔۔۔ میرے سرکار ﷺ سماعت فرماتے ہیں۔ زائرین سلام پیش کرتے ہیں، میرے آقا ﷺ اس کا جواب دیتے ہیں۔ غلام کے لئے یہی کافی ہے۔ یہی پروانہ راہداری، یہی شفاعت کی ضمانت ہے۔ یہی سفارشی پرچی جو قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی جائے گی۔

یہ سر اٹھائے جو میں جارہا ہوں جانبِ خلد
میرے لئے میرے آقا ﷺ نے بات کی ہوئی ہے

افتخار عارف کا یہ اعتماد۔۔۔ یہ بھروسہ۔۔۔ مجھے افتخار عارف پر بڑا پیار آیا۔۔۔ کس قدر خوش بخت ہیں۔۔۔ کتنا یقین ہے۔۔۔ میں ان کے نصیبوں پر رشک کرنے لگا۔۔۔ ان کے ہاتھ میں تو سرکار کی پرچی ہے۔۔۔ میں اسی سفارشی پرچی کے حصول کے لئے یہاں آیا ہوں۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ میں یہاں سے پرچی لے کر لوٹوں گا۔۔۔

میرا رب بھی اپنے محبوب سے حیا کرتا ہے۔ جب خالقِ کون و مکاں۔ مالکِ ہفت جہاں اپنے جس بندے کے پاس حضور ﷺ کی پرچی دیکھیں گے۔۔۔!

جن کے پاس پرچی ہوگی ان کا کام ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ پر یقین کامل ہوگا تو بات بن جائے گی۔ ممکن ہے بعض لوگ اپنے نیک اعمال پر بھروسہ کریں۔ میزان عدل کے پلڑوں پر اپنی عبادات رکھیں۔ ان میں فرد جرم سننے کا حوصلہ ہو اور اپنے رب سے انصاف طلب کریں۔ لیکن یہ فقیر تو اس لائق ہی نہیں کہ اپنے اعمال پیش کرے۔ کوئی ایک نیکی بھی

Marfat.com

فقیر کے دامن میں ایسی نہیں کہ جس کی بنیاد پر اپنے رب سے انصاف چاہے۔ فقیر تو عدل نہیں اپنے رب کے کرم کا آرزو مند ہوگا۔ انصاف کا نہیں اپنے رب کے رحم کا طلب گار ہوگا۔

میں بھی ادب سے آگے بڑھتا رہا۔ شروع شروع میں نظریں نہیں اٹھتی تھیں، پھر دید کی خواہش نے پلکیں اٹھادیں۔ سنہری طشتری نما پلیٹ پر نگاہیں جم گئیں۔ بس ذرا دیر کو۔۔۔ پھر تاب نظارہ نہ رہا۔ ان لمحات کو لکھتے وقت اپنے عزیز دوست۔ دوست محمد فیضی یاد آگئے۔ مجھ سے پہلے عمرہ کرنے آئے تھے۔ میں نے کرید کرید کر وہاں کی باتیں پوچھیں۔ طرح طرح سے سوال کیئے۔۔۔ سنہری جالیوں کو دیکھا؟

چپ ہو رہے، سوال دہرایا تو بولے "دیکھیں نہیں!"

میں حیران رہ گیا، اور کہا کہ آپ تو ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ۔۔۔ اے پروردگار! اپنے گھر کا طواف اور روضۂ اطہر کی زیارت نصیب فرما۔۔۔ سنہری جالیوں کا دیدار عطا کر۔۔۔ اب اللہ نے موقعہ بھی دیا اور آپ کہہ رہے ہو کہ سنہری جالیاں دیکھیں نہیں۔

بڑی عقیدت سے بولے۔ رضوان صدیقی! وہاں پہنچ کر یہ خیال آیا کہ ان آنکھوں نے دنیا کا تماشہ دیکھا ہے۔ میں ان میلی آنکھوں سے وہ اجلی اور مقدس جالیاں کیسے دیکھ سکتا تھا۔ بس یہی خوف دامن گیر رہا اور نظریں جھکائے فریاد کرتا رہا۔

فیضی نیک انسان ہیں۔ میں گنہ گار۔ اس بے ادبی کا پہلے بھی مرتکب ہو چکا تھا۔ سو اس بار بھی ذرا دیر کے لئے ہی سہی لیکن نظروں سے ان سنہری جالیوں کا بوسہ لیا۔ رونا چاہتا تھا، فریاد کرنا چاہتا تھا، اپنی بپتا سنانا چاہتا تھا، معافیاں مانگنا چاہتا تھا، باآواز بلند سلام پیش کرنا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن خود کو پابند کر رکھا تھا۔ سن رکھا تھا کہ ان جالیوں کے اوپر سورۂ الحجرات کی ۲۰ ویں آیت درج ہے، جس کا ترجمہ ہے کہ:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ

Marfat.com

کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو۔ جس طرح تم
آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا
سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم صحابہ کرامؓ کے لئے بھی تھا اور قیامت تک آنے والے، تمام انسانوں کے لئے بھی ہے، خاص کر وہ لوگ جو اللہ کی وحدانیت اور اس کے محبوب ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے۔ مجھے خیال آیا کہ حضور اکرم ﷺ کے حضور ان کی بارگاہ میں اونچی آواز سے بات کرنے کے نتیجہ میں "ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔ اب صحابہ کرام کی عبادات یاد آئیں۔ ان کا صبر وقناعت یاد آیا۔ ان کی ایثار وقربانی یاد آیا۔ ان کا زہد وتقویٰ یاد آیا۔ مشرکین نے ان پر جو ظلم وستم کئے تھے وہ یاد آئے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی محبت میں صحابہ کرام نے صعوبتیں جھیلیں، جو ظلم برداشت کئے جو اذیتیں اٹھائیں، وہ ایک ایک کر کے سب یاد آئیں۔ پھر اپنا "کیا کرایا" یاد آیا تو خوف سے کانپ اٹھا۔ جب میرا رب صحابہ کرامؓ کو متنبہ کر رہا ہے کہ دیکھو! حضور اکرم ﷺ کے سامنے اونچی آواز میں بات کرنے سے تمہارا کیا کرایا غارت ہو جائے گا۔ تو بھلا مجھ ایسا عصیاں کار۔ سیاہ کار۔ گنہ گار، ایک ناکارہ اور ادنیٰ امتی۔۔۔ صحابہ کرامؓ کے قدموں کی خاک۔ ان کے غلاموں کے غلاموں کا غلام زادہ۔ بھلا میں کس شمار وقطار میں ہوں۔ اگر جذبات بے قابو ہو گئے۔ شرمندگی اور ندامت کے احساس سے ہچکی بندھ گئی۔ جوشِ محبت میں فریاد کی لے اونچی آواز کی صورت منہ سے نکل گئی تو میرا کیا انجام ہو گا؟۔۔۔ میں ڈر گیا اور دھیمے دھیمے قدموں سے آگے بڑھا اور آگے بڑھا اور باب بقیع سے باہر نکلنے کی بجائے پلٹ کر واپس پچھلی صف میں کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ باندھے۔ میرے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔ سلام کا کوئی شعر بھی یاد نہیں آیا۔ سر کتا سر کتا ستون کے قریب پہنچ گیا۔ اور مواجہ شریف کے بالکل سامنے کھڑے ہونے کی بجائے۔ ستون کی آڑ لے کر کھڑا

Marfat.com

ہوگیا۔ بس پھر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا، دل کی دھڑکنیں تیز اور آنکھیں بے قابو ہوگئیں۔ چپ کھڑا رہا مگر اندر سے فریاد کرتا رہا۔

السلام علیک یارسول اللہ... السلام علیک یا نبی اللہ

اے میرے پیارے رسول ﷺ! میری اور میری آل اولاد کی جان آپ ﷺ پر نثار، مجھے معاف فرما دیجئے، میں آپ ﷺ کا گنہ گار اور نافرمان امتی۔ آپ ﷺ کا ادنیٰ نام لیوا۔ میں ایک حقیر اور ناکارہ غلام زادہ آپ ﷺ کی بارگاہِ اقدس پناہ میں حاضر ہوں۔ مجھے معاف فرما دیجئے۔ آپ ﷺ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں۔ آپ ﷺ کے علاوہ میرا کوئی سفارشی نہیں، آپ ﷺ کی بارگاہ کے سوا میرا کوئی ٹھکانا نہیں۔ آپ ﷺ کی ذات سے ہی میری امیدیں وابستہ ہیں۔ آپ ﷺ کے حوالے ہی سے میری شناخت ہے، آپ ﷺ ہی کی غلامی کا تاج میری پہچان ہے۔ آپ ﷺ ہی کی شفاعت میری نجات ہے۔ آپ ﷺ ہی سے تعلق میرا اعتبار ہے۔ اگر آپ ﷺ ناراض ہو گئے، آپ ﷺ خفا ہو گئے۔ اگر آپ ﷺ روٹھ گئے، اگر آپ ﷺ نے صرفِ نظر فرمایا، اگر آپ ﷺ نے نظر انداز کر دیا۔ اگر قیامت کے دن آپ ﷺ کی نظرِ کرم سے محروم رہ گیا تو مجھ عاصی کا کیا انجام ہوگا۔۔۔؟

میرے آقا و مولیٰ ﷺ! مجھ پر رحم فرمایئے۔ مجھ پر کرم کیجئے۔ میرے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لیجئے۔ میری جھکی ہوئی گردن پر رحم فرما دیجئے۔ میری بھیگی پلکوں سے گرنے والے آنسوؤں کا بھرم رکھ لیجئے۔ اور مجھے معاف کر دیجئے۔۔۔

اے معبود برحق! میرا ایمان ہے کہ آپ کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے، آپ خالق ہیں اور میرے رب ہیں اور میں آپ کا ایک حقیر بندہ ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ آپ ہی دعائیں قبول کرنے والے ہیں۔ لیکن معبود برحق! آپ ہی نے فرمایا ہے کہ جو میرے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا گویا وہ میری اطاعت کرے گا۔ جو میرے نبی ﷺ کو خوش رکھے گا۔۔۔ وہ مجھے خوش رکھے گا۔ جس سے میرا پیارا نبی ﷺ راضی ہوگا۔ میں اس سے

Marfat.com

راضی ہوں گا۔ بس میں یہاں تیرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر۔۔۔ ہاتھ باندھ کر تیرے محبوب ﷺ کو راضی کر رہا ہوں، اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں تیرے محبوب بندہ ﷺ کی رضا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہی تری رضا ہے، کیونکہ میرا یقین ہے کہ اگر مدینہ والا راضی ہو گیا تو اے معبود برحق! آپ راضی ہو جائیں گے۔ اگر سبز گنبد کے مکیں ﷺ مجھ پر مہربان ہو گئے تو اے میرے رب! آپ مہربان ہو جائیں گے۔ اس عقیدہ اور ایمان کے ساتھ اے میرے پیارے رسول ﷺ میں آپ کی سنہری جالیوں کے سامنے آبدیدہ کھڑا ہوں۔ آپ ﷺ مجھے معاف فرما دیجئے۔ آپ ﷺ میری خطاؤں کو معاف کر دیجئے۔ آپ ﷺ تو سراپا رحمت ہیں، آپ ﷺ تو مکمل شفقت ہیں، آپ ﷺ تو سرتاپا محبت ہیں۔ آپ ﷺ تو عفو و درگزر کی مثال اوّل و آخر ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات تو رحم و کرم کا مفہوم ہے۔ بس آپ ﷺ راضی ہو جائیے۔۔۔ اور ارض و سما کے جو خزینے آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کو عطا کئے ہیں ان میں سے میری اوقات اور طلب سے سوا عطا فرما دیجئے۔ آپ ﷺ تو ابرِ رحمت ہیں، میری خواہشوں کی بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کر دیجئے۔ میرا دامن خالی ہے، اپنے دستِ عنایت سے بھیک عطا فرما دیجئے۔ میں ایک ذرّہ ہوں، اپنی نگاہِ کرم سے آفتاب بنا دیجئے۔ میں تو ایک قطرہ ہوں، اپنی نظرِ عنایت سے مجھے سمندر کر دیجئے۔ دم آخر ہونٹوں پر آپ ﷺ کا نام آ جائے۔ قبر میں آپ ﷺ کا چہرۂ انور دکھائی دے، اندھیری قبر آپ ﷺ کے نور سے منور ہو جائے۔ روزِ محشر آپ ﷺ کے دامن میں پناہ مل جائے۔ یومِ آخرت جب نفسانفسی کا عالم ہوگا اس وقت آپ ﷺ مجھے اپنا غلام کہہ کر بلا لیجئے گا۔ قیامت کے دن جب میرا رب بہت جلال میں ہوگا اس وقت آپ ﷺ مجھے اپنی چادر میں چھپا لیجئے گا۔ جب میرا نامۂ اعمال پیش ہو تو آپ ﷺ سفارش فرما دیجئے گا۔ جب میرے اعمال تلنے کا وقت آئے تو نیکی کے پلڑے میں اپنی رضا کے چند چھینٹیں ڈال دیجئے گا۔ جب سورج سوا نیزے پر ہو تو آپ ﷺ کالی کملی اوڑھا دیجئے گا۔ جب میرا فردِ جرم پڑھا جائے، آپ ﷺ اپنے رب سے کہہ دیجئے

Marfat.com

گا۔ یہ میرا اُمتی ہے۔

حضور ﷺ آپ جو چاہیں تو بات بن جائے
حضور ﷺ آپ جو کہہ دیں تو کام ہو جائے
(صبیح رحمانی)

اور آپ جانتے ہیں کہ میں لاکھ برا سہی، لاکھ ناکارہ اور نافرمان سہی۔ لاکھ گنہ گار اور عصیاں کار سہی لیکن آپ ﷺ جانتے ہیں کہ میرے گلے میں آپ ﷺ ہی کی غلامی کا طوق پڑا ہے۔ میرے گلے میں تو آپ ﷺ ہی کے نام کی پٹی پڑی ہے۔ میرے شناختی کارڈ میں تو آپ ﷺ ہی کی غلامی کی مہر لگی ہے۔

اے مدینے والے آقا! آپ ﷺ تو جانتے ہیں لوگ مجھے کہتے ہیں کہ رضوان صدیقی تو "یا نبی سلام علیک" والا ہے۔ اپنے بھی اور پرائے بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص تو بس نعت کی محفلیں کراتا ہے۔ بعض محبت کرنے والے از راہ عنایت مجھے آپ ﷺ کا عاشق کہتے ہیں۔ میں شرم سے زمین میں گڑ جاتا ہوں۔ میں اس لائق کہاں؟ ۔۔۔ بعض لوگ کہتے ہیں، محفلِ نعت منعقد کرانے کے لئے چندہ جمع کرتا ہے۔۔۔ یہ مجھے اچھا لگتا ہے۔ سچ بات یہی ہے مدینے والے آقا! کہ آپ ﷺ کے صدقے میں جو مِلتا ہے اس سے میرا گزارہ ہے۔ آپ ﷺ کے نام کی غلامی ہی میری پہچان ہے۔ آپ ﷺ کے وسیلے ہی سے مِلتا ہے۔ اے مدینے والے آقا! میں تو آپ ﷺ ہی کا غلام ہوں۔ آپ ﷺ ہی کا نام لیوا ہوں۔ پس اے میرے پیارے مدینے والے آقا ﷺ! مجھ سے راضی ہو جایئے۔ میرے والدین سے راضی ہو جایئے۔ میرے اجداد سے راضی ہو جایئے۔ میری آل و اولاد سے راضی ہو جایئے۔ میرے ننھیال اور سسرال کے تمام رشتہ داروں سے راضی ہو جایئے۔ اور مجھے معاف کر دیجئے۔۔۔ مجھے معاف کر دے۔ میرے شہر کے لوگوں کے گناہوں کو معاف کر دیجئے۔ پاکستان کے عوام کو معاف کر دیجئے۔ میرے ملک کی حفاظت فرما۔ میرے وطن کی سرحدوں

Marfat.com

کی حفاظت فرما۔

اے معبودِ برحق! میں نے تیرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں جو کچھ مانگا ہے، اسے تُو قبول فرمالے۔ تُو دعاؤں کا بڑا سننے والا ہے۔ گنہ گاروں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اچانک مجھے محسوس ہوا کہ میرے رب نے میری دعائیں قبول کر لیں۔ مجھے یوں لگا کہ میرے آقا ﷺ مسکرا دیئے۔ میرے مولیٰ ﷺ کے لبوں پر تبسّم ٹھہر گیا۔ میرے حضور ﷺ کی نظرِ عنایت نے مجھے معتبر بنا دیا۔ میرے پیارے رسول ﷺ کی نگاہِ کرم نے میرے دل کا میل صاف کر دیا۔ میرے پیارے نبی ﷺ مجھ سے راضی ہو گئے۔ مجھ میں اعتماد آ گیا۔ تب میں نے عرض کیا!

اے میرے پیارے رسول ﷺ! آج آپ ﷺ کی امّت اپنے اعمال کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو رہی ہے۔ دنیا کی نظروں میں ہم حقیر و رسوا ہیں۔ پوری امّتِ مسلمہ ذلّت و رسوائی کا شکار ہے، ساری دنیا ایک طرف، ہم آپ ﷺ کے نام لیوا ایک طرف۔ ہماری مدد کیجئے۔۔۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل ﷺ وقتِ دعا ہے
امّت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

اس کے بعد میں اپنا رخ کعبہ کی جانب موڑ دیتا ہوں۔۔۔ اور اپنے رب کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہوں کہ:

اے معبودِ برحق! ہم پر رحم فرمایئے۔ میرے گناہوں کو معاف کر دیجئے۔ میرے والدین کی قبروں کو نورِ مصطفےٰ ﷺ سے منوّر فرما دیجئے۔ میرے اجداد کے گناہوں کو معاف کر دیجئے۔ میرے دوستوں، ساتھیوں، پڑوسیوں اور رشتہ داروں میں سے جو اس دنیا سے رخصت ہو گیا، ان کی مغفرت فرما دے۔ میری آل اولاد کو، میرے بھائیوں، بہنوں اور ان کے اہلِ خانہ کو اپنی حفظ و امان میں رکھ۔ میری بیٹیوں اور دامادوں کو، میرے بیٹوں، میری

Marfat.com

اہلیہ اور میری بہو کو دین و دنیا کی نعمتیں عطا فرما۔ ان کو ارض و سماوی آفات سے اپنی پناہ میں رکھ۔ انہیں حادثات سے، بیماریوں سے، حاسدوں کی بدنگاہی سے، رزق کی تنگی سے بچا۔ چوروں، ڈاکوؤں سے محفوظ رکھ۔ کسی کا محتاج نہ کر۔ رزق کثیر عطا فرما، حلال روزی دے۔ روزی میں برکت عطا فرما، ان کا دستر خوان دراز کر، انہیں مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچا۔ عزت و آبرو کی زندگی عطا فرما۔ ترقی عطا فرما، صحت و تندرستی عطا فرما۔ اے معبود برحق! میرے پوتوں اور نواسیوں کو، بھتیجوں، بھتیجیوں کو، بھانجے اور بھانجی کو دین و دنیا کی تعلیم عطا فرما۔ خوش بخت بنا۔ ماں باپ کے کلیجے کی ٹھنڈک بنا۔ زندگی میں کامیاب و کامران فرما۔ دامنِ مصطفےٰ ﷺ سے وابستہ رکھ، انہیں دینی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ معاشرہ کا مفید شہری بنا۔ مستقبل میں انہیں بہتر رشتہ عطا فرما۔ فرماں بردار اولاد عطا فرما۔

اے معبود برحق! میری نانی اور میرے نانا سیّد رحمت علی کی آل اولاد کو خوشیاں عطا فرما، میرے دادا مولوی عبدالحق کی آل اولاد کو نعمتوں سے مالا مال کر دے۔ میرے سسر چوہدری فیض احمد کی آل اولاد کو اپنی رحمتوں سے نواز۔ میرے دوستوں اور رشتہ داروں اور پڑوسیوں، میرے محسنوں اور مہربانوں پر اپنا فضل کر۔ ان کی مشکلات دور فرما۔ جن احباب کے دلوں میں میرے لئے بدگمانی ہے وہ دور فرمادے اور مجھے اپنے بھائیوں، بہنوں اور دوستوں کا دست و بازو بنادے۔ بیماروں کو شفاء عطا فرما۔ قرضداروں کو بار قرض سے نجات دلا۔ تنگ دستوں کو غنی کر دے۔ جن گھروں میں بیٹیاں رشتہ کی آرزومند ہیں ان کو بہتر بر عطا فرما۔ سب کی بیٹیوں اور بہنوں کے گھر آباد رکھ، انہیں اولاد صالح عطا فرما۔ جو لوگ بے گناہ جیلوں میں بند ہیں ان کی رہائی کے اسباب پیدا فرما۔ جن کے قریبی عزیز ان سے بچھڑ گئے ہیں انہیں ان سے ملوا دے۔ جن کے خلاف غلط اور جھوٹے مقدمے درج ہیں ان کے حق میں جلد فیصلہ فرمادے۔ جن دوستوں، رشتہ داروں، عزیزوں اور محسنوں نے دعا کے لیے کہا، اے میرے معبود! ان کی جائز دعائیں قبول فرما۔ جو محتاج ہیں انہیں غنی کر دے۔ جو

Marfat.com

بے روزگار ہیں ان پر رزق کے دروازے کھول دے، جو بچے بچیاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کو علم نافعہ عطا فرما۔ جو غربت یا وسائل کی کمی کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے سے محروم ہیں انہیں تعلیم حاصل کرنے کے وسائل مہیا فرما۔

اے اللہ! پاکستان کی حفاظت فرما، اسے دہشت گردوں کی تباہ کاریوں سے محفوظ فرما۔ عالمِ اسلام میں اتحاد پیدا کر دے۔ مسلم حکمرانوں کو نیک اور ایک بنا۔ پاکستان کے حکمرانوں کو عوام کا غمخوار بنا۔ پاکستان کی زمینوں میں جو دفینے موجود ہیں انہیں ظاہر فرما دے۔ آسمانی آفتوں سے میرے ملک کی حفاظت فرما۔ میرے وطن کی کھیتیوں کو سرسبز و شاداب کر دے۔ تیرے عطا کئے ہوئے وسائل کو صحیح طریقہ سے استعمال کرنے کی استطاعت عطا فرما۔

اے اللہ! میں تیرا گنہ گار بندہ، تیرے حضور عجز و انکساری سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے کسی کا محتاج نہ کیجیو۔ حضور اکرم ﷺ کے صدقے میں جو کچھ تُو نے عطا فرمایا ہے اس میں کمی نہ کیجیو۔ اے معبودِ برحق! تُو نے مجھے میری اوقات سے زیادہ عطا فرمایا، تیرا کرم بے پایاں، تیرا فیض لامحدود۔ تیری مہربانیاں بے شمار۔ بس آخری عمر میں اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کیجیو۔

میں مانگتا رہا۔۔۔ گو سلیقہ نہیں آتا۔ لیکن بے ربط لفظوں میں، مکالموں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرتا رہا۔ جانے کتنی دیر تک میں اپنے رب کے حضور بھیک مانگتا رہا۔ دعائیں کرتا رہا۔ پھر قرار آ گیا۔۔۔

اب میں باب السلام کی طرف چل دیا، درمیان میں آ کر ریاض الجنہ کی جانب مڑ گیا۔ نصیب دیکھئے! منبر رسول ﷺ کے قریب بالکل قریب جہاں ایک ہجوم تھا نوافل ادا کرنے والوں کا جم غفیر تھا۔ مجھے جانے کیسے جگہ مل گئی۔ محراب النبی ﷺ کے بالکل قریب، ستونِ حنانہ کے ساتھ۔ اسی مقام پر کھڑے درخت کے تنے کو تھام کر حضور اکرم ﷺ خطبہ عنایت فرمایا کرتے تھے۔ ریاض الجنہ کے بارے میں آپ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے

Marfat.com

کہ یہ مقام جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ میں نے یہاں دو رکعت نفل ادا کیں۔ نماز ادا کر کے میں اٹھا، دو تین قدم بڑھائے کہ۔۔۔ محراب النبی ﷺ کی دوسری سمت میں تھوڑی سی جگہ خالی دیکھی تو میں نے وہاں نماز کی نیت کی اور نوافل ادا کیے۔

نماز عصر سے پہلے میں باب مجیدی کے قریب ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ خیال رہے کہ ان ستونوں کے ابتدائی حصّوں میں جو تزئین و آرائش کی گئی ہے انہی میں سے ٹھنڈی ہوائیں آتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ آپ ان حصوں کو گول ایئر کنڈیشن کہہ سکتے ہیں، ان کے قریب بیٹھنا ایسا ہی ہے کہ آپ A.C کے بالکل سامنے بیٹھ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں کی یخ بستہ فضا میں بیٹھنا مشکل ہو گیا تو میں ستون سے ذرا ہٹ کر قبلہ کی طرف سر کر کے لیٹ گیا۔ بلکہ سو گیا۔

ایک گھنٹہ بعد باہر آیا۔ تازہ وضو کیا اور پھر حرم شریف میں آ گیا۔ مغرب کی نماز ادا کی۔۔۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق میں حرم شریف کا صحن پار کر کے باب فہد کے سامنے والے صدر دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ آدھے گھنٹہ بعد بیگم آ گئیں۔ باہر نکل کر ایک کافی شاپ سے ہم نے چائے طلب کی، کاؤنٹر پر موجود مینیجر نے کہا کہ آپ پچھلے دروازہ پر چلے جائیں۔ ہم اسی کافی شاپ کی دیوار کے ساتھ ساتھ مڑ کر عقب میں پہنچے تو یہاں ایک چھوٹا سا پارک تھا۔ کھجور کے چند درخت اور دیوار کے ساتھ پودے لگے ہوئے تھے۔ اس کافی شاپ کا نام ''منیٰ'' تھا، عربی میں یہی لکھا تھا لیکن انگریزی میں Moona لکھا ہوا تھا۔ منیٰ کو مونا کیوں لکھا تھا ہم سمجھ نہیں پائے لیکن خوش ہو گئے کہ ہماری بڑی بیٹی کا نام المنیٰ ہے اور پیار سے ہم اسے منیٰ کہتے ہیں۔ میں نے عقبی کاؤنٹر سے چائے لی۔ واپسی پلٹا تو بیگم ایک طرف کھڑی تھیں ان کے ساتھ ہی پارک کے بیچوں بیچ ایک بڑے کھجور کے پیڑ کے تنے کے ساتھ دائرہ نما ڈیڑھ فٹ اونچی دیوار بنی ہوئی تھی اور اس دیوار پر صاف ستھرے ٹائلز لگے ہوئے تھے، یہ دراصل بیٹھنے کی نشستیں تھیں۔ میں نے بیگم کو آواز دی، اپنی طرف بلایا اور ہم

Marfat.com

پیر لنکا کران نشستوں پر بیٹھ کر چائے پینے لگے۔ کچھ دیر بعد دو تین زائرین آئے اور ہمارے قریب خالی نشستوں پر بیٹھ گئے، وہ چائے کے ساتھ برگر ٹائپ کچھ کھانے کی چیزیں بھی لائے تھے۔ ازراہِ عنایت انہوں نے برگر ہمیں پیش کئے، ہم نے شکریہ ادا کر کے معذرت چاہی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ "ملائے" ہیں۔ میں چونکہ ڈیڑھ ماہ پہلے ہی ملائیشیا ہو کر آیا تھا اس لئے ان سے باتیں شروع کر دیں۔ وہ ریاست "کدہ" کے رہنے والے تھے۔ کچھ دیر پاکستان اور ملائیشیا کے بارے میں رسمی باتیں کرتے رہے۔

چائے پی کر ہم واپس حرم شریف کے صحن میں داخل ہوئے۔ سورج اپنی کرنیں سمیٹتا ہوا افق کی طرف جا رہا تھا۔ دھوپ کی شدت میں کمی آ گئی تھی۔ ہم نے باب فہد کے دائیں طرف کشادہ صحن پر نگاہ ڈالی۔ دیکھا صحن میں دو جہازی سائز کی چھتریاں نصب ہو چکی تھیں اور تیسری چھتری تیار کی جا رہی تھی۔ ہمارے دائیں بائیں دو قطاروں میں کم و بیش چالیس ستون نصب تھے، اسی ڈیزائن کے جیسے حرم شریف کے اندرونی دالانوں میں نصب ہیں اور جن پر چھتریاں لگی ہوئی ہیں۔ گمان غالب ہے کہ آنے والے مہینوں میں حرم شریف کے عقبی صحن میں سائے کے لیے چھتریوں کی تنصیب کا کام مکمل ہو جائے گا۔

ابھی رمضان المبارک کی آمد میں دو تین دن باقی تھے مگر حرم شریف کی رونق دیدنی تھی اور مسجد نبوی ﷺ ہمہ وقت کھلی رہتی تھی۔ خیال رہے کہ رمضان المبارک کے سوا مسجد نبوی ﷺ عشاء کی نماز کے آدھے گھنٹے بعد زائرین کے لئے بند کر دی جاتی ہے۔ ہماری خوش بختی کہ ان دنوں حرم شریف ۲۴ گھنٹے کھلا رہتا تھا اس لئے عشاء کی نماز کے بعد دیر تک ہم مسجد نبوی میں وقت گذارتے تھے۔

رات دس بجے کے بعد ہم اپنی ہوٹل کی طرف لوٹے۔ راستے میں دائیں بائیں متعدد ہوٹلوں کے گراؤنڈ فلور میں موجود دکانوں پر لوگوں کا اژدھام لگا رہتا تھا۔ اس حصہ سے گزر کر ہم نے ایک ہوٹل میں کھانا کھایا اور بنگالی پاڑے کی دکانوں سے بیگم نے صبح کا

Marfat.com

ناشتہ خریدا۔ یہاں ہمیں ایک دکان پر ''فرنچ بریڈ'' نظر آ گئی۔۔۔ہم نے پیرس میں ''فرنچ بریڈ'' نہ صرف دیکھی تھی بلکہ ناشتہ میں استعمال بھی کی تھی۔ پس اپنی پرانی یادیں تازہ کرنے کے لئے ہم نے بھی ایک فرنچ بریڈ خرید لی۔ تقریباً دو فٹ لمبی ہوگی۔ فرنچ بریڈ کا ذائقہ ہمارے یہاں ملنے والی سخت ڈبل روٹی کی طرح ہوتا ہے، اب اس قسم کی ڈبل روٹی کراچی میں کم کم دستیاب ہیں۔ فرنچ ڈبل روٹی کو ہم کوئی تین دن استعمال کرتے رہے۔

جس دن ہم مدینہ منورہ پہنچے تھے اسی رات سمیع بھائی (ڈاکٹر سمیع الدین) کا طائف سے فون آیا یہ ہمارے چھوٹے بھائی اسلم صدیقی کے برادرِ نسبتی ہیں، بہت ہی نیک پیار کرنے والے اور مہمان نواز۔ ہماری بھابھی عالیہ ان سے زیادہ مہمان نواز۔ ۱۹۸۷ء سے اب تک جب بھی ہم حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کرنے حاضر ہوتے ہیں۔ سمیع بھائی ایک دن کے لئے مکہ شریف ضرور آتے ہیں اور عالیہ بھابھی کئی دنوں کا کھانا پکا کر ساتھ لے آتی ہیں۔ غالباً ۱۹۹۰ء میں ایسا ہوا تھا کہ ہم صرف دو دن کے لئے مکہ مکرمہ میں رکے اور اپنی آمد سے انہیں بے خبر رکھا۔ سمیع بھائی نے کراچی سے ہماری Sim کا نمبر لیا اور ہمیں مدینہ منورہ میں تلاش کر لیا۔ ہمارے پورے پروگرام کی تفصیل معلوم کی اور کہا کہ مدینہ منورہ میں ان کے بیٹے کا ہم جماعت رہتا ہے۔ سعودی عرب ہی میں پیدا ہوا اور مدینہ منورہ میں مستقل رہائش پذیر ہے، وہ آپ کو مدینہ منورہ کے اہم مقامات کی زیارت کرا دے گا۔ ہم نے انکار بھی کیا مگر وہ بضدر ہے اور عمران کا سیل فون نمبر ہمیں دے دیا۔ دو دن بعد ہم نے عمران کو فون کیا تو معلوم ہوا کہ ہماری فون کال کا منتظر ہے، یہ جان کر اچھا لگا کہ مسجد نبوی کے سامنے ہوٹل ہلٹن کے ایک کونے پر ان کے ماموں کی کھجوروں کی دکان ہے۔ ہمارے لئے عمران سے ملنا بے حد آسان تھا کہ یہیں سے گذر کر ہم اپنی ہوٹل تک آتے جاتے تھے۔

عشاء کی نماز کے بعد ملنے کا پروگرام طے ہوا۔ حرم شریف سے نکل کر چند منٹ میں ہم ان کی دکان پر پہنچ گئے۔ عمران تقریباً ۲۵ سال کا سیدھا سادھا نوجوان۔ ہم سے ملا اور

Marfat.com

اس کے بعد اپنے ماموں سے تعارف کرایا۔تھوڑی دیر بعد یہ پروگرام بنالیا کہ صبح فجر کی نماز کے بعد ساڑھے چھ بجے وہ اپنی دکان پر ہمارا منتظر ہوگا۔

مقاماتِ مقدسہ کی زیارت:

فجر کی نماز ادا کر کے ہم حرم شریف سے نکلے۔قریب کی ایک بلڈنگ کے ساتھ ہی کافی شاپ ہے۔یہاں چائے اور کولڈ ڈرنکس کے علاوہ۔۔Fast Food میسّر ہے۔ ہم نے دو برگر لئے۔چائے لی اور دکان کے سامنے ہی فٹ پاتھ پر بیٹھ کر ناشتہ کیا کہ یہاں ہم سے پہلے بھی لوگ بیٹھے تھے اور چائے پی رہے تھے۔پھر یہ شہر نبی ﷺ ہے۔آداب کا تقاضہ تو یہ ہے کہ سر کے بل چلیں۔پلکوں سے خاکِ مدینہ چنیں۔آنکھوں سے بوسہ دیں اور موقعہ مل جائے تو یہاں کی گلیوں میں جھاڑو دیں۔مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلویؒ کا ایک شعر یاد آ گیا۔

تری کفشِ پا یوں سنوارا کروں میں
کہ پلکوں سے اپنی بہارا کروں میں

ناشتہ کر کے ہم نے وقت دیکھا تو ساڑھے چھ بج رہے تھے۔ہم ٹہلتے ہوئے عمران کی دکان میں پہنچے تو وہاں پر موجود ایک صاحب نے اشارہ کر کے بتایا کہ سامنے سڑک کے کنارے عمران میاں گاڑی میں بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

عام طور پر زائرین۔۔۔حرم شریف کے جس رخ ہوٹل میں رہائش اختیار کرتے ہیں بس اسی طرف سے آتے جاتے ہیں، اپنے قیام کے دوران بس یا ٹیکسی کے ذریعہ زیارت پر چلے جاتے ہیں۔اس سے زیادہ مدینہ منورہ نہیں دیکھ پاتے۔حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں جو شہر مدینہ تھا۔اس پر تو اب حرم شریف تعمیر ہو چکا ہے۔آس پاس جو قبائل رہتے تھے ان کے علاقے ذرا فاصلے پر تھے۔یا یوں کہیئے کہ اس زمانے میں شہر مدینہ کی بہت سی مضافاتی بستیاں تھیں جہاں اب مسجد قبا، مسجد قبلتین یا خمسہ مساجد واقع ہیں۔لیکن اگر

Marfat.com

شہر مدینہ کا کوئی مقامی عزیز یا دوست مل جائے تو آپ مدینہ منورہ کو زیادہ تفصیل سے دیکھ سکتے ہیں۔ خوش قسمتی سے نعیم حامد سے ہماری دوستی ہے۔ پچھلے ساٹھ سالوں سے شہر مدینہ کے باسی ہیں۔ بچپن، لڑکپن، جوانی، کہولت اور اب بڑھاپے کے دن اسی مقدس سرزمین پر گذار رہے ہیں۔ نعیم حامد نے ہمیں تین بار تفصیل کے ساتھ حرم شریف کے اطراف میں پھیلے ہوئے نئے شہر کی سیر کرائی ہے۔ اس کی تفصیل ہم اپنی علیحدہ کتاب میں لکھ رہے ہیں۔

سڑک پار کر کے ہم گاڑی کے قریب پہنچے۔ عمران ڈرائیونگ سیٹ سے باہر نکل آیا اور ہماری بیگم کے لئے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ ہم ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی نشست پر عمران کے ساتھ بیٹھ گئے۔ جیسے ہی ہم مرکزی شاہراہ پر آئے یعنی طریق عبدالعزیز پر تو ہم نے الٹے ہاتھ کی طرف ذرا بلندی پر ایک تین چار منزلہ عمارت دیکھی، اس کی بیرونی دیوار پر پاکستان کا سبز ہلالی پرچم پینٹ کیا ہوا تھا۔ عمران نے بتایا کہ یہ پاکستان ہاؤس ہے۔۔۔ ہم ایک بار پاکستان ہوٹل میں قیام کر چکے ہیں۔ گاڑی ذرا آگے بڑھی تو عمران نے سڑک کے کنارے ایک اور پانچ منزلہ تکونی عمارت کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ بھی پاکستان ہاؤس ہے۔ اور اسے اب پاکستان ہاؤس B کہا جاتا ہے۔ گاڑی سڑک کا ایک چکر لگا کر جنت البقیع کے پاس سے گذر رہی تھی۔ اگر ہم باب بقیع کے دروازے پر کھڑے ہوں تو نگاہوں کے سامنے جنت البقیع کی دیوار نظر آتی ہے۔ ہم اس دیوار کے مقابل جو دوسری دیوار ہے اس کے قریب سے گذر رہے تھے۔ اگر آپ چاہیں تو گاڑی سے اتر کر سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر جنت البقیع کی زیارت کر سکتے ہیں کہ مضبوط چہار دیواری کے اوپر لوہے کی گرل لگی ہوئی ہے جن سے جھانک کر آپ جنت البقیع کا دیدار کر سکتے ہیں۔ گرل زیادہ اونچی لگی ہوئی ہے، ممکن ہے کسی جگہ سے آپ کو ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر اندر کا منظر دیکھنا پڑے۔ ہم آگے بڑھے تو سڑک کے کنارے کنارے پہاڑی پر مصنوعی آبشار بنایا گیا ہے جو دیکھنے میں بھلا لگتا ہے۔ مسجد قبلتین جاتے ہوئے یہ راستہ میں پڑتا ہے، اس

Marfat.com

کے قریب ہی آبشار کے اوپر پہاڑی پر ایک خوبصورت عمارت نظر آتی ہے۔ یہ ''کنگ فہد ریسٹ ہاؤس'' کے نام سے مشہور ہے۔

طریق قربان پر ''مسجد بلالؓ'' ہے۔ابوالنصر منظور احمد شاہ نے اپنی کتاب ''مدینۃ الرسول ﷺ'' میں بہت سی مساجد کا ذکر کیا ہے۔ان کے علاوہ مدینہ منورہ میں جو مساجد مشہور ہیں ان میں حضور اکرم ﷺ کا نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ مسجد بلال بھی انہی مساجد میں شامل ہے۔ مسجد بلال ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔گنبد ذرا مختلف ہے۔تین منبروں کے اوپر گول گنبد رکھا گیا ہے۔ذرا بلندی پر ہے۔سیڑھیاں چڑھ کر جانا پڑتا ہے۔ مسجد بلالؓ کے سامنے ایک بہت کشادہ میدان ہے جہاں سینکڑوں کبوتر دانہ چگ رہے تھے۔آگے بڑھے، مسجد قبلتین سے ذرا پہلے سڑک کے کنارے خوبصورت فوّارے لگائے ہوئے تھے۔

Marfat.com

مسجد قبلتین

اس علاقہ کو وادی عقیق کہا جاتا ہے۔ اس مسجد کے ایک طرف مساجد خمسہ واقع تھیں۔ اور دوسری طرف بیرِ سیّدنا عثمان غنیؓ واقع ہے۔

مسجد قبلتین مدینہ منورہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ہے لیکن نئی شاہراہوں کی تعمیر کے بعد شاید گاڑی کو زیادہ فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ اس مسجد کے سامنے ہی مدینہ یونیورسٹی کیمپس نظر آتا ہے۔ اس مسجد کے گرد و نواح میں بنوسلم رہا کرتے تھے اسی لئے حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں اسے مسجدِ سلم کہا جاتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ امّ بشر کی خیریت معلوم کرنے تشریف لائے تھے، امّ بشر نے آپ ﷺ کے لئے کھانے کا اہتمام بھی کیا تھا کہ اسی دوران ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے اس مسجد میں ظہر کی نماز کی امامت فرمائی۔ دورانِ نماز آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلے کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو رخ کرنے کا حکم دیتے ہیں تو اپنا منہ مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھتے وقت) اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو"۔

مسجد قبلتین کے معنی ہیں دو قبلوں والی مسجد۔ یعنی آپ نے مسجد اقصیٰ کی جانب رخ کر کے ظہر کی نماز شروع کی اور دوران نماز تحویل قبلہ کا حکم نازل ہو گیا تو آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کی طرف رخ پھیر لیا۔ اصل میں حضور اکرم ﷺ کی شروع سے یہ خواہش تھی کہ آپ ﷺ خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔ کیونکہ حضرت آدمؑ ۔۔۔ دنیا کی پہلی عبادت گاہ

Marfat.com

"خانہ کعبہ" ہی کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ بھی خانہ کعبہ ہی کی جانب منہ کر کے نماز ادا فرماتے تھے، بعد میں بنی اسرائیل کے پیغمبرانِ کرامؑ۔۔۔مسجد اقصیٰ کی جانب رخ کر کے عبادت کیا کرتے تھے۔

فروری ۶۲۴ء مطابق ۱۵ رجب ۲ھ پیر کے دن حضرت جبرئیلؑ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ جبرئیلؑ! میرا جی چاہتا ہے کہ میرے رب خانہ کعبہ کو میرا قبلہ بنادیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ، اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب ترین بندہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی خواہش جان لی اور اس مسجد میں نماز ظہر کے دوران تحویلِ قبلہ کا حکم نازل فرمادیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے حد کرم واحسان کہ اس حقیر وفقیر کو کئی بار اس مسجد کی زیارت کا شرف حاصل رہا ہے۔ موجودہ شکل میں یہ مسجد سعودی حکمرانوں کی تعمیر کردہ ہے۔

عمران نے سڑک کے کنارے گاڑی کھڑی کی۔ ہم سیڑھیاں چڑھ کے ایک راہداری یا گیلری تک پہنچے۔ اس راہداری کے درمیان مسجد قبلتین کا صدر دروازہ ہے۔ مسجد بہت خوبصورت ہے۔ سرخ رنگ کے قالین پر خوبصورتی سے صفیں بنائی گئیں تھیں۔ خطبہ دینے کا منبر بہت دیدہ زیب۔۔۔منقش لکڑی کا دروازہ۔۔۔اوپر دیوار پر کلمۂ طیب درج ہے۔ مصلّیٰ بھی بہت خوبصورت، دیوار پر آیات قرآنی نقش ہیں۔ اوپر کی منزل پر بھی نماز کا اہتمام ہے، تین طرف لکڑی کی خوبصورت ریلنگ بنی ہوئی ہیں۔

مسجد کے درمیان سے سر اٹھا کر دیکھیں تو دو بڑے گنبدوں کا زیریں حصہ نظر آتا ہے۔ مسجد میں تین جھاڑ فانوس لٹکے ہوئے ہیں، مسجد نبوی ﷺ میں لگے ہوئے فانوس سے ملتے جلتے ہیں۔۔۔ہم نے مسجد میں دو رکعت نوافل ادا کیے۔ خیال رہے کہ خواتین کے داخلے کا دروازہ الگ ہے اور مسجد کا ایک حصہ ان کے لئے مخصوص ہے۔ مسجد کے دروازے سے باہر نکلے اور گیلری نما راہداری سے ہم نے سامنے کے مناظر دیکھے اور پھر دوسری سمت

Marfat.com

کی طرف سیڑھیوں سے نیچے اترے۔ یہاں جگہ کشادہ ہے، مسجد کے ساتھ ہی چار گنبدوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی عمارت ہے، غالباً مسجد کی انتظامیہ کا دفتر ہوگا۔ اسی کشادہ جگہ پر ستون کھڑے کر کے ان پر ایک گنبد تعمیر کیا ہے۔ یہ ایک طرح کا سایہ دار چبوترہ ہے جو مسجد کے زیریں حصہ کو مزید خوبصورت اور باوقار بنانے کے لئے حال ہی میں تعمیر کیا گیا ہے۔

اس کے بعد ہم ''مساجد خمسہ'' دیکھنے گئے۔ ۵ھ میں دشمنانِ اسلام نے مدینہ منورہ پر آخری ضرب لگانے کا منصوبہ بنایا۔ حضور اکرم ﷺ کو اس سازش کا علم ہو گیا، آپ ﷺ نے مدینہ کا دفاع کرنے کی حکمت عملی تیار کی اور جبل سلع کے دامن میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ کفار اور مشرکین دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف بڑھے۔ اس موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر مدینہ کے گرد ایک خندق کھودی گئی۔ خندق کھودنے میں آپ سرور کائنات ﷺ نے بنفسِ نفیس حصہ لیا، اسی موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے بھوک کی شدت کو کم کرنے کے لئے شکم مبارک پر پتھر باندھے۔ دشمنوں نے ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ کئے رکھا۔ کئی بار بڑی قوت سے حملے کئے۔ اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے تین روز تک اپنے رب سے فتح کی دعائیں کیں، اس کے نتیجہ میں سرخ آندھی چلی۔ اس سے مسلمانوں کی فوج تو محفوظ رہی لیکن کافروں اور مشرکین کے قدم اکھڑ گئے اور ان کی فوج بے نیل مرام واپس لوٹ گئی۔ جنگ احزاب کی کامیابی کو یادگار بنانے کے لئے اس جگہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے چھوٹی چھوٹی پانچ مساجد تعمیر کیں۔ ان میں مسجد فتح، مسجد صدیق اکبرؓ، مسجد علیؓ، مسجد عمرؓ اور مسجد سیّدہ فاطمہؓ۔۔۔ ابوالنصر منظور احمد شاہ نے مدینۃ الرسول میں مساجد کی تعداد چھ لکھی ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر کیا ہے کہ مسجد سلمان فارسی متعارف نہیں۔ ۱۹۸۷ء میں جب اس فقیر کو فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد پہلی بار یہاں حاضر ہونے کا موقع نصیب ہوا تھا۔ اس وقت یہاں پانچ مساجد موجود تھیں۔ مسجد فتح کو مسجد احزاب بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

عمران میاں نے گاڑی، پارکنگ کی جگہ پر کھڑی کی۔ وہاں بہت سی بسیں، ٹیکسیاں اور دیگر سواریاں پہلے سے موجود تھیں۔ سب سے پہلے میں "مسجد فتح" دیکھنے گیا۔ بیس سال پہلے یہ مسجد کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی اندرونی و بیرونی دیواروں پر چونے سے پتائی کی ہوئی تھی۔ "مسجد فتح" بلندی پر ہے۔ تقریباً پندرہ سیڑھیاں طے کر کے جانا پڑتا ہے، پہلے سیڑھیاں بھی کچی تھیں۔ لیکن اب یہاں پکی سیڑھیاں بنا دی گئیں ہیں اور دیواریں بھی پکی تعمیر کی گئی ہیں۔ ۱۴۱۱ھ میں سلطان بن عبدالعزیز نے مسجد فتح کو اسی طرز پر دوبارہ تعمیر کرایا۔ مسجد کے اندرونی حصہ میں مشکل سے تین صفیں بن سکتی ہیں جبکہ ایک صف میں آٹھ دس نمازی کھڑے ہو سکتے ہیں۔ مسجد کے بیرونی حصہ میں بھی اتنی ہی جگہ ہوگی۔ اس سے پہلے ہم مسجد فتح میں حاضر ہوئے تھے اس وقت یہاں چٹائی یا دری کی صفیں تھیں۔ اس بار یہاں قالین تو نہیں ہیں لیکن پوری مسجد میں کم و بیش ۵۰ انفرادی جائے نمازیں بچھی ہوئی تھیں، بالکل ایسی جائے نماز جیسی گھروں میں استعمال کی جاتی ہے۔ ہم نے یہاں دو رکعت نفل ادا کیے۔ مسجد فتح سے جب ہم نے اطراف کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ مسجد کے تین طرف سیاہ اور سنگلاخ چٹانوں کے پہاڑ اب بھی موجود ہیں، دیکھنے میں اتنے سخت اور مضبوط کہ خوف محسوس ہو۔

میں مسجد فتح کی سیڑھیوں سے اتر کر نیچے آیا تو برسوں پہلے جن پانچ مساجد کو ہم نے دیکھا تھا ان میں سے دو، تین مساجد ہمیں نظر نہیں آئیں بلکہ اس کے ساتھ ایک بہت خوبصورت اور جدید طرز تعمیر کی ایک کشادہ مسجد ہمارے سامنے تھی۔ چند سیڑھیاں چڑھ کر ہم اوپر پہنچے تو حیران رہ گئے۔ مسجد قبلتین سے کہیں زیادہ کشادہ۔ طرزِ تعمیر بالکل مختلف چاروں طرف رنگین شیشوں کی نیت کاری۔

محراب نما دروازے اور محرابوں پر رنگ برنگے شیشوں کا جڑاؤ کام مسجد کے ستون گول نہیں چوکور ہیں، ان ستونوں پر قرآن کریم رکھنے کے چھوٹے چھوٹے ریک۔۔۔ دیدہ

Marfat.com

زیب اور رنگین شیشوں سے آراستہ محراب نما مصلّیٰ۔ مصلّیٰ بھی رنگین شیشوں سے جڑا ہوا۔ مصلّیٰ کے دونوں طرف دیوار پر قرآن کریم رکھنے کے لئے دو قطاروں میں لائبریری کی طرز پر ریک بنے ہوئے۔ کھڑکیاں بھی محراب نما۔ محرابوں پر شیشوں کی مدد سے جنڈی کاشی کا کام نہایت مہارت سے کیا گیا ہے۔ مسجد کے چوطرف دیواروں پر قرآن کریم رکھنے کے ریک بنے ہوئے تھے، نفیس قالین کی صفیں بچھی ہوئی تھیں۔ صفائی کا بہترین انتظام، مسجد کا ہال مکمل ایئر کنڈیشن۔

باہر نکلے تو دیکھا مسجد میں دو بلند مینار اور ایک سفید گنبد۔ ہمارا خیال تھا کہ تمام مساجد کو شہید کر کے ان کی جگہ یہ نئی مسجد تعمیر کی گئی ہے لیکن قریب ہی مسجد عمرؓ موجود تھی۔ اس کے آدھے حصہ پر ٹین کی چھت تھی جبکہ مسجد کا آدھے حصّہ پر پکّی چھت تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ مگر مسجد کے کمرے میں ایئر کنڈیشنر نصب تھا۔ یہاں آس پاس کا ماحول خاصا بدلا ہوا تھا۔ نئی مسجد کی تعمیر کے بعد، قریب قریب جو مساجد تھیں ان میں سے بیشتر شہید کر دی گئی ہیں۔ ٹھیک ہے بدلتے وقت کے تقاضوں کی وجہ سے یہ ضروری ہو گیا تھا تو کم از کم ماضی کی ان تاریخی مساجد کے مقامات کی نشاندہی کے لئے کوئی علامت تو باقی چھوڑ دیتے۔

Marfat.com

مسجد قبا

اب ہم ''مسجد قبا'' کی جانب جا رہے تھے۔ مسجد قبا جاتے ہوئے راستے میں مدینہ منورہ کی مرکزی سبزی منڈی پڑتی ہے ''السوق المرکزی للخزار الفواخر'' ہے (لکھنے میں املا کی غلطی ہو تو معاف کر دیجئے گا)۔ یہ بہت وسیع رقبہ پر پھیلی ہوئی ہے، ہم پہلے بھی اسے دیکھ چکے ہیں۔ جس چورنگی پر تبوک کے راستے کی نشاندہی کے لئے سائن بورڈ نصب ہے اس سے ذرا آگے یہ سبزی منڈی واقع ہے۔ ذرا آگے جا کر مسجد قبا کے بلند مینار دکھائی دینے لگتے ہیں۔ مسجد قبا سے پہلے داہنے ہاتھ پر کھجوروں کے باغات ہیں۔ ان کے بعد مسجد قبا کے ساتھ ایک کھلا اور کشادہ میدان ہے۔ پہلے یہاں سڑک اور پارکنگ کی جگہ تھی مگر زیادہ صاف اور پکی نہیں تھی اب کشادہ میدان پر سمینٹ کا پلاستر کر دیا گیا اور کھجوروں کے عمر رسیدہ درختوں کے گرد گول دائرہ میں سمینٹ کی خوبصورت ڈولیاں بنادی گئی ہیں۔ دور سے نظر پڑے تو سنگ مرمر کے چار بلند مینار اور تین گنبد دکھائی دیے۔ مرکزی گنبد بہت بڑا ہے اور اس میں جالیوں کی کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں۔ کھجور کے چند خوبصورت درختوں کے پیچھے پرشکوہ اور باوقار مسجد کے میناروں اور گنبدوں سے لگتا ہے نور پھوٹ رہا ہے۔

''مسجد قباء'' روئے زمین پر دنیا کی پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد حضور اکرم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی تھی۔ حضور اکرم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لا رہے تھے تو قبا کے مقام پر چار دن قیام فرمایا تھا۔ اس علاقہ میں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے اور حضرت عمر بن عوفؓ کے خاندان کے سربراہ حضرت کلثوم بن الہدم کے گھر پر رہائش اختیار کی تھی۔ مسجد قبا کو روئے زمین میں مسلمانوں کی تعمیر کردہ پہلی مسجد ہونے

Marfat.com

کا بھی اعزاز حاصل ہے۔

قرآن کریم کی سورۂ توبہ کی ۱۰۸ ویں آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور خدا۔۔۔ پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے''۔

حضور اکرم ﷺ نے قبیلہ بنی عمرو کے لوگوں سے ایک بار پوچھا کہ آپ لوگوں کی ایسی کون سی عادت ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔ قبیلہ بن عمرو کے لوگوں نے کہا کہ ہم رفع حاجت کے بعد صرف ڈھیلوں سے استنجا نہیں کرتے بلکہ پانی سے بھی صاف کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی عمل کی وجہ سے آپ لوگوں کی عزت افزائی کی گئی ہے، اس عادت کو ترک نہ کرنا۔

مسجد قباء بہت کشادہ اور خوبصورت مسجد ہے۔ اس مسجد کے منبر پر بھی لکڑی کا دروازہ لگا ہوا ہے۔ دیواروں پر آویزاں پلیٹوں پر آیاتِ ربانی نقش ہیں، یہ پلیٹیں گول دائرہ میں بھی اور مربع شکل میں بھی جبکہ لمبی پلیٹیں بھی دیواروں پر نصب ہیں۔ مسجد میں بے حد رونق تھی۔ زائرین کی ایک کثیر تعداد مسجد میں موجود تھی۔ اس مسجد میں ایک وقت کی نماز کی ادائیگی ایک عمرہ کے برابر ہے اس لئے مدینہ منورہ آنے والے زائرین مسجد قباء میں ضرور آتے ہیں اور اگر نماز کا وقت نہ ہو تو نوافل ضرور ادا کرتے ہیں۔ صاف ستھرے وضو خانے ہیں۔ خواتین کے لئے علیحدہ حصہ مختص ہے۔ مسجد بہت کشادہ ہے۔ اندر کی عمارت میں تقریباً بیس لمبی اور طویل صفیں بچھی ہوئی تھیں۔ دیواروں پر لائبریری نما لکڑی کی الماریاں نصب تھیں جن میں قرآن کریم کے نسخے رکھے ہوئے تھے۔ سرخ رنگ کا کارپیٹ بظاہر صاف ستھرا تھا۔ لیکن کہیں کہیں صفوں پر میل اور چکٹ نظر آتا تھا۔ مسجد کی دیواروں کے اوپری حصہ میں تھوڑے فاصلے پر گول دائرہ میں بہت اچھی خطاطی سے اللہ اور محمد ﷺ لکھا ہوا تھا۔

میں نے مسجد میں دو رکعت نفل ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مسجد سے باہر

Marfat.com

نکلے، دوسرے دروازے سے بیگم آ گئیں۔ ہماری آنکھیں ان بڑے پتھروں کو تلاش کرنے لگیں جو چار سال پہلے ہم نے تقریباً اسی طرف دیکھے تھے۔ مگر یہاں وہ پتھر نہیں تھے، مجھے یاد آیا کہ تین چار بڑے پتھروں پر ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا، پہلی نظر میں لگتا تھا جیسے بلوچستان کے پھل "سردے" کو Inlarge کر کے یہاں کرین کی مدد سے سجایا گیا ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً دو گز اونچی اور چوڑائی تقریباً دو ڈھائی فٹ ہوگی۔ یہ وہ مقام تھا جہاں حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی قصویٰ پہلی بار بیٹھی تھی۔ ہماری نگاہیں اس جگہ کو تلاش کرتی رہیں، کوئی بتانے والا ساتھ نہیں تھا اور عمران نو عمر لڑکا تھا، اسے ان اہم تاریخی مقامات کے بارے میں زیادہ علم نہ تھا۔

مسجد قباء کے ساتھ برسوں سے ایک بڑی مارکیٹ المدینہ سنٹر ہے اس کے سامنے کھجوروں کی ایک بڑی دکان ہے اس پر ایک بہت بڑا بورڈ ہے جس پر Fresh and dry dats لکھا ہوا تھا۔ ہم یہاں سے کھجوریں خریدنا چاہتے تھے کہ اچانک یاد آیا کہ عمران میاں کی اپنی دکان کھجوروں کی ہے جاتے وقت ان کی دکان سے خریدیں گے۔ مارکیٹ کے ساتھ ایک سڑک جاتی ہے اس کے آس پاس بہت سی بسیں، کاریں اور ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔

مدینہ مارکیٹ کے ساتھ ایک گلی ہے جس میں رہائشی مکانات ہیں۔ انہی مکانات میں ویران اور اجاڑ سا ایک مکان یا شاید چہار دیواری موجود تھی، یہ وہی مقام تھا جہاں مسجد ضرار تعمیر کی گئی تھی۔ مسجد ضرار منافقوں نے تعمیر کی تھی۔ لیکن حضور اکرم ﷺ نے اسے ڈھانے اور جلانے کا حکم دیا تھا۔ پچھلی بار جب ہم آئے تھے ہمیں یہاں کے ایک مقامی شخص نے تفصیلات بتائی تھیں۔ اس دفعہ ہم مسجد ضرار دیکھنے نہیں گئے۔

Marfat.com

جبلِ اُحد

عمران ہمیں مقام احد لے گیا۔ زائرین کے لیے یہ جگہ ہمیشہ سے توجہ کا مرکز رہی ہے، جنگ احد کے واقعات سے کم و بیش تمام زائرین واقف ہیں۔ عمرہ کی ادائیگی کے بعد اپنی پہلی فرصت میں زائرین جب مکہ شریف کے مقدس مقامات دیکھنے جاتے ہیں تو مقام احد پر ضرور آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں اس مقدس اور اہم تاریخی مقام کی زیارت کا کئی بار موقعہ نصیب ہوا ہے۔ جب بھی یہاں آنا ہوتا ہے تو تاریخ اسلام کے صفحات کو لمحہ موجود کی ہوا الٹنا شروع کر دیتی ہے۔ جنگ احد کا پورا پس منظر ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے اس ایک جنگ میں سینکڑوں واقعات پنہاں ہیں۔ کفاروں اور مشرکین کی جنگی تیاریاں، جنگ بدر میں شکست کھانے کے بعد مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے مشرکین کی آرزوئیں۔۔۔ ادھر شوقِ شہادت سے سرشار حق کے پروانوں کی دعائیں۔۔۔ نوعمر بچوں کا جہاد میں شریک ہونے کا اصرار۔۔۔ میدان جنگ میں اسلامی فوج کی روانگی سے قبل، راس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول کا تین سو ساتھیوں کے ساتھ، لشکر اسلام سے الگ ہونا۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملی،۔۔۔ عیلین کی پہاڑی کی ایک گھاٹی میں ۵۰ تیراندازوں کی تعیناتی اور سخت ہدایت کہ کچھ بھی ہو اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔۔۔ کفاروں کا تین ہزار کا لشکرِ جرار۔۔۔ ادھر کل سات سو عاشقانِ مصطفےٰ ﷺ۔۔۔ جنگ کا آغاز۔۔۔ ابتدا میں واضح کامیابی۔۔۔ عیلین کی گھاٹی میں تیراندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا۔۔۔ عقب سے خالد بن ولید کا حملہ۔۔۔ مسلمانوں کی واضح کامیابی کا انتشار میں بدلنا۔۔۔ حضرت حمزہؓ کی شہادت۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کی نعوذ باللہ شہادت کی افواہ۔۔۔ کامیابی۔۔۔ حزیمت میں

Marfat.com

بدل گئی۔ ۷۰ یا ۷۵ صحابہ کرام کی المناک شہادت۔۔۔ ایک ایک بات۔۔۔ ایک ایک واقعہ۔۔۔ نگاہوں میں تازہ ہوگیا۔ پچاس تیر اندازوں میں سے اکثر نے اندازہ غلط لگایا۔ لاعلمی میں حکمِ رسالت ﷺ سے نافرمانی۔۔۔ امیر لشکر عبداللہ ابن جبیرؓ نے اپنے ساتھیوں کو روکا، فرمانِ رسول ﷺ یاد دلایا۔۔۔ مگر۔۔۔؟

میں سوچنے لگا، اگر صحابہ کرامؓ اپنے نبی محترم ﷺ کے حکم سے سرتابی فرمائیں تو اللہ کی نصرت بھی روٹھ جائے۔ میرے رب نے اپنے محبوب کی نافرمانی کو پسند نہیں کیا اور جیتی بازی پلٹ گئی۔ ہم صبح شام حرمین شریفین میں امت مسلمہ کے اتحاد کی دعائیں کرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ لاکھوں فرزندانِ توحید کی دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں۔ ہم اپنے اعمال پر نظر نہیں ڈالتے۔ ہم مسلمان۔۔۔ رسول اکرم ﷺ کے امتی۔۔۔ کیا کر رہے ہیں؟۔۔۔ ہمارے حکمران کیا کر رہے ہیں؟۔۔۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو صحابہ کرامؓ کی نافرمانی کو پسند نہیں فرمایا۔ ہم تو ان کے غلاموں کے غلاموں کے قدموں کی خاک بھی نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ کرم کیا کم ہے کہ ہم زندہ ہیں۔ ہماری صورتیں سلامت ہیں، ہمارے عیبوں پر ستار العیوب نے پردہ ڈالا ہوا ہے۔۔۔ ندامت سے میرا سر جھک گیا۔

دوسرے دن حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ واپس لوٹے تو فرمایا شہداء احد کی آخری زیارت کر کے ان پر سلام بھیجو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت تک جو بھی ان پر سلام بھیجے گا وہ اس کا جواب دیں گے''۔

میرے قدم اس احاطہ کی جانب بڑھ گئے جہاں سیّد الشہداء حضرت امیر حمزہؓ آرام فرما رہے ہیں، حضرت مصعب بن عمیرؓ، عبداللہؓ بن جحش، عبداللہ ابن عمروؓ، حضرت عمرو بن جموح، حضرت خارجہؓ بن زیاد، حضرت سعد بن ربیعؓ، حضرت نعمان بن مالکؓ۔۔۔ اور تقریباً ۷۰ صحابہ کرام آسودۂ خاک ہیں۔ میں جالیوں کے پاس پہنچا اور سلام پیش کیا۔ فاتحہ پڑھی

Marfat.com

اور حسرت سے احاطہ کے اندر نگاہ ڈالی جہاں وہ لوگ آرام کر رہے ہیں جنہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کی۔ ہم ناکارہ اور بے عمل۔ اپنے انجام سے بے خبر دنیا کو گلے لگائے ہوئے ہیں۔

جبل احد مسجد نبوی سے تقریباً ساڑھے تین میل پر واقع ہے۔ احد کا پہاڑ شمال کی جانب مشرق سے مغرب کی طرف پھیلا ہوا ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً پانچ میل ہے۔ جس احاطہ میں شہداء احد آسودۂ خاک ہیں اس کے تین طرف چھوٹا ہموار میدان ہے، جہاں چادر بچھا کر لوگ سامان فروخت کرتے ہیں۔ ٹھیلوں پر کھجوریں فروخت کی جاتی ہیں۔ مقامی خواتین، مدینہ کی جڑی بوٹیاں اور دیگر سوغات فروخت کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ایک بڑا ٹیلہ ہے، بیماری اور پیرانہ سالی وجہ نہ ہو تو ہر شخص ٹیلے پر چڑھ سکتا ہے۔ ٹیلے کے آس پاس پگڈنڈیاں سی بنی ہوئی ہیں۔ اوپر چڑھ کر آس پاس کا منظر صاف نظر آتا ہے۔ اگر کوئی مقامی رفیق آپ کے ساتھ ہو تو وہ ان مقامات کی نشاندہی کر سکتا ہے جہاں جہاں جنگ لڑی گئی۔ ٹیلے کے اوپر زائرین کا اژدھام تھا، چھوٹی چھوٹی دکانوں کے ساتھ چائے اور کولڈ ڈرنکس کے اسٹالز بھی موجود ہیں۔ ہمیں عمران میاں کی مصروفیات کا بھی اندازہ تھا اس لئے واپس گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ اب ہم بیرِ عثمانؓ کی زیارت کو جا رہے تھے۔ ۱۹۸۷ء میں ہم نے بیرِ عثمان کی زیارت کی تھی لیکن پوری طرح یاد نہیں۔ اب عمران نے جہاں گاڑی روکی وہ ایک عام سڑک ہے اور اس کے ساتھ ہی چھوٹا سا راستہ ایک چہار دیواری کے دروازہ تک جاتا ہے۔ سڑک کے کنارے ایک بورڈ لگا ہوا تھا جس پر بیرِ عثمان درج تھا۔ ہم چند قدم آگے بڑھے، ایک چھوٹا دروازہ، عام بنگلوں اور کوٹھیوں کے دروازوں سے چھوٹا دروازہ۔ دروازہ پر تالا پڑا تھا اور ہلکی ہلکی گرد جمی ہوئی تھی وہاں کھجوروں کے بہت درخت کھڑے ہوئے تھے۔ دروازہ کھلا ہوتا تو اندر جا کر اس کنویں کی زیارت کرتے جسے حضرت عثمانؓ نے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ہم وہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہرے اور واپس پلٹ آئے۔

Marfat.com

ایک بار پھر ہماری گاڑی مدینہ منورہ کی خوبصورت شاہراہوں سے گذرتی ہوئی بنگالی پاڑہ میں داخل ہوئی۔ اپنی ہوٹل ''دار حنین'' میں جانے والی گلی کے نکڑ پر ہم گاڑی سے اتر گئے۔ عمران میاں کو دعائیں دیں اور اپنی ہوٹل میں آ گئے۔

مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرنے میں تقریباً تین گھنٹہ لگ گئے۔ ہوٹل پہنچے تو ہم بہت تھک چکے تھے، بیگم نے چائے بنائی، میں بستر پر لیٹ گیا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد نماز ظہر کے لئے حرم شریف جانا تھا۔ بستر پر لیٹا تو نیند آ گئی۔

جب آنکھ کھلی تو جماعت کا وقت نکل چکا تھا۔ بہرحال آرام کر کے خود کو تر و تازہ محسوس کیا۔ ڈھائی بجے کے بعد ہم دونوں مسجد نبوی پہنچے۔ پہلے نماز ظہر ادا کی۔ پھر آگے بڑھ گئے۔ عصر کی نماز ہم نے ریاض الجنۃ میں ادا کی اور تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ قرآن شریف پڑھتے پڑھتے محسوس ہوا کہ طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ اچانک یاد آیا کہ ہم نے آج پانی بہت کم پیا ہے۔ آج خاصا وقت باہر گزارا تھا۔ شاید ہوٹل سے نکلتے وقت تھوڑا سا پانی پیا ہوگا۔ یہ خیال آتے ہی شدید پیاس محسوس ہوئی۔ آس پاس آبِ زم زم کا کولر بھی نہ تھا۔ ریاض الجنۃ میں محاورتاً تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی، لوگ ایک دوسرے سے جڑے بیٹھے تھے۔ جنہیں بیٹھنے کی جگہ نہیں ملی وہ جگہ کی تلاش میں سرگرداں۔۔۔ میں اگر پانی پینے کے لئے اٹھتا ہوں تو جگہ جاتی ہے اور وہ بھی ریاض الجنۃ کی جگہ۔ یا اللہ کیا کروں؟۔۔۔ زیادہ دیر تک پانی نہ پیا تو طبیعت خراب ہونے کا ڈر۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک پکی عمر کے بزرگ ایک ہاتھ میں آبِ زم زم سے بھرا جگ اور دوسرے ہاتھ میں پیپر گلاس لئے لوگوں کو پانی پلا رہے تھے۔ میں نے بھی آگے ہاتھ بڑھایا۔ ایک گلاس پانی پیا۔ تشفی نہ ہوئی۔ اس دوران وہ دوسرے لوگوں کو پانی دینے لگے۔۔۔ پیاس ابھی باقی تھی۔ میں نے دوبارہ پانی مانگنا چاہا تو دیکھا جگ میں پانی ختم ہو گیا۔ گو ایک گلاس پانی پی لیا تھا لیکن پیاس کم نہیں ہوئی بلکہ اور بڑھ گئی۔ میں نے ادھر ادھر دھیان ہٹانے کی کوشش کی مگر پیاس محسوس ہو رہی تھی کہ کیا دیکھتا

Marfat.com

ہوں کہ وہی صاحب جگ میں دوبارہ پانی لے کر اسی جانب آ گئے۔ مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے آواز دے کر پانی مانگا۔ انہوں نے دو قدم بڑھائے اور میرے خالی گلاس کو بھر دیا۔ اب محسوس کیا کہ طبیعت بحال ہو گئی، کیوں نا ہوتی آب زم زم تو یوں بھی اکسیر اور کامل غذا ہے۔ ان بزرگ کے لئے دل ہی دل میں دعا کی اور پھر تلاوت میں مصروف ہو گیا۔

خیال رہے کہ مکہ اور مدینہ میں یعنی حرمین شریفین میں موبائل لے جانے پر پابندی نہیں۔ بظاہر تو یہ بات عجیب سی لگتی ہے۔ لیکن ہم نے محسوس کیا کہ لوگ بے سبب موبائل فون استعمال نہیں کرتے ہاں مسجد الحرام میں نماز ختم ہونے کے بعد کثرت سے لوگ سیل فون کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں سے ملنے کی جگہ کا تعین کرنے یا ان کی تلاش کے لئے فون کرتے ہیں۔ مسجد نبوی میں اس کا استعمال کم دیکھنے میں آیا کہ یہاں لوگ اپنی اپنی جگہ آرام سے بیٹھے رہتے تھے۔ مسجد الحرام میں عمرہ اور طواف کرنے والوں کی مسلسل آمد و رفت رہتی ہے، اس سے خاص طور پر مطاف میں اور آنے جانے والے راستوں میں ایک ہلچل سی رہتی ہے، ایسے عالم میں اگر کسی کی موبائل کی گھنٹی بجے یا کوئی زائر خود کسی کو فون کرے تو ماحول میں خلل نہیں پڑتا۔ مگر مسجد نبوی ﷺ میں اور خاص کر ریاض الجنۃ اور اگلی صفوں میں کسی کے موبائل کی گھنٹی بجے تو ناگوار محسوس ہوتا ہے۔

کراچی سے روانگی کے وقت ہی ہمارے دوست اور ممتاز نعت گو شاعر قمر وارثی سے مدینہ منورہ میں ملنے کا پروگرام بن گیا تھا۔ کیونکہ ہماری روانگی کے ایک ہفتہ بعد انہیں بھی عمرہ کے لئے آنا تھا۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تھے تو انہوں نے مکہ مکرمہ سے فون کیا تھا۔۔۔ پروگرام کے مطابق انہیں اتوار کو مدینہ منورہ پہنچنا تھا۔ ریاض الجنۃ میں بیٹھے ہوئے ہمیں یہ خیال ہی نہیں رہا کہ آج اتوار ہے۔ ہم دھیان لگائے تلاوت میں مصروف تھے کہ ہمارے موبائل کی گھنٹی بجی، ندامت کا احساس ہوا اور جلدی سے جیب سے نکال کر فون سنا۔ قمر وارثی تھے۔۔۔ کہنے لگے۔۔۔ افضال صدیقی بھی ساتھ ہیں۔ میں نے سرگوشی میں کہا کہ میں

Marfat.com

ریاض الجنتہ میں ہوں اور مغرب کے بعد باب فہد کے سامنے ملاقات ہوگی۔اب آپ نے اندازہ لگایا کہ ہم نے موبائل فون کا تذکرہ تفصیل سے کیوں لکھا ہے۔

نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد جب ہم مسجد نبوی سے باہر نکلے۔حرم شریف میں ہم نے پہلے کبھی اتنی زیادہ تعداد میں لوگ نہیں دیکھے تھے۔رمضان کی آمد آمد تھی،اس لئے زائرین کی تعداد عام دنوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔

باہر کا صحن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔کندھے سے کندھا چھلتا تھا۔اس منظم ہجوم میں کسی کو تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔پھر موبائل فون ہی کی مدد سے خاصی دیر کے بعد ہم قمر وارثی اور افضال صدیقی کو تلاش کر پائے۔

افضال صدیقی ہمارے عزیز دوست ہیں،عالمی مشاعرہ کمیٹی کے بڑے فعال اور سرگرم ساتھی ہیں۔مشاعروں کا انعقاد ان کا مشغلہ اور شاعروں سے محبت ان کا مسئلہ ہے۔ افضال صدیقی کو یوں اچانک حرم شریف میں دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا،ہمیں تو گمان بھی نہ تھا کہ اپنے یار سے یہاں ملاقات ہوجائے گی۔چند برس پہلے حج کی سعادت نصیب ہوئی تو داڑھی رکھ لی،نماز باقاعدگی سے پڑھنے لگے۔چائے کی طلب تھی،ہم انہیں اسی ''ٹک شاپ'' میں لے گئے جہاں آج صبح ہم نے ناشتہ کیا تھا۔معلوم ہوا کہ افضال بھائی اور بھابھی اپنے بیٹے کے پاس ریاض آئے ہوئے ہیں اور عمرہ کرتے ہوئے آج ہی مدینہ منورہ پہنچے۔قمر وارثی سے رابطہ میں تھے اس لئے ہم سے بھی ملاقات ہوگئی۔

قمر وارثی وہ خوش بخت انسان ہیں کہ ۱۹۸۸ء سے ہر سال رمضان المبارک کے پہلے ہفتہ میں عمرہ پر آتے ہیں اور یہاں پندرہ دن گزارتے ہیں۔دورانِ گفتگو معلوم ہوا کہ قمر وارثی بھی ''دار حنین'' میں مقیم ہیں جبکہ افضال صدیقی پاکستان ہاؤس کی طرف مگر حرم شریف کے بالکل نزدیک ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

قمر وارثی نے بتایا کہ ترکی سلاطین کی تعمیر کردہ مسجد نبوی ۸۰ قدم چوڑی ہے اور اب

Marfat.com

باب سلام سے باب بقیع کی جانب نو تعمیر شدہ مسجد ۶۰۰ قدم ہے، انہوں نے خود اس کی پیمائش کی ہے۔ اس موقع پر افضال صدیقی نے اپنے سیل فون سے کراچی میں اظہر عباس ہاشمی اور اعجاز فاروقی سے ہماری بات کروادی۔ ان سے ملکی حالات کے بارے میں تبصرہ کرنے سے گریز کیا۔ حرمین شریفین کے قیام کے دوران دنیاداری کے حوالے سے کچھ یاد ہی نہیں آتا۔ یہاں آ کر کوئی اور بات یاد ہی نہیں آتی تھی۔

کچھ دیر بعد واپس حرم شریف میں آئے۔ وضو کے لئے وضو خانے کی طرف گئے تو وہاں لوگوں کی قطار لگی ہوئی تھی۔ حرم شریف کے باوردی ملازمین زائرین کو اشارہ کر کے دوسرے Toilets کی طرف جانے کا اشارہ کر رہے تھے۔ ہم دوسرے وضو خانے کی طرف گئے تو وہاں بھی لوگوں کی خاصی بڑی تعداد موجود تھی۔ تاہم ۔۔۔ ہم خود کار زینہ کی مدد سے Toilet تک پہنچے، یہاں پر ہر دروازہ کے باہر لوگ منتظر تھے۔ ہم نے سوچا اس وقت لوگوں کا اتنا اژدھام ہے تو رمضان المبارک کی آخری طاق راتوں اور حج کے موقع پر کیا عالم ہوتا ہوگا، گو یہاں کی انتظامیہ اس قدر فعال اور خدمت کے جذبے سے سرشار ہے کہ زائرین کو ہر ممکن آسانیاں بہم پہنچانے میں پورے خلوص کے ساتھ ہمہ وقت مصروف رہتی ہے۔

تمام زائرین اور عازمینِ حج اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ حرمین شریفین میں جوتیاں اور چپلیں کھو جاتی ہیں۔ ہر زائر اس تجربہ سے دوچار ہوتا ہے۔ بعض دفعہ تو کئی بار چپلیں گم ہو جاتی ہیں۔ یہ بات تو طے ہے کہ حرم شریف میں جوتی چوری نہیں ہوتی ہیں۔ عام طور پر تمام چپلیں ایک جیسی ہی ہوتی ہیں اور ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ بعض زائرین جوتیاں رکھ کر بھول جاتے ہیں کہ کس جگہ رکھی تھی۔ دوئم یہ کہ ناتجربہ کاری کی بناء پر زائرین ان مقامات پر اپنی چپلیں رکھ دیتے ہیں جہاں رکھنا منع ہے۔ سوئم یہ کہ مطاف میں دن میں کئی بار صفائی ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں چپلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا جاتا

Marfat.com

ہے۔ چہارم یہ کہ بعض لوگ حرم شریف میں داخل ہوتے وقت باہر ہی اپنی چپلیں چھوڑ دیتے ہیں جنہیں انتظامیہ اٹھا کر لے جاتی ہے۔ اس لئے بہت سے زائرین چپلیں اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور جہاں بیٹھتے ہیں اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں، یہاں تک تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن تکلیف اس وقت ہوتی ہے جب بہت سے زائرین چپل کو پاسپورٹ سمجھ کر گلے سے لگائے رکھتے ہیں۔ انہیں تین چار ریال کی چپل اس قدر عزیز ہوتی ہے کہ اسے ہاتھ میں پکڑے، طواف کرتے ہیں۔ سعی کرتے ہیں، حجر اسود اور رکن یمانی کا استیلام کرتے ہیں، یہی نہیں بعض حضرات تو سنگِ اسود کو بوسہ دیتے وقت اور مقام ملتزم پر کھڑے ہوکر غلاف کعبہ پکڑتے وقت بھی چپل کو اپنے ہاتھوں میں لئے رہتے ہیں۔ آپ خود سوچئے کہ مذکورہ مقامات کس قدر مقدس اور پاکیزہ و طاہر ہیں۔ ہم ایشین مسلمان تو قبلہ رخ پیر کر کے نہیں سوتے، گھروں کی تعمیر کے وقت اپنے غسل خانوں میں کموڈ کا رخ کعبہ کی طرف نہیں کرتے۔۔۔ اور بیت اللہ شریف میں آکر چپل کو جان سے زیادہ عزیز جانتے ہیں۔ چپل کے گم ہوجانے یا کھو جانے کا اتنا ہی ملال ہے تو کم از کم کپڑے کی تھیلی میں رکھ لیں، پلاسٹک کی تھیلی میں رکھ کر اپنے کمر بند میں اڑس لیں۔ اپنی پیٹھ پر باندھ لیں۔ لاکھوں روپے خرچ کرکے آتے ہیں، قیمت کے اعتبار سے چپل کی کیا حیثیت ہے۔ زائرین کو اس طرف ضرور توجہ دینی چاہئے۔

مسجد نبوی میں یہاں کی انتظامیہ نے بہت اچھا انتظام کیا ہوا ہے۔ مسجد نبوی کے باہر صحن میں چو طرف دفتر بنے ہوئے ہیں اور دنیا کی مختلف زبانوں میں لکھ کر بھی لگایا ہوا ہے کہ اگر آپ کی چپل کھو گئی تو دفتر میں جا کر بلا قیمت استعمال کے لئے چپل لے سکتے ہیں۔ ہماری بیگم نے خود اس سہولت سے فائدہ اٹھایا، ہماری تجویز ہے کہ حرم شریف مکہ مکرمہ میں بھی باب ملک عبدالعزیز اور باب فہد کے سامنے انتظامیہ کی جانب سے زائرین کو اس قسم کی سہولت مہیا کرنا چاہیے۔

Marfat.com

نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد ہم سب پھر جمع ہوئے، ہماری بیگم اور بیگم افضال بیس سال سے ایک دوسرے سے واقف ہیں، دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوئیں۔اب افضال صدیقی کا اصرار کہ ہماری ہوٹل قریب ہے وہاں چل کر ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔مگر ہم نے معذرت چاہی، قمر وارثی سے کہا کہ چلو، آپ بھی اسی ہوٹل میں مقیم ہیں۔ساتھ چلتے ہیں۔ کہنے لگے، میں تو رات مسجد نبوی میں گذارتا ہوں۔ ہوٹل تو صرف سامان رکھنے کے لئے لیتا ہوں، عجیب فقیر منش اور درویش صفت شاعر ہیں۔خیر ہم نے دوستوں سے اجازت لی۔راستے میں ایک ہوٹل میں کھانا کھایا۔بازار سے صبح ناشتہ کے لئے بیگم نے ضروری چیزیں خریدیں، اپنی ہوٹل میں آگئے۔بیگم نے چائے بنائی۔دن بھر کی سرگرمیوں پر تبصرہ کرتے کرتے سو گئے۔

تہجد کے وقت اٹھے اور حرم شریف چلے گئے۔اس دوران بیگم نے بتایا کہ خواتین کے ساتھ اور خاص کر پاکستانی خواتین کے ساتھ بہت زیادتی کی جاتی ہے۔وہ اس بات پر بھی افسردہ تھیں کہ خواتین کو روضۂ اطہر کی زیارت سے محروم رکھا جاتا ہے۔نہ ہم مواجہ شریف کا دیدار کر سکتے ہیں نا اپنے پیارے نبی ﷺ کی سنہری جالیوں کے سامنے کھڑے ہو کر سلام پیش کر سکتے ہیں۔وہ محسنِ انسانیت ہیں اور ہم خواتین پر تو آپ ﷺ کے اَن گنت اور لاتعداد احسانات ہیں۔آپ سرورِ کائنات ﷺ نے عورتوں کو ذلت کی پستی سے نکال کر ماں کا مقدس درجہ عطا کیا۔بھیڑ بکریوں کی طرح مردوں کی غلامی سے نکال کر۔بہن، بیٹی اور بیوی کا باوقار رشتہ مہیا کیا۔زندہ دفن کی جانے والی بچیوں کو، ایسا مقام عطا فرمایا کہ باپ، بھائی، بیٹا اب بچیوں کو کلیجہ کی ٹھنڈک مانتے ہیں۔وہ ہمارے بھی تو رسول ﷺ ہیں۔ہم خواتین کے بھی تو محسنِ اعظم ہیں۔ہمارا بھی حق ہونا چاہیے کہ ہم ایک نظر ہی سہی، پل بھر کو سہی، لمحہ بھر کو سہی کہ ہم بھی روضۂ اطہر کا دیدار کریں۔نگاہوں سے سنہری جالیوں کو بوسہ دیں۔وہ افسردہ ہو گئیں، کہنے لگیں، چلیں! ہم پر یہ پابندیاں بجا۔

Marfat.com

پھر بتانے لگیں کہ ریاض الجنۃ میں خواتین کے لئے جو محدود اور مختصر سا وقت مقرر ہے اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ مختلف ممالک پر مشتمل خواتین کے گروپ بنائے جاتے ہیں اور پھر ایک گروپ کو ریاض الجنۃ میں لے جایا جاتا ہے۔خواتین یوں بھی اس قدر منظم نہیں ہوتیں جن ممالک کی خواتین پہلے جاتی ہیں وہ مشکل سے نکلتی ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ پاکستانی خواتین کو سب سے آخر میں کیوں ریاض الجنۃ جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اب ہزاروں پاکستانی خواتین۔۔۔جب انہیں ریاض الجنۃ میں جانے کی اجازت ملتی ہے تو وہاں پہلے گروپ کی خواتین بھی موجود ہوتی ہیں۔ وہ اتنی آسانی سے نہیں نکلتیں۔ ہم لوگ بمشکل تمام پہنچتے ہیں۔ بھاگم بھاگ۔۔۔دو چار نوافل ادا کرنے کا موقعہ ملتا ہے کہ خواتین کے لئے مقررہ وقت ختم ہو جاتا ہے۔اور وہاں ڈیوٹی پر موجود عورتیں ہمیں باہر نکال دیتی ہیں۔ یہ بڑی زیادتی ہے۔ ہر دفعہ پاکستانی خواتین کو سب سے آخر میں موقعہ دیا جاتا ہے، سچ بات تو یہ ہے کہ ان تین چار دنوں کے دوران میں نے تو ریاض الجنۃ اور مقصورہ شریف کی دیواروں کو نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے یہاں تک پہنچایا اور پیارے نبی ﷺ نے ہمیں اپنے اتنے قریب آنے کی اجازت عطا فرمائی۔

دوسرا دن معمول کے مطابق حرم شریف میں گزرا۔عصر کی نماز کے بعد پروگرام کے مطابق بیگم سے مقررہ جگہ ملاقات ہوئی۔ جنت البقیع نہ جا سکے تھے اس لئے ہم جنت البقیع کی طرف چلے گئے۔ بائیں ہاتھ کی جانب تعمیراتی سرگرمیاں جاری تھیں جس کے سبب ہم قریبی راستے سے نہ جا سکے۔ واپس لوٹے اور ایک لمبا چکر لگا کر باب السلام کی طرف گئے۔ باب السلام کے سامنے تین چھتریاں صحن میں نصب کر دی گئیں ہیں۔ان سے گذر کر ہم قبلہ رخ سیدھے چلے گئے۔ یہاں دو منزلہ عمارتوں پر مشتمل ایک طویل مارکیٹ ہے، اس کے کئی حصہ ہیں اور تمام ایئر کنڈیشن ہیں۔ باب السلام کے سامنے اگر مسجد نبوی ﷺ کے صحن کو پار کر کے باہر نکلیں تو لائبریری ہے اور اس کے عقب میں مسجد غمامہ سمیت دو تین اور چھوٹی

Marfat.com

چھوٹی مساجد ہیں۔ مسجد غمامہ کے کئی گنبد ہیں۔اس کی تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ۲ھ میں یہاں پہلی دفعہ عید الفطر اور عید الضحیٰ کی نمازیں ادا فرمائیں تھیں، اس کے علاوہ ایک بار، نماز استسقاء بھی پڑھائی تھی۔اس سال مدینہ منورہ میں بارش نہیں ہوئی۔ زمین بنجر ہوگئی۔ کنوؤں میں پانی کم ہوگیا۔لوگ پریشان ہوگئے تو صحابہ کرامؓ نے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر بارش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی مقام پر نماز استسقاء ادا فرمائی۔ابھی نماز مکمل نہیں ہوئی تھی کہ بادل گھر گھر کرآئے اور پھر ٹوٹ کے برسے کہ مدینہ کی زمین جھل تھل ہوگئی۔عربی میں بادلوں کو غمامہ کہتے ہیں۔ بس اس کے بعد اس مسجد کا نام مسجد غمامہ پڑ گیا۔مسجد غمامہ کے ساتھ ساتھ مسجد ابوبکر صدیقؓ، مسجد عمر فاروقؓ اور مسجد علیؓ ہیں۔ہم نے بیس سال پہلے انہیں جب دیکھا تھا تو بہت پختہ نہ تھیں لیکن چار برس پہلے ان مساجد کی زیارت کی تو سعودی حکومت نے تقریباً اسی انداز میں مذکورہ مساجد کو دوبارہ تعمیر کردیا ہے۔ان مساجد کے بارے میں روایت یہ ہے کہ مذکورہ مساجد میں سیّدنا ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ نے نمازیں ادا کیں ہیں اسی لئے ان مساجد کے نام مذکورہ مقدس ہستیوں کے نام پر رکھ دیئے گئے ہیں۔ مسجد علیؓ میں ایک روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عید کی نماز بھی ادا کی تھی۔اس بار ہم نے دور سے مسجد غمامہ کی زیارت کی۔۔۔ باب السلام کے سامنے والے علاقہ میں جانے کا موقعہ نصیب نہیں ہوا۔

اس مارکیٹ میں جدید مصنوعات سے آراستہ سینکڑوں دکانیں ہیں اور مارکیٹ کے اندر بھی اور بیرونی حصہ میں بھی چھوٹی چھوٹی ہوٹلیں ہیں جہاں سے آپ فاسٹ فوڈ، چائے، کافی، جوس اور کولڈ ڈرنکس لے سکتے ہیں۔شام کی چائے ہم نے ٹک شاپ کے باہر کھڑے ہوکر پی جبکہ بیگم نے بچوں کے لئے چھوٹی موٹی چیزیں خریدیں۔حرم شریف کے باہر کا یہ حصہ جو قبلہ رخ ہے بالکل اسی طرح کا پایا جس طرح ہم نے چار سال پہلے دیکھا تھا۔

Marfat.com

جنت البقیع کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ سیڑھیاں چڑھ کر جب اوپر پہنچے، خواتین کی ایک بڑی تعداد باہر کھڑی نوحہ کناں تھی۔ خواتین کو جنت البقیع میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے وہ باہر گیلری میں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ بیگم بھی باہر رک گئیں۔ پچھلی بار جب میں حاضر ہوا تھا تو اس وقت دروازہ بند تھا۔ غالباً عصر کی نماز کے بعد دروازہ کھلتا ہے اور مغرب سے آدھے گھنٹے سے پہلے زائرین اور سوگواروں کو باہر نکال دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

جنّت البقیع

جنت البقیع مدینہ منورہ کا قدیم ترین قبرستان ہے۔قبرستان کہنا تو بے ادبی ہے۔یہ تو جنت البقیع ہے۔ہجرت کے پہلے سال حضرت براءؓ بن معرور پہلے انصاری تھے جو ماہ صفر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔حضور اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں مقام غرقد میں دفنایا گیا۔اس زمانے میں اس مقام پر بہت سے درخت تھے جنہیں غرقد کہا جاتا تھا۔اسی لئے اس جگہ کو مقام غرقد کہتے تھے لیکن اس کے بعد اس مقام کو "جنت البقیع" کہا جانے لگا۔حضرت براءؓ، بیعت عقبیٰ کبریٰ میں سن ۱۳ نبوت کو حج کے موقعہ پر ایمان لائے تھے اور حضور اکرم ﷺ نے اس موقع پر بارہ نقیبوں کا انتخاب فرمایا تھا اور خاندانِ بنو سلمیٰ میں سے حضرت براء کو نقیب مقرر کیا تھا۔

لیکن مہاجرینؓ مکہ کی رائے میں جنت البقیع میں دفن ہونے والے پہلے صحابی حضرت عثمانؓ بن مظعون ہیں۔ان کے بعد حضرت اسد بن زُرارہ بارضائے الٰہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تھے اور وہ بھی جنت البقیع میں دفن ہوئے۔میں دروازہ سے داخل ہو کر دو تین سیڑھی نیچے اترا۔میرے سامنے دنیا کا سب سے زیادہ مقدس اور تاریخی "شہر خموشاں" تھا۔ہمارا عقیدہ ہے کہ رسولوں اور پیغمبروں کے بعد صحابہ کرام، اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک تمام انسانوں میں نیک اور واجب الاحترام ہیں۔یوں اس سرزمین پر ہزاروں صحابۂ کرامؓ آسودۂ خاک ہیں۔کتنے روشن ستارے یہاں مدفون ہیں اس کا اندازہ کرنا مجھ ایسے کج فہم اور کم علم کے لئے مشکل ہے۔تاریخ کے صفحات کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو فہرست مرتب ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

کئی برس بعد یہاں حاضری کا موقعہ نصیب ہوا۔ جنت البقیع میں داخل ہونے کے بعد ایک طرف ازواج مطہراتؓ اور اس کے قریب ہی اہل بیت اطہارؓ مٹی کی چادر اوڑھے محوِ خواب ہیں۔ برسوں پہلے جنت البقیع میں ہتھیلی کی لکیروں کی طرح بہت سی پگڈنڈیاں بنی ہوئی تھیں۔لوگ دبے دبے قدموں سے احتیاط کے ساتھ بے آواز۔۔۔ دھیمے دھیمے چلتے ہوئے اور بعض قبروں کے نزدیک کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھتے تھے۔ مقامی معلّم یا گائیڈ اہم مزارات کی نشاندہی کرتے جاتے تھے کہ یہ قبر فلاں صحابیؓ کی ہے، یہ قبر فلاں صحابیؓ کی ہے۔ اس بار ہم نے کسی معلّم کو نہیں دیکھا۔ کچھ کچھ ذہن میں تھا۔ پہلے جہاں کچی پگڈنڈیاں تھیں وہاں انہیں کشادہ کر کے یعنی پھیلا کر پکی راہداریاں بنادی گئیں ہیں۔ چلتے وقت خوف رہتا ہے کہ جانے ہم کہیں کسی صحابیؓ کی قبر پر سے تو نہیں گذر رہے۔

پرانے نقشوں اور تاریخی روایتوں کے مطابق تیسرے خلیفہ، دامادِ رسول ﷺ، حضرت عثمان غنیؓ کی قبر مبارک کے گرد ایک بڑا سا احاطہ بنا ہوا ہے، سرہانے اور پائنتی دو پتھر رکھے ہیں۔اسی طرح دائی حلیمہؓ کا مزار ایک احاطہ میں ہے۔ دروازہ سے داخل ہوتے ہی چند قدم کے فاصلے پر ذرا دائیں ہاتھ کی جانب، امّہات المومنین کے مزارات ہیں، دراصل بہت سی قبریں ایک ساتھ ہیں ان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینب بنت جحشؓ، حضرت سودہؓ، حضرت امّ سلمہؓ، حضرت زینبؓ بنت حزیمہ، حضرت جویریہؓ، حضرت امّ حبیبہؓ اور حضرت صفیہؓ شامل ہیں۔ ان کے قریب ذرا سا بائیں جانب، تین قبروں کے آثار ہیں۔ ان میں حضرت رقیہؓ زوجہ حضرت عثمانؓ، حضرت زینبؓ اور حضرت امّ کلثومؓ آسودۂ خاک ہیں۔ان کے ساتھ دو مزارات کے نشانات ذرا نمایاں ہیں ان میں، حضرت سیّدنا عباسؓ اور ان کے برابر خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرہؓ محوِ خواب ہیں۔ ان کے پہلو میں حضرت حسنؓ بن علی۔ ان نشانات سے ذرا آگے۔ چند مزارات کے آثار باقی ہیں۔ان میں حضرت جعفر صادقؒ، حضرت محمد باقرؒ، حضرت زین العابدینؒ اور نواسۂ رسول

Marfat.com

حضرت حسنؓ محو استراحت ہیں۔اسی راہداری پر ذرا آگے چلیں تو بائیں ہاتھ کو امام مالکؒ کا مزار نمایاں ہے۔دس قدم آگے چلیں تو حضور اکرمﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی قبر ہے، ایک احاطہ بنا ہوا ہے اور نمایاں ہے۔کہا جاتا ہے انہیں حضرت عثمان بن مظعونؓ کے قریب دفن کیا گیا تھا، جن کے بارے میں مہاجرین مکہ کا دعوہ ہے کہ وہ جنت البقیع میں دفن ہونے والے پہلے صحابی ہیں (اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے)۔تاریخ میں ہے کہ حضرت ابراہیم کی قبر پر پہلی بار پانی کے چھینٹے ڈالے گئے۔ہمارے یہاں اب تک یہی طریقہ رائج ہے۔

اس ''گنج ہائے گراں مایہ'' میں دو قبریں بہت نمایاں ہیں، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت دائی حلیمہؓ جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔اس کے علاوہ قطار اندر قطار ہزاروں قبریں ہیں۔سب بے نام ونشان۔

فنا کیا ہے؟

اس کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے تاریخ کے صفحات، جن عظیم ہستیوں کے کارناموں سے بھرے پڑے ہیں وہ یہاں زمین اوڑھے آرام فرما رہے ہیں۔

ڈاکٹر علامہ اقبال کے مصرع میں ذرا سا تصرف کر کے یہی کہا جا سکتا ہے ؎

''آسمان اِن کی لحد پر شبنم افشانی کرے''

ہزاروں سلام۔لاکھوں دعائیں ان کے لئے جنہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔فاتحہ پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

اے معبود برحق! اپنے ان محبوب بندوں کو اجرِ عظیم عطا فرما۔حضور اکرمﷺ کے رشتہ داروں اور ساتھیوں پر رحم فرما اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔یہاں آرام کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں تیرا محبوب بندہﷺ، محبوب رکھتا تھا۔ان میں وہ ہستیاں بھی ہیں جنہوں نے مسجد قبا اور مسجد نبویﷺ کی تعمیر میں اپنے آقاﷺ کے ساتھ حصہ لیا تھا۔وہ لوگ بھی ہیں جنہیں وجہ تخلیقِ کائنات کے ہمراہ سفر میں اور حضر میں

Marfat.com

ساتھ رہ کر اپنے آقا ﷺ کی خدمت کا موقعہ نصیب ہوا تھا۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو صفہ پر معلمِ انسانیت ﷺ سے درس لیا کرتے تھے۔ یہاں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے جان کا نذرانہ پیش کیا۔ اور وہ لوگ بھی جنہوں نے صبر وقناعت، انکساری اور سادگی کی وہ مثالیں قائم کیں جو قیامت تک آنے والے انسانوں کی راہنمائی کے لئے روشن اور تابندہ رہیں گی۔ یہاں وہ عاشقانِ رسول ﷺ بھی محوِ خواب ہیں جو اپنے آقا ﷺ کی جنبش ابرو پر جان قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ یہاں وہ لوگ بھی آرام فرما ہیں جن کی، آج نہ تو کوئی نظیر ہے، نا مثال ہے۔ اے اللہ! تُو ان کے درجات بلند فرما۔ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ آمین

میں اِدھر اُدھر مختلف راہداریوں سے گذرتا رہا۔۔۔ میں اکیلا تھا۔ تنہا تھا۔ بہت کم تر اور حقیر بندہ۔ بہت عصیاں کار اور گنہ گار بندہ۔ میں ستاروں کے بیچ ایک ذرّہ تھا۔ میں سمندر کے درمیاں ایک قطرہ تھا۔ میں نیکوکاروں کی لاکھوں تابناک تجلیوں میں ایک ٹمٹماتا دیا تھا۔ میں تاریخِ اسلام کے لاکھوں اوراق پر بکھرے ہوئے عنوانات کا ایک معمولی نقطہ تھا۔ بے معنی اور بے مفہوم، دھندلا اور نہ دکھائی دینے والا۔ میں دھیمے دھیمے، بوجھل قدموں سے واپس لوٹتے ہوئے ''پھول دعاؤں'' کی پتیاں، عقیدت کے ساتھ ایک ایک قبر پر چڑھاتا ہوا لوٹ آیا۔ سیڑھیوں پر چڑھتے وقت میں دم بھر کو رُکا۔۔۔ پھر کچی قبروں پر نگاہ ڈالی۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''جنت البقیع میں سے ۷۰ ہزار افراد ایسے اُٹھیں گے جو جنت میں بلا حساب جائیں گے''۔۔۔ یہاں آنے والے تمام مسلمانوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ انہیں مدینہ میں دفن ہونا نصیب ہو، لوگ ہزاروں میل دور رہ کر دعا کرتے ہیں کہ مدینہ کی مٹی مل جائے۔ قمر وارثی کا ایک مطلع یاد آ گیا۔

اب کہاں جاؤں تڑپتے دل کی یہ خواہش نکال
اے مدینہ کی زمیں میری بھی گنجائش نکال

Marfat.com

باہر خواتین کا ہجوم اب بھی موجود تھا۔ ایک طرف بیگم گم سم کھڑی تھیں۔ باب بقیع کے سامنے جنت البقیع کی دیوار کے ساتھ چھوٹی چھوٹی دکانیں ہیں، چند قدم کے بعد حرم شریف کی خوبصورت چہار دیواری شروع ہو جاتی ہے۔ مغرب کا وقت قریب تھا۔ خواتین کے داخلہ کا دروازہ باب فہد کی جانب تھا اس لئے بیگم کو ایک لمبا چکر کاٹ کر یعنی باب السلام سے باب فہد تک جانا پڑا لیکن میں باب جبریل سے داخل ہو کر قریب ہی بیٹھ گیا۔

باب بقیع اور باب جبریل کے اندر کا یہ حصہ بہت خاموش اور پرسکون ہے۔ مسجد نبوی کے پرانے نقشوں کی مدد سے اگر تصور کیا جائے تو یہاں امہات المومنینؓ کے حجرے ہوا کرتے تھے۔ باب بقیع سے داخل ہو کر، باب السلام کی طرف جانے کی بجائے ہم الٹے ہاتھ کو یعنی باب جبریل کے اندرونی حصہ کی طرف مڑ جائیں، تو سب سے پہلے حضرت حفصہ کا حجرہ تھا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ تھا۔ ان کے ساتھ حضرت سودہؓ اور دیگر امہات المومنین کے ہجرات تھے۔ حضرت عائشہؓ کے حجرہ سے متصل ایک دیوار کے پاس خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا ہجرہ تھا جہاں پر آپ نے شادی کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ رہائش اختیار کی تھی۔ دیوار کے بیچ، ایک کھڑکی تھی۔ حضور اکرم ﷺ اسی کھڑکی سے اپنی محبوب صاحبزادی اور نواسوں (حسنؓ اور حسینؓ) کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور اسی کھڑکی کے ساتھ کھڑی ہو کر حضرت عائشہؓ، حضرت فاطمہؓ باہم باتیں کیا کرتی تھیں۔

مسجد نبوی، حضور اکرم ﷺ کی ہدایت پر تعمیر کی گئی۔ فتح خیبر کے بعد آپ ﷺ نے اس میں توسیع کرائی۔ نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کی توسیع کی۔۔۔ مگر مشرق کی جانب امہات المومنین کے حجروں کو محفوظ رکھا۔ چوتھی بار حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں مسجد نبوی کی توسیع ہوئی۔ اس بار بھی امہات المومنین کے ہجرات کو محفوظ رکھا گیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں مسجد نبوی کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔ دس ماہ میں مسجد تعمیر ہوئی۔

Marfat.com

اسلام کا پیغام اب چہار دنگ عالم میں پھیل چکا تھا۔ مدینہ منورہ کی آبادی بڑھ گئی تھی اور مسجد کی توسیع ناگزیر ہوگئی تھی۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے مدینہ منورہ کے گورنر عمر بن عبدالعزیز کو ہدایت کی کہ وہ مسجد نبوی کی توسیع کا منصوبہ تیار کرائیں اور تعمیراتی کام شروع کریں۔ ساتھ ہی ہدایت دی کہ مشرقی سمت میں بھی توسیع کریں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اُمہات المومنینؓ میں سے کوئی بھی حیات نہیں تھیں، اس لئے حجرات ام المومنینؓ جو اب تک محفوظ تھے انہیں مسمار کر دیا گیا۔ آس پاس کے مکانات کو خرید کر ان کی جگہ مسجد نبوی میں شامل کر کے مسجد کی توسیع کر دی گئی۔ امہات المومنینؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے حجرات گرائے گئے تو مدینہ میں کہرام مچ گیا، لوگ زار و قطار رونے لگے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے کہا کہ اگر حضور اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین مسجد نبوی میں توسیع نہ فرماتے تو میں بھی یہ جرأت نہ کرتا لیکن اب نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی ہے اور امہات المومنینؓ نے بھی اس دار فانی سے پردہ فرما لیا ہے اس لئے حجرات کی زمین کو مسجد نبوی میں شامل کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

تاریخ کے صفحات ذہن میں الٹتے رہے۔ میں باب جبریل سے داخل ہو کر ایک صف میں آ کے بیٹھ گیا اور تصورات کی دنیا میں گم ہو گیا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سرکار دوعالم ﷺ اپنی ازواج مطہرات اور اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور اپنے پیارے نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے ملنے آتے ہوں گے۔ اس زمین کے ذرّوں نے میرے سرکار ﷺ کے تلوؤں کے بوسے لئے ہوں گے۔ یہیں کی خاک نے میرے آقا ﷺ کے پیروں کو چوما ہوگا اور اسی جگہ سے میرے مولیٰ ﷺ ہزاروں بار گذرے ہوں گے۔ کاش یہاں وہی مٹی ہوتی جس نے قدم مبارک کو مس کیا ہے۔ تو میں، میں اس خاک مدینہ کو سرمہ بنا کر آنکھوں میں لگاتا۔۔۔ میرے اندر سے آواز آئی۔ ناممکنات کے ہیرے خواہشات کی مالا میں نہیں پروئے جاتے۔ پھر خیال آیا۔۔۔ مدینہ بھی وہی۔ خاک مدینہ بھی وہی۔ مسجد نبوی سے باہر سڑکوں اور گلیوں میں جو گرد ہے وہ بھی چودہ سو سال سے اسی آستانہ کے گرد

Marfat.com

طواف کر رہی ہے۔ اگر جذبہ صادق ہے تو کسی بھی سڑک پر انگلی مل کر آنکھوں میں لگا لو۔ کیا خبر اس میں کوئی ایسا ذرّہ ہو جو اسی مقام سے اڑ کر وہاں تک پہنچا ہو اور تمہاری آرزو پوری ہو جائے۔

رضوان صدیقی! تم تو دکھاوا کر رہے ہو، کرنے والے تو صدیوں سے خاک مدینہ کو آنکھوں کا سرمہ جان کر چشمِ تر میں لگاتے اور آنسو بہاتے ہیں۔ زیادہ پرانی بات نہیں کیا قدرت اللہ شہاب نے ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ تو اس وقت بھی بڑے آدمی تھی۔ بڑے افسر تھے۔ شاید اس زمانہ میں ڈپٹی کمشنر تھے۔۔۔

میں شرمندہ ہو گیا۔ ندامت سے گردن جھکالی۔ میرے سامنے ''شہاب نامہ'' کھل گیا، انہوں نے لکھا تھا:

''گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ چلنے کے بعد ایک موڑ آیا جس کی گولائی پر چند گاڑیاں رکی ہوئی تھیں اور بہت سے لوگ سڑک پر کھڑے والہانہ انداز میں درود و سلام پڑھ رہے تھے، یہ اس بات کی علامت تھی کہ ان حضرات کو گوہر مقصود نظر آ گیا۔ میری عمر اس وقت بتیس تینتیس برس تھی۔ اس طویل عرصہ میں میری آنکھوں نے زندگی کی کثافت، رذالت، رکاکت اور خباثت کے علاوہ اور بہت کچھ نہ دیکھا تھا۔ اب جی چاہتا تھا کہ گنبد خضرا پر نگاہ ڈالنے سے پہلے ان گنہ گار آنکھوں کو کسی قدر صاف کرلوں۔ اسی مقصد کے لئے شاہراہِ مدینہ کی خاک سے بہتر اور کیا چیز ہو سکتی تھی۔ میں نے اضطراً چلتی ہوئی سڑک سے خاک کی چٹکی اٹھائی اور اسے اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالیا۔

مسجد نبوی تک پہنچتے پہنچتے میری آنکھیں سوج گئیں اور راستہ نظر آنا مشکل ہو گیا۔ قدم قدم پر راہگیروں سے ٹکر لگتی تھی۔ مجھے اندھا سمجھ کر ایک بھلے آدمی نے میری راہنمائی کی اور باب جبریل تک پہنچا دیا۔ باب جبریل پر عاشقانِ

Marfat.com

رسول ﷺ کا ہجوم تھا۔ اندر جانے والوں اور باہر آنے والوں کا غیر منقطع تانتا بندھا ہوا تھا، ایک نورانی صورت بزرگ چٹائی پر بیٹھے لوگوں کے جوتے سنبھالنے میں مصروف تھے، میری آنکھوں میں اب تک دھندسی چھائی ہوئی تھی اور بھیڑ کے ریلے میں پھنس کر مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں آگے بڑھ رہا ہوں یا پیچھے جا رہا ہوں، ایک مقام پر میں چند لوگوں سے ٹکرا کر بری طرح لڑکھڑایا اور جوتوں کے ڈھیر پر اوندھے منہ گر پڑا''۔۔۔۔۔۔

''شہاب نامہ'' کے صفحات الٹتے رہے اور میں بھیگی پلکوں سے اجلے لفظوں کی روشن سطریں پڑھتا رہا۔ اچانک ممتاز مفتی کی کتاب ''لبیک'' کا ایک ورق یاد آ گیا۔ انہوں نے لکھا تھا۔

''جب قدرت (قدرت اللہ شہاب) پہلی مرتبہ حج پر گئے تھے تو انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر جذبۂ عقیدت سے مسحور ہو کر مسجد نبوی کے سامنے میدان سے چٹکی بھر مٹی اٹھا کر آنکھوں میں ڈال لی تھی۔ ان کی آنکھیں بوٹی کی طرح سرخ ہو گئیں تھیں اور پھر سوج گئیں تھیں کہ تین روز کھل نہ سکیں۔ اس عالم میں وہ روز سونٹا ٹیک ٹیک کر مسجد نبوی ﷺ میں پہنچتے اور پھر سارا دن سوجھی ہوئی بند آنکھوں سے وہاں بیٹھے رہتے۔ چونکہ بار بار مسجد سے آنا اور وہاں جانا ان کے لئے بے حد مشکل تھا۔ میں نے قدرت سے کہا تھا ''یہ آپ نے کیا کیا، یہ تو سراسر حماقت تھی''۔ وہ بولے، تھی تو حماقت!

حماقت تھی تو کی کیوں؟۔۔۔ اس حماقت کی وجہ سے کتنا نقصان ہوا؟۔۔۔

نقصان؟ انہوں نے پوچھا۔

تین دن آپ سبز گنبد نہ دیکھ سکے۔

ہاں! وہ بولے۔ تین دن سبز گنبد کو نہ دیکھ سکا۔ لیکن ان تین دنوں کے دوران

Marfat.com

مسلسل طور پر میری بند آنکھوں کے سامنے سبز جالیاں معلق رہیں۔ یوں لگتا تھا جیسے سوجن نہ ہو بلکہ سبز جالی کی سلاخیں ہوں"۔

میں نے گردن جھکالی۔ میں نے اعتراف کیا کہ میری خواہشیں اور آرزوئیں بے دوح ہیں۔ کیونکہ اوپری دل سے کی جانے والی دعاؤں کی سرگوشیوں سے۔"درِاجابت نہیں کھلتا۔" کھلتا۔۔۔ضرور کھلتا ہے!۔۔۔ مجھے اپنی ہی آواز سنائی دی۔ باب ملتزم پر چوکھٹ پکڑ کر دعا مانگو۔ سنہری جالیوں کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوکر، سرکار ﷺ کا واسطہ دے کر مانگو، درِاجابت کھل جاتا ہے۔ دعائیں مقبول ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ میرا رب دعاؤں کا بڑا سننے والا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ توبہ کرنے والا پھر غلطی کرے گا۔ گنہ کرے گا۔ اور پھر معافی مانگنے آئے گا۔ خالقِ کائنات وارض وسماوات کو اپنے بندہ کی یہی ادا تو پسند ہے۔ پس اے ننگ خلق رضوان صدیقی!۔۔۔ مانگو!۔۔۔ جتنی چاہو دعائیں مانگو!۔۔۔ دل کے اندر سے یا باہر۔۔۔ رٹے رٹائے جملوں میں یا ترتیب دیئے ہوئے مکالموں میں۔ رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت بنالو۔ اسے تو مانگنے والا بندہ پسند ہے۔ یہ خیال آتے ہی مجھے اطمینان ہو گیا۔

مغرب کی اذان کا وقت قریب تھا اور اس چھوٹی سی جگہ پر قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی مگر لوگ آئے چلے جا رہے تھے۔ بیٹھے لوگوں کو دائیں بائیں کھسکا کر اپنے لئے جگہ بنالیتے تھے، میں گھنٹہ بھر سے یہ منظر دیکھ رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا کہ اس مقام پر لوگ ایک دوسرے سے جڑے بیٹھے تھے، لیکن لوگ آتے جا رہے تھے اور بیٹھتے جا رہے تھے۔ اب نہ سجدہ کی جگہ بچی تھی نہ قیام کی، نہ جلوس کی۔ میں حیران تھا۔ لیکن اپنے نصیب پر شاداں وفرحاں تھا کہ میں حضور اکرم ﷺ کی پائینتوں میں بیٹھا تھا۔ ان کے مبارک قدموں کی سمت بیٹھا تھا۔ میرے قریب بیٹھے ہوئے ایک پاکستانی سے بات چیت شروع ہوئی، اس نے بتایا کہ باب جبریل کے ساتھ والی دیوار کی سی منڈیر پر جو لانبے قد کا شخص بیٹھا ہے یہ روضۂ مبارک کے اندر جا کر

Marfat.com

صفائی کرتا ہے۔ میں نے غور سے انہیں عقیدت بھری نظروں سے دیکھا، ان کے چہرے پر داڑھی نہیں تھی، تھوڑی پر اِکا دکا بال تھے۔ رنگ سیاہ تھا مگر بہت اجلا تھا۔ دل نے کہا کس قدر خوش بخت ہے کہ سرکار ﷺ کے روضہ کی جاروب کشی کرتا ہے۔ ان سے تعارف ہو جائے تو شاید یہ روضۂ اطہر کی خاک دے دیں۔ میں سرمہ بنا کر آنکھوں میں لگالوں۔ پھر وہی آواز آئی:

''اوپری دل سے کی جانے والی دعاؤں کی سرگوشیوں سے در رجابت وا نہیں ہوتا''

میں نے اپنی آواز سے اس آواز کو ڈانٹ دیا۔

ہوتا ہے۔ ضرور ہوتا۔۔۔ میں نے جان لیا کہ یہ وسوسے کی گونج تھی۔ یہ شک پیدا کرنے والی آواز تھی۔ یہ شبہ میں مبتلا کرنے والی سرگوشی تھی۔ میں نے کہا، میرا رب بڑا رحیم و کریم ہے، میرا رب بہت بڑا ہے۔ بہت عظیم ہے۔ اسی لمحہ فضا میں اذان کی آواز گونجی۔۔۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔۔۔ میں سرشار ہو گیا۔ سماعتوں میں مٹھاس گھلنے لگی۔ مسجد نبوی ﷺ کے موذن کی اذان کو کان ترستے ہیں۔ بلال حبشی کی آواز کو سماعتیں ترستی ہیں۔ میں موذّن کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے بلال حبشی کا تصور کیا اور ان کی آواز سنتا رہا۔ وہ آواز جو میرے آقا ﷺ کو محبوب تھی۔ وہ آواز جو صحابہ کرام کو پسند تھی۔ اذان ختم ہوئی، لوگ کھڑے ہو گئے، صفیں بن گئیں، وہی جگہ تھی۔ اس سے بھی زیادہ لوگ تھے۔ مگر جانے کیسے سجدہ کی جگہ نکل آئی۔ درست ہے کہ جگہ تنگ تھی لیکن۔۔۔ رکوع و سجود، قیام و جلوس سب پورے ہو گئے۔ امام نے سلام پھیرا۔ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ تمام لوگ سنہری جالیوں کی سمت بڑھ رہے تھے۔ سب کا رخ مواجہ شریف کی طرف تھا، کوئی ریاض الجنۃ کی طرف سے جانا چاہتا تھا۔ کوئی حجرہ فاطمہؓ کی طرف سے جانا چاہتا تھا۔ میں دبے قدموں پیچھے ہوتا گیا، لوگوں کی مخالف سمت چلتا ہوا، بمشکل تمام باب مجیدی سے باب فہد تک پہنچا۔

مقررہ جگہ پر خاصی دیر بعد قمر وارثی اور افضال صدیقی ملے۔ باہر نکل کر چائے پی

Marfat.com

گئی۔ قمر وارثی نے بتایا کہ مسجد نبوی ﷺ اور حرم شریف میں وتر کی رکعتیں دو حصّوں میں پڑھائی جاتی ہیں یعنی پہلے دو رکعت وتر کی نیت باندھ کر سلام پھیر لیا جاتا ہے اور اس کے بعد ایک رکعت وتر کی نیت کی جاتی ہے۔ رکوع کے بعد امام سجدے میں جانے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہے اور تمام مقتدی اس کی تقلید کرتے ہیں۔ دعا کے بعد امام سجدہ میں جاتا ہے اور التحیات کے بعد سلام پھیرتا ہے۔ ہمارے لئے یہ بات حیران کن بھی تھی اور مفید بھی کہ پہلے ہی قمر وارثی نے ہمیں صلاۃ وتر کے بارے میں بتادیا تھا۔ قمر وارثی کے ایک دوست شاکر مدینہ منورہ ہی میں ملازمت کرتے ہیں اور پاکستانی ہیں ان سے تعارف ہوا اور ان کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ کی خوبصورتی کے بارے میں یہاں کے حسن انتظام اور مقامی لوگوں کی انکساری اور پرخلوص رویے پر باتیں کرتے رہے۔

مغرب کی نماز ختم ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ مگر رمضان کے چاند نظر آنے کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ ہم تمام ساتھی وضو کر کے حرم شریف میں آ گئے۔ مسجد نبوی اندر سے بے حد وسیع اور کشادہ ہے لیکن مسجد نبوی ﷺ کے اندر دائیں بائیں، آس پاس کہیں بھی پیر پھیلا کر بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ جبکہ لوگوں کا ایک اژدھام تھا جو مسجد کے مختلف دروازوں سے داخل ہو رہا تھا۔ ہم لوگ بھی بمشکل تمام باب مجیدی سے گزر کر، کسی نہ کسی صورت اپنے لئے جگہ تلاش کر پائے۔ جس وقت ہم باب فہد کے سامنے مسجد کے صحن میں تھے اس وقت بھی ہزاروں لوگ کشاں کشاں چلے آ رہے تھے۔ باب صدیقؓ اور باب علیؓ کے قریب دور تک صحن میں صفیں بچھی ہوئی تھیں اور ہزاروں لوگ اپنے ساتھ جائے نماز لے کر آ رہے تھے جس طرح ہمارے ہاں عید کی نماز کی ادائیگی کے لئے لوگ اپنے ہمراہ گھروں سے جاء نماز یا چادر لے کر آتے ہیں۔ قمر وارثی نے بتایا تھا کہ رمضان المبارک کے مہینے میں تراویح کی ادائیگی کے لئے اس قدر لوگ آتے ہیں کہ مسجد کا صحن تین طرف سے نمازیوں سے بھر جاتا ہے۔ جبکہ آخری عشرہ میں آس پاس کی سڑکوں اور ہوٹلوں کے درمیان کشادہ

Marfat.com

راہداریوں میں لوگ نماز ادا کرتے ہیں۔ مسجد کے اندر لوگوں کی تعداد دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ باہر صحن میں کس قدر لوگ نماز ادا کریں گے۔

مسجد نبوی ﷺ کے ماحول میں عجیب پاکیزگی، سکون اور ایک نہ نظر آنے والا نور محسوس ہوتا تھا۔ لاکھوں نمازی مسجد نبوی ﷺ میں موجود تھے۔ ہزاروں لوگ جگہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے لیکن بلا کا ادب اور خاموشی تھی، نمازیوں کی غالب اکثریت تلاوت میں مصروف تھی اور کچھ لوگ اپنے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے ساتھیوں سے سرگوشی میں باتیں کر رہے تھے۔ خشوع و خضوع کا وہ عالم تھا کہ اس سے پہلے ہم نے شاید ہی کسی محفل میں دیکھا ہو۔

وقت گذر رہا تھا۔ عشاء کی اذان ہو چکی تھی لیکن عشاء کی نماز کی ادائیگی کے لیے موذّن نے ابھی تکبیر نہیں پڑھی تھی۔ آدھے گھنٹہ سے زیادہ وقت گذر چکا تھا۔ لیکن ہمیں تاخیر کا سبب معلوم تھا اور نہ ہی کسی کے علم میں یہ بات تھی کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا؟۔۔۔ مسجدِ نبوی ﷺ کے امام صرف چار فرض پڑھائیں گے یا نماز تراویح بھی ادا کی جائے گی۔ آس پاس کے تمام لوگ صبر و سکون کے ساتھ بیٹھے تھے۔ کسی کو بے چینی نہیں تھی۔ کوئی الجھن میں نہ تھا، ہاں سب سوالیہ نشان بنے ہوئے تھے۔ جستجو میں تھے، جاننا چاہتے تھے کہ چاند نظر آیا یا نہیں؟۔۔۔ اب تک لاؤڈ اسپیکر پر کسی بھی قسم کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ میرے پوچھنے پر قمر وارثی نے بتایا کہ حرمین شریفین میں کسی بھی قسم کی اطلاع دینا یہاں کی روایت نہیں ہے اور ہاں یہاں تراویح دو مختلف پیش امام پڑھاتے ہیں، دس تراویح ایک پیش امام پڑھائے گا اور دس تراویح دوسرا پیش امام پڑھائے گا۔ یہ جان کر حیرت ہوئی مگر ہم اطمینان سے بیٹھے رہے۔

وقت گزرتا رہا۔۔۔ خاصی دیر بعد مقدس اور پاکیزہ فضا میں تکبیر کی آواز گونجی۔ لوگوں نے صف بندی شروع کی۔ عشاء کے چار فرض ادا کیے گئے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ

Marfat.com

ہمیں تراویح بھی ادا کرنی ہیں یا نہیں؟۔۔۔چند منٹ کے بعد پھر تکبیر پڑھی گئی تو لوگ سمجھ گئے کہ چاند نظر آ گیا اور ہم تراویح کی نیت کرنے جا رہے ہیں۔ہم نے ایک دوسرے کو سرگوشی میں رمضان کے چاند کی مبارکباد دی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مسجد نبوی ﷺ میں تراویح پڑھنے کی سعادت عطا کی۔

جیسا کہ پہلے عرض کر چکے ہیں ہمیں پروردگار عالم نے چھ بار مدینہ کی حاضری کا شرف بخشا۔مگر کبھی رمضان نہیں گذارے۔ جو خوش بخت حرمین شریفین میں رمضان گزار چکے ہیں کہ وہ بڑی محبت سے تراویح، سحر وافطار اور قیام الیل کا ذکر کرتے ہیں۔ہم حسرت سے سنتے تھے۔بڑی خواہش تھی۔بڑا شوق اور چاؤ تھا کہ کبھی رمضان المبارک میں عمرہ ادا کریں۔بیگم تو بے حد بے قرار رہتی تھیں ہر سال اشارہ کنائیوں میں اپنی آرزومندی کا اظہار کرتیں۔مگر سچ بات یہ ہے کہ ہم نے کبھی ارادہ ہی نہیں کیا۔ پروگرام ہی نہیں بنایا۔ صرف اس خیال سے کہ رمضان میں عمرہ بہت مہنگا ہوتا ہے۔ہوائی ٹکٹ بھی مہنگا اور ہوٹلوں کے کرائے اس سے زیادہ مہنگے۔اتنے وسائل نہ تھے۔۔۔یہ تو بہت بعد میں احساس ہوا کہ عمرہ یا حج پر جانے کے لئے وسائل کی ضرورت کہاں ہوتی ہے۔یہاں تو بلاوے پر آیا جاتا ہے۔بغیر دعوت حاضری ممکن نہیں۔ وسائل تو لاکھوں لوگوں کے ہیں مگر سب کہاں آتے ہیں۔پچھلے برس سلطان خلیل سے مشاورت کے بعد پروگرام بنایا۔بیگم کے اصرار پر ارادہ بھی کیا، سلطان خلیل نے کہا آپ پاسپورٹ لے آئیں، کسی ٹریول ایجنسی کے پاس چلتے ہیں، رضوان بھائی! ہمت کرلیں۔

یونہی ہاں ہوں کرنے میں رمضان قریب آ گئے۔ایک دن یحییٰ پولانی مل گئے۔ میں نے کہا عمرہ پر جانا ہے۔خفا ہوئے، کہنے لگے۔۔۔پاگل ہو گئے ہو؟۔۔۔ویزے تو ختم ہو گئے۔آخری تاریخ بھی گذر گئی۔ارادہ تھا تو پہلے بتاتے، جن کے ویزے لگ گئے انہیں جہاز پر سیٹ نہیں مل رہی۔

Marfat.com

میں ناراض ہوگیا۔۔۔پولانی بھائی! آپ کے لئے کیا مشکل ہے؟

مشکل ہے میرے بھائی، اب تو بہت مشکل ہے۔ پھر بھی تم اپنا پاسپورٹ کل لے کر آ جاؤ۔ بلاوا ہوگا تو سب آسان ہو جائے گا۔

ہم نے رات گھر جا کر بیگم سے کہا، بھئی! پاسپورٹ تلاش کرو۔ کل یحیٰ بھائی نے بلایا ہے۔ وہ کھِل اٹھیں۔ صبح سو کر اٹھا تو بیگم کا منہ لٹکا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا، خیریت تو ہے! کہنے لگیں۔ پاسپورٹ تو ختم!

کیا مطلب؟۔۔۔میں نے پوچھا۔

پچھلے مہینے ہی۔۔۔

میں بھی اداس ہوگیا۔ دوپہر کو سلطان خلیل کا فون آیا۔ رضوان بھائی آج پاسپورٹ ضرور لیتے آنا۔ میں نے کہا بھائی پاسپورٹ ہی Expire ہوگیا۔

ارجنٹ بنوالیں!۔۔۔سلطان نے مشورہ دیا۔

بیکار ہے۔ دو تین دن میں رمضان شروع ہونے والے ہیں۔ اب ویزہ ملنا مشکل، اور پھر جہاز میں Seat کی بکنگ اور ہوٹل؟۔۔۔خیر بات ختم ہوگئی۔ اُمید کی شمع جو کمزور ارادوں کے تاریک خانوں میں روشن ہوئی تھی وہ بجھ گئی۔

بیگم نے خفگی سے طعنہ دیا۔ آپ کا ارادہ ہی نہیں تھا۔

میں نے دل میں سوچا، بیگم ٹھیک کہتی ہیں۔ کلمہ پڑھیں گے تو دائرہ اسلام میں داخل ہوں گے۔ نیت باندھیں گے تو باجماعت نماز میں شامل ہوں گے۔ بے ارادہ کام نہیں ہوتے۔۔۔بات آئی گئی ہوگئی۔

اس بار مہینوں پہلے سے ارادہ کرلیا تھا۔ رمضان سے دو ماہ پہلے سنی نے ٹکٹ لے کر جہاز میں سیٹ بک کرالی تھی۔ یوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے بلاوا آیا تو سارے معاملات آسان ہوتے چلے گئے۔

Marfat.com

اب ہم مسجدِ نبوی میں تراویح ادا کر رہے تھے۔

بچپن میں جب محلہ کی مسجد میں تراویح پڑھنے جاتے تھے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ پچھلی صفوں میں کھڑے ہو کر شرارتیں کیا کرتے تھے۔ایک دوسرے کو کہنیاں مارنا، سجدہ میں جاتے تو ٹکر مار کر بھاگ جاتے۔مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھ کر باتیں کرتے اور جب امام رکوع میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہتا تو جلدی سے نیت باندھ کر رکوع میں چلے جاتے۔جب ذرا بڑے ہوئے تو ایسی مسجد تلاش کرتے جہاں تراویح جلد ختم ہو جاتی تھیں۔ اللہ بخشے غازی بھائی خبر لاتے کہ فلاں محلہ کی مسجد میں پنجاب سے ایک حافظ صاحب آئے ہیں۔پون گھنٹے سے بھی کم وقت میں ۲۰ رکعت ''کھینچ'' لیتے ہیں۔سنا ہے تیز گام ہے تیز گام۔آج اسی کے پیچھے پڑھیں گے۔۔۔ہم غازی بھائی کے ساتھ متعلقہ مسجد میں چلے جاتے۔

کراچی آئے تو فیضی برادران کی ایماء پر چھ روزہ تراویح پڑھنے لگے۔اللہ کا بڑا کرم کہ پہلی تکبیر پر نیت باندھتے اور باقاعدگی کے ساتھ تراویح ادا کرتے،ایک بار تو المصطفٰے ویلفیئر سینٹر میں پانچ روزہ تراویح کے پہلے دن حافظ صاحب نے دو رکعت میں پورا سپارہ ختم کر دیا۔انہوں نے آٹھ پارے تلاوت کئے۔ٹانگیں شل ہو گئیں مگر ہم پہلی صف میں کھڑے ہو کر پہلی تکبیر کے ساتھ تراویح ادا کرتے،اس قدر تیز رفتاری سے تلاوت کی جاتی تھی کہ صرف عربی آواز سنائی دیتی تھی۔۔۔پھر ہم نے چھ روزہ تراویح کا سلسلہ ترک کر دیا۔

حرم شریف میں ۲۹ ویں شب کو ختم قرآن ہوتا ہے۔گویا صرف ایک پارہ روز،دل میں خیال آیا کہ امام صاحب تو اہلِ زبان ہیں۔بہت جلدی جلدی پڑھیں گے۔آدھے گھنٹے میں نہ سہی پون گھنٹے میں فارغ ہو جائیں گے۔لیکن پہلی دو رکعت دس بارہ منٹ میں پڑھائیں۔اب آپ تصور کریں مسجد نبوی۔۔۔قریب روضۂ اطہر۔۔۔آس پاس،آگے پیچھے لاکھوں نمازیوں کی لمبی لمبی صفیں۔پاکیزہ اور طاہر ماحول۔خشوع و خضوع کی کیفیت۔

Marfat.com

برسوں کے خواب کی تعبیر۔زندگی بھر کی آرزو کا ثمر۔پھر مسجد نبوی کے پیش امام۔مسحور کن خوش الحانی، ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک لفظ کی خوبصورت انداز میں ادائیگی۔عربی زبان سے ناواقفیت کے باوجود یوں محسوس ہوتا تھا کہ کلام الٰہی سماعتوں کے دریچے سے ذہن کے غار حرا میں پوری فہم اور مکمل معنی و مفہوم کے ساتھ اتر رہا ہے۔عجب کیفیت تھی، تلاوت کی آواز جیسے بہتی ندی کے پانی کی سرسراہٹ۔سونی گلی میں ننگے پیر چلنے والے مسافر کے قدموں کی مدھم مدھم آواز، کچے آنگن میں بارش کی مہکی مہکی بوندیں گرنے کی آواز۔۔۔آواز میں بلا کی نرمی اور شائستگی۔ لہجہ میں بلا کی مٹھاس، نگاہوں کے سامنے سبز گنبد، سجدہ گاہ سے نگاہیں اٹھیں تو ذرا فاصلے میں گنبد خضریٰ پہ نگاہیں بوسے لینے لگیں۔وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔دس رکعت ختم ہوئیں تو ذرا سا وقفہ ہوا۔گھڑی دیکھی تو شاید ایک گھنٹہ گذر گیا تھا۔ ہماری مسجدوں میں چالیس پینتالیس منٹ میں ۲۰ رکعت مکمل ہو جاتی ہیں۔

حیرت ہوئی۔اتنا وقت گذر گیا۔مگر محسوس نہیں ہوا۔۔۔ایسی خوش الحانی، ایسی پر کیف تلاوت، ایسی سحر انگیز قرأت کہ رگ و پے میں بالیدگی سی رچ بس گئی۔اس موقعہ پر قمر وارثی نے بتایا کہ اب نئے امام باقی دس رکعات پڑھائیں گے۔

ذرا دیر بعد اللہ اکبر کی آواز گونجی۔ہم نے نیت باندھ لی۔ دوسرے امام کی آواز بالکل مختلف۔یوں لگا جیسے آبشار گر رہا ہے، یا تیز مینہ برس رہا ہے۔یا بارش کا پانی پہاڑی کی بلندی سے پتھروں سے سر پٹکتا ہوا ایک خاص ردھم میں نیچے گر رہا ہے۔ساحل سے ٹکراتی ہوئی سمندر کی پر جوش لہروں کی بلند آوازیں۔ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر کر یوں ادا ہو رہا تھا جیسے کان میں شہد کی بوند ٹپکائی جا رہی ہے۔اس میں بھی ایک عجب لطف تھا۔سرخوشی اور سرشاری تھی۔ہم ہاتھ باندھے ادب سے کھڑے، آیاتِ ربانی کی تلاوت سنتے رہے۔کچھ کچھ سمجھتے بھی رہے۔مگر تمام وقت ایک عجب کیفیت طاری رہی۔ کچھ دیر گذری ہوگی کہ باقی دس رکعتیں بھی تمام ہوئیں۔تمام نمازی سکون سے بیٹھ گئے۔۔۔گویا Relex ہو گئے۔

Marfat.com

کچھ دیر کے بعد پھر امام کی آواز سنائی دی۔ قمر وارثی نے بتا دیا تھا کہ اب وتر پڑھائے جائیں گے۔ ہمارے ہاں پیش امام اعلان کرتا ہے۔ ''صلاۃ وتر'' یہاں اعلان نہیں کیا جاتا۔۔۔ اگر کسی کو یہ یاد نہ رہے کہ کتنی تراویح ہوگئیں تو بے خبر نمازی پھر تراویح کی نیت کر لے۔

نماز ختم ہوئی۔ لوگ مسجد سے باہر نکلنے لگے۔ لیکن ہم بیٹھے رہے۔ لاکھوں آدمی، مختلف دروازوں سے باہر نکلیں گے۔۔۔ وقت لگے گا۔۔۔ قمر وارثی نے دونوں اماموں کے بارے میں تفصیلات بتائیں کیونکہ وہ تقریباً پندرہ سال سے رمضان کے مہینے میں مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بلاوا بھیجتا ہے۔ سرکار ﷺ طلب فرماتے ہیں۔ یوں تو غریب آدمی ہیں۔ مگر کیسے بندوبست ہو جاتا ہے۔ کیونکر وسائل میسّر آتے ہیں۔ کیسے سبیل نکل آتی ہے۔۔۔ یہ تو قمر وارثی خود بھی نہیں جانتے۔ لیکن میں جان گیا۔ ان کے اندر ایک تڑپ ہے جو کھینچ لاتی ہے۔ تبھی تو انہوں نے جنت البقیع میں کھڑے ہو کر شعر کہا تھا۔

اے مدینہ کی زمیں میری بھی گنجائش نکال

حرم سے باہر نکلے تو بارہ سوا بارہ بج رہے تھے۔ بیگم بھی مل گئیں۔ بھابھی (بیگم افضال صدیقی) بھی مل گئیں۔ رسمی باتیں ہوئیں اور پھر اجازت لے کر ہم اپنی ہوٹل کی طرف چل دیئے۔ قمر وارثی بھی ''دار حنین'' میں مقیم تھے۔ ہم نے کہا بھی کہ ساتھ چلیں۔ کہنے لگے میں تو رات یہیں ٹھہرتا ہوں۔ ہوٹل میں کمرہ تو بیگ رکھنے کے لئے لیا ہے۔ ہاں فجر کی نماز ادا کر کے ہوٹل جاؤں گا۔

ہم نے ایک ہوٹل میں کھانا کھایا۔ سحری کے لئے بیگم نے ضروری چیزیں خریدیں۔ بنگالی پاڑہ میں رتجگائی تھی۔ جشن کا عالم تھا۔ گلیوں اور بازاروں میں رونق دیدنی تھی۔ اپنے کمرے میں آئے۔ بیگم نے چائے بنائی۔ انہوں نے زندگی میں پہلی بار مکمل تراویح ادا کی

Marfat.com

تھیں۔ بے حد خوش اور سرشار تھیں۔ مسجد نبوی کے پیش امام کی تلاوت سے بہت متاثر ہوئیں۔ ہم اپنی خوش بختی پر نازاں ۔۔۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے جانے کب سو گئے۔

ساڑھے تین بجے اٹھے۔ سحری کی۔ وقت کا صحیح اندازہ نہ تھا۔ کمرہ سے باہر نکل کر میں نے اختتام سحری کا وقت معلوم کیا۔ چاہتے تو یہ تھے کہ حرم شریف میں پہلے پہنچ جائیں تاکہ آب زم زم پی کر سحری کی نیت کریں لیکن وقت کم تھا۔ اس لئے سحری کر کے ہم ہوٹل سے نکلے۔۔۔ راستے میں اذان کی آواز سنائی دی۔

حرم شریف پہنچ کر ہمارے راستے جدا ہو گئے۔ طے پایا کہ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد واپس ہوٹل چلے آئیں گے تاکہ کچھ دیر آرام کر سکیں کیونکہ ظہر سے عشاء کی نماز اور تراویح کی ادائیگی کے بعد ہی ہوٹل میں واپسی ہوگی۔

حرم شریف میں دن گذارا۔۔۔ تلاوت میں مصروف رہا۔ مسجد نبوی میں عجب روح پرور منظر تھا۔ ہمہ وقت لوگ مصروف عبادت تھے۔ یہاں بڑی تعداد میں نمازی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد بہت سے لوگ آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گئے۔ ان میں سے اکثر سو گئے۔ تمام لوگ روزہ سے تھے۔ مسجد نبوی ﷺ کے پرانے حصہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ کم وبیش تمام لوگ تلاوت میں مصروف تھے۔ جنت البقیع میں لوگ مقدس اور تاریخی مقامات کے قریب نوافل ادا کرنے میں مشغول تھے۔ ہر طرف خشوع وخضوع کی فضا طاری تھی۔ طہارت، عقیدت، محبت، وارفتگی، سرشاری، عجز وانکساری، لطیف بندگی، چہروں پر شرمندگی، نیتوں میں پاکیزگی۔۔۔ یہ تمام الفاظ اپنی پوری معنویت کے ساتھ ہر سمت پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ لوگ چھتریوں کے نیچے بیٹھے سبز گنبد کو تکے جا رہے تھے۔ بہت سے لوگ گنبد خضریٰ کے سائے تلے ہاتھ باندھے کھڑے درود وسلام کا نذرانہ پیش کر رہے تھے۔ کچھ لوگ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مسجد نبوی کے ستونوں اور

Marfat.com

چھت کی زیبائش وآرائش کو تکے جا رہے تھے۔

میں گنبدِ خضرا کی طرف دیکھ رہا ہوں
کوثرؔ میرے نزدیک یہ معراجِ نظر ہے

لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی۔مگر ہاؤ...ہو یا شوروغل نہ تھا۔آہٹ تک سنائی نہ دیتی تھی۔مواجہ شریف کے گرد لوگوں کا اژدھام تھا۔سنہری جالیوں کے سامنے سے لوگ دھیمے دھیمے لرزیدہ لرزیدہ،لغزیدہ لغزیدہ قدموں سے گذر رہے تھے۔آنکھوں میں عقیدت، پلکوں پہ آنسو، دل میں سرکارﷺ سے محبت کا خاموش اظہار۔ میں اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ان مقدس در و دیوار کو تکتا رہا، پھر ایک جگہ بیٹھ کر تلاوت کرتا رہا۔۔۔اور۔۔۔اور پھر وہیں خالی جگہ پر سو گیا۔ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد اٹھا۔باب عمرؓ سے باہر آیا۔باتھ روم گیا۔لوگوں کی منظم بھیڑ۔۔۔Toilet کے دروازہ پر ایک ہجوم۔مگر جلد بازی، عجلت، دھکم پیل کہیں نظر نہیں آتی۔دھوپ میں حدت تھی۔صحن کا فرش تپ رہا تھا۔۔۔وضو کر کے میں واپس باب فہد سے حرم شریف میں داخل ہوا۔عصر کی اذان میں ابھی کافی وقت تھا مگر لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔

سیل فون کی مدد سے افضال صدیقی اور قمر وارثی مل گئے۔ان کی خواہش پر باب مجیدی کے بائیں جانب آخری چھتری کے نیچے ہم بیٹھ گئے۔قمر وارثی نے بتایا کہ باب رحمت کے آس پاس کی جگہ وہ مقام ہے جہاں حضور اکرمﷺ، حضرت علیؓ کے پہلو میں آرام فرماتے ہوئے سو گئے تھے۔سورج ڈھل گیا۔عصر کی نماز قضا ہوگئی۔حضرت علیؓ کی ہمت نہ ہوئی کہ سرکارﷺ کو بیدار کرتے۔۔۔نماز قضا ہونے کے دکھ سے آنکھیں بھیگ گئیں۔ پلکوں سے آنسو ڈھلک گئے۔حضورﷺ بیدار ہوئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میری نماز قضا ہوگئی۔زمانوں کے لوگوں سے محبت کرنے والے کو جب اپنے عاشقِ صادق کے دکھ کا اندازہ ہوا تو سرکارﷺ نے ہاتھ کا اشارہ فرمایا، ڈوبا سورج اُبھر آیا۔غروب ہوتا سورج پلٹ

Marfat.com

آیا۔۔۔تظلمِ کائنات کچھ دیر کے لئے متاثر ہوئی۔تاریخ کے صفحات نگاہوں کے سامنے آ گئے۔دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ اس جگہ کی اب زیارت کروں گا۔یوں تو کئی بار وہاں سے گذر ہوا لیکن اب اس مقدس حصّہ کو غور سے دیکھوں گا۔۔۔(اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے)

عصر کی نماز ادا کی۔ہم وہیں بیٹھے رہے۔باتیں کرتے رہے۔پھر دیکھا کہ ہر صف کے سامنے دستر خوان بچھنے لگے۔پلاسٹک کے لمبے لمبے دستر خوان۔۔۔ہمارے سامنے بھی دستر خوان بچادیا گیا۔۔۔

مسجد نبوی میں افطار کا منظر دیکھنے کی بڑی آرزو تھی۔بہت کچھ سُن رکھا تھا۔میرے رب کا بڑا کرم کہ آج ہم خود افطار کا منظر دیکھیں گے۔خیال آیا کہ اسی جگہ بیٹھے رہے تو مسجد نبوی کے دیگر حصّوں کی رونقیں کیسے دیکھ سکیں گے۔۔۔؟

میں نے اپنے ساتھیوں سے اجازت لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔یوں ہی بے ارادہ اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔چاروں طرف لاکھوں نمازی تھے۔دس بیس مہمانوں کے لئے افطاری کا بندوبست کرنا ہو تو گھر کے سارے افراد مصروف ہو جاتے ہیں۔یہاں تو لاکھوں روزہ داروں کی افطاری کا معاملہ ہے!!!

کون انتظام کرے گا۔۔۔؟

ہزاروں کارکنوں اور خدمتگاروں کی ضرورت پڑے گی۔۔۔ حکومت کیونکر بندوبست کر سکتی ہے۔۔۔؟

لیکن میں نے دیکھا۔ہر طرف رنگ برنگے دستر خوان بچھائے جا رہے ہیں۔کوئی ہنگامہ۔۔۔کوئی شور۔۔۔کوئی آواز۔۔۔کوئی آہٹ سنائی نہیں دیتی۔بس چاروں طرف، خاموش خدمتگار کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔میں باہر چلا آیا۔۔۔آنے والوں کا اتنا ہجوم تھا کہ باہر نکلنا سمندر کی چنگھاڑتی لہروں کے خلاف تیرنے کے مصداق تھا۔۔۔بمشکل تمام باہر آیا۔۔۔یہاں کا منظر دیدنی۔۔۔میرے سامنے بہت سے کارکن صفیں بچھا رہے

Marfat.com

تھے۔ بہت سے لوگ بڑے بڑے ڈبّے اٹھا اٹھا کر ایک جگہ اکھٹا کر رہے تھے۔۔۔سامان جمع کیا جا رہا تھا۔ صفیں بچھائی جا رہی تھیں، ان پر دسترخوان پھیلائے جا رہے تھے۔۔۔ خیال آیا کہ یہاں زیادہ دیر رُکے رہے تو تو مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہونا مشکل گا۔ پھر اپنے دوستوں کو تلاش کرنا اور بھی مشکل ہو جائے گا۔۔۔

عام دنوں میں مسجد نبوی ﷺ کے اندر اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے کیونکہ مسجد نبوی ﷺ میں چپلیں اور جوتے رکھنے کے لئے ایک ترتیب سے خوبصورت Box رکھے ہوئے ہیں، ان پر دونوں سمت انگریزی اور عربی ہندسوں میں نمبر درج ہیں۔ آپ Box کا نمبر یاد رکھیں تو آرام سے اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ سکتے ہیں۔

باب فہد کی سیڑھیوں پہ ایک ہجوم۔۔۔ میں دھیمے دھیمے قدموں سے، کسی کو زحمت دیئے بغیر دائیں بائیں آگے بڑھتا رہا۔۔۔اب مسجد نبوی میں آس پاس، دائیں بائیں بظاہر کوئی جگہ خالی نہ تھی۔ بابِ فہد سے بابِ مجیدی تک انتظامیہ نے بمشکل ایک راہداری بنائی ہوئی ہے، اسی سے گزر کر آس پاس جس طرف جس کو جگہ نظر آتی وہ اسی طرف نکل جاتا، میں سیدھا باب مجیدی کی طرف چلتا رہا۔ چند قدم بڑھائے تھے تو ایک ''عربی'' نے ہاتھ پکڑ لیا، عربی میں وہ ایک ہی بات کہے جا رہا تھا، میں صرف ایک ہی لفظ ''صفراء'' سمجھ پایا جس کا مطلب دسترخوان تھا۔ میں نے اردو میں معذرت چاہی، ذرا آگے بڑھا تو ایک دبلے پتلے نوجوان نے کمر میں ہاتھ رکھ کر بڑی انکساری کے ساتھ دعوت دی۔

''ہمارے سفراء پر چلو شاب''

ٹوٹی پھوٹی اردو۔۔۔ لہجہ بنگالی۔۔۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ میرے دوست میرا انتظار کر رہے ہیں۔ دامن چھڑا کر میں اور آگے بڑھا تو پھر ایک عربی نے بازو تھام لیا۔ انداز ایسا والہانہ کہ انکار کی ہمت نہ ہوئی۔ مگر میری نظروں میں دوستوں کی منتظر نگاہیں۔۔۔کیا کروں؟۔۔۔ میں نے آس پاس دیکھا۔ بہت سے لوگ اسی محبت اور

Marfat.com

اپنائیت سے روزہ داروں کو اپنے اپنے دسترخوان پر بیٹھنے کی دعوت دے رہے تھے۔ ہمیں تو زندگی میں کبھی کسی اپنے نے بھی اتنی اہمیت نہ دی۔۔۔ یہ کیسا شہر ہے۔ یہ کیسی جگہ ہے۔۔۔ یہ کہاں کے لوگ ہیں۔ یہ کس بستی کے شہری ہیں۔ سوچا تو سمجھ میں آ گیا۔۔۔ یہ مدینہ ہے۔ مدینۃ النبی ﷺ ہے۔ شہر مدینہ ہے۔ سرکار کا شہر ہے۔ یہاں تو ہر سو جمال ہے۔ یہاں کے بسنے والوں کے لہجہ میں یہ نرمی۔ رویہ میں یہ انکساری۔ ان کے انداز میں اتنی اپنائیت۔۔۔ دعوت دینے کے انداز میں یہ محبت۔ اپنا مہمان بنانے میں یہ آرزو مندی۔ اپنے دسترخوان پر روزہ دار کو مدعو کرنے میں یہ عاجزی۔ اپنے ''سفرہ'' پہ روزہ کھلوانے کی خواہش۔ یہ تو سرکار ﷺ کی مہمانداری کی روایت ہے۔ یہ تو حضور ﷺ کی ہدایت ہے۔ مہمان کی پذیرائی تو آقائے دوجہاں کا حکم ہے۔ روزہ دار کی روزہ کشائی تو تاجدار این وآں کی تعلیمات کا حصہ ہے۔ ہمارے لئے بھی تو یہ حکم ہے، مگر ہم مدینہ سے بہت دور رہتے ہیں۔ یہ لوگ مدینہ منورہ کے شہری ہیں، تاجدار حرم کے پڑوسی ہیں۔ رحمت اللعالمین کے ''گرائیں'' ہیں۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کے ''گوٹھائی'' ہیں۔ انہیں تو آداب میزبانی ورثے میں ملے ہیں۔ ان سے زیادہ مہمان نواز کون ہو سکتا ہے؟

جو کچھ دوستوں سے سنا تھا ہم نے تو یہاں اس سے سوا پایا۔ اس محبت سے روزہ کھلواتے ہیں، اس عقیدت سے دعوت دیتے ہیں، اس قدر نیاز مندی سے درخواست کرتے ہیں۔ اس قدر شائستگی سے مدعو کرتے ہیں، ان کے اس انداز پر تو جان قربان، مگر کیا کروں؟۔۔۔ کس کس سے معذرت چاہوں۔۔۔ میں اب تیز تیز قدموں سے دامن بچاتا ہوا گزرنے لگا کہ اچانک ایک بچے نے میرا بازو پکڑ کر اپنے بازو میں لپیٹ لیا۔ بارہ تیرہ سال کا سن۔۔۔ ایشیائی پس منظر میں گورا چٹا کہہ سکتے ہیں، بلا کا معصوم۔ پنجابی لہجہ میں اردو بول رہا تھا۔

انکل! میرے ساتھ چلیں۔

Marfat.com

دیکھو بیٹا! ادھر میرے دوست میرا انتظار کر رہے ہیں۔

نہیں انکل بس آپ میرے ساتھ چلیں۔ وہ بازو پکڑے پکڑے مجھے گھسیٹتا رہا۔ میں نے پیار سے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ مگر اس کا معصومانہ انداز۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ بس آپ میرے ساتھ چلیں۔ وہ مجھے تقریباً کھینچتا ہوا ایک جانب مڑ گیا اور چند قدم کے بعد ایک دستر خوان پر کھڑا کر دیا۔ میں بے بس اور لاچار آدمی کی طرح وہاں کھڑا ہو گیا۔ اب ایک بزرگ آئے۔ کندھے پر ہاتھ رکھا۔ پھر دباؤ بڑھایا اور کہنے لگے بیٹھئے۔۔۔ بھائی بیٹھ جایئے۔ لہجہ میں اس بلا کا اخلاص۔۔۔ اور اتنا اصرار کہ میں بیٹھ گیا۔۔۔ اندازہ کے مطابق دس بارہ صفوں کے بعد قمر وارثی اور افضال صدیقی میرے منتظر تھے مگر میں اس دستر خوان کے کنارے بیٹھ گیا۔۔۔ لڑکا چلا گیا۔ کسی اور مہمان کو لانے۔ میں نے اٹھنا چاہا پھر خیال آیا کہ وہ بچہ جس چاہت سے مجھے یہاں بٹھا کر گیا ہے، واپسی پر مجھے نہ پا کر ملول خاطر ہوگا۔ اور پھر یہ زیادتی ہوگی۔۔۔ میں وہیں بیٹھ گیا۔

دستر خوان بچھا ہوا تھا۔۔۔ میں نے دیکھا ایک صاحب دستر خوان کے کونے پر بیٹھے پیپر پلیٹ میں کھجوریں سجا رہے ہیں۔ دوسرے صاحب ایک بکس سے چھوٹے چھوٹے پیپر کپ نکال کر جمع کر رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد تمام مہمانوں کے سامنے کھجوروں سے بھری ہوئی پلیٹیں رکھنا شروع کیں۔ بڑے اطمینان اور اہتمام سے۔۔۔ تیس پینتیس روزہ دار ہوں گے اس دستر خوان پر۔۔۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے تمام روزہ داروں کے سامنے دہی کے کپ رکھنے شروع کئے۔ اس سے فارغ ہو کر ایک صاحب نے "چاٹ مصالحہ" سے بھری ہوئی ایک پلیٹ سے ایک ایک چمچہ چاٹ مصالحہ تمام مہمانوں کے سامنے پلاسٹ کے دستر خوان پر ڈالنا شروع کیا۔ معلوم ہوا کہ دہی میں یہ مصالحہ ڈالا جاتا ہے اور بعض لوگ کھجور میں مصالحہ ملا کر کھاتے ہیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر۔۔۔ اب پیپر کپ میں آب زم زم بھر کر ہمارے سامنے رکھا گیا۔۔۔ جس نے دو گلاس طلب کئے اس کے سامنے دو بھرے

Marfat.com

ہوئے گلاس رکھ دیئے۔ ادھر دستر خوان کے نکڑ پر ایک صاحب بیٹھے، پھولی ہوئی روٹی کے دو دو ٹکڑے کر رہے تھے۔ غور سے دیکھا تو روٹی کے درمیان ایک گول دائرہ۔۔۔ یعنی بالکل ٹائر کے ٹیوب کی طرح۔۔۔ تھوڑی دیر بعد میزبان نے آدھی آدھی روٹی ہمارے سامنے رکھ دی۔ اب ایک اور صاحب اٹھے، ان کے ہاتھ میں تھرماس اور دوسرے ہاتھ میں چھوٹی چھوٹی کاغذ کی پیالیاں۔ بس یوں سمجھو ایک چھوٹا سا گلاس، دو ڈھائی انچ لمبا۔ پیندا ایک انچ کی گولائی کا۔۔۔ اور دہانہ ڈیڑھ انچ کے برابر۔ مہمانوں کے سامنے گلاس بڑھاتے اور اسے بغیر دودھ کی چائے سے بھرتے جاتے۔ گرم۔۔۔ بہت گرم کہ آپ ذرا سستی کریں تو انگلیاں جل جائیں۔ یہ یہاں کا خاص مشروب ہے۔ اسے ''گاوا'' کہتے ہیں۔ پینے پر محسوس ہوا کہ چائے سے ذرا گاڑھا۔ ذائقہ میں کسیلا اور اثر میں کڑک چائے سے زیادہ توانائی دینے والا۔۔۔

ہم سوچتے رہے۔ یاالٰہی! یہ کس قدر سلیقہ مند میزبان ہیں۔ کس محبت اور اخلاص سے یہ مہمانوں کی مدارات کر رہے ہیں۔ کچھ دیر پہلے لوگوں کی آمد کا جو سلسلہ تھا وہ ختم تو نہیں ہوا مگر کم ہوگیا۔ مغرب کا وقت قریب تھا۔ رفتہ رفتہ تمام لوگ بیٹھ گئے۔ روزہ داروں کی سماعتیں اذان کی آواز سننے کی منتظر تھیں۔ ہم آس پاس حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ مسجد نبوی ﷺ میں ہزاروں نہیں، لاکھوں لوگ ہوں گے۔ سب روزے سے۔۔۔ سب کے سامنے افطار کا سامان۔۔۔ تمام دستر خوان اشیاء خورد ونوش سے سجے ہوئے۔ لاکھوں افراد کا ہجوم مگر ہر طرف سکوت۔۔۔ انبوہ کثیر مگر سب محبتوں کے اسیر۔ ایک عجب خاموشی۔ ایک پر لطف سناٹا۔ ہونٹوں پر دعاؤں کی تحریر۔ بعض آنکھوں میں تشکر آمیز آنسوؤں کی لکیر۔ بہت سوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ بہت سے سر نیہوڑھائے ہوئے تھے۔ فضا میں تقدس اور پاکیزگی کی ایک نامحسوس چادر تنی ہوئی تھی۔

ہم خود دم بخود اپنی قسمت پر نازاں۔۔۔ اپنے اعمال پر پشیماں۔۔۔ مدینہ میں روزہ

Marfat.com

افطار کرنے کی ایک مدّت سے آرزو تھی، آج پوری ہو رہی ہے۔ برسوں خواب دیکھا تھا۔۔۔آج تعبیر قریب نظر آ رہی تھی۔ ہم تو ایک اوچھے کی طرح کبھی باہر اور کبھی بھیتر دیکھ رہے تھے۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ جونقوں کی طرح اِدھر اُدھر تک رہے تھے۔ بس بے اختیار دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ کیا مانگتے۔۔۔سب کچھ تو مل گیا، بس اپنے رب کا شکر ادا کرتے رہے۔ آقا و مولا ﷺ پر درود بھیجتے رہے کہ اچانک اذان کی آواز بلند ہوئی۔ مراد پوری ہوگئی۔ تمنا بر آئی۔ آرزو کی تکمیل ہوگئی۔۔۔سامنے آبِ زم زم اور عمدہ کھجوریں۔۔۔کس سے روزہ کھولیں۔ یاد آیا میرے سرکار ﷺ کھجور سے روزہ افطار کرتے تھے۔ ہم نے بھی کھجور اٹھائی۔۔۔روزہ کھولنے کی دعا بھی شاید یاد نہیں رہی۔۔۔زندگی میں ہزاروں روزے افطار کئے۔۔۔مگر آج کی افطار۔۔۔ زندگی بھر کے لئے یادگار۔۔۔

ہم نے چند دن پہلے افطار کے بعد کے مناظر کی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن آج کا منظر۔۔۔چند دن پہلے۔۔۔کہیں کہیں دسترخوان بچھے تھے اور مغرب سے بہت پہلے کھجوروں اور آبِ زم زم سے تواضع کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ مگر آج صورتحال بالکل مختلف تھی۔ آج تو لاکھوں لوگوں کی افطار کا بندوبست تھا۔ کھجوروں کے علاوہ بھی دیگر اشیاء خرد و نوش تھیں۔ ہزاروں دسترخوانوں پر پڑی چیزوں کو کیسے سمیٹا جائے گا۔ کیا مغرب کی نماز دیر سے ادا کی جائے گی۔ کیونکہ سامنے بچھے ہوئے دسترخوان پر موجود استعمال شدہ پیپر پلیٹس۔۔۔ پیپر کپس۔۔۔چھوٹی پیالیاں۔۔۔کھجوروں کی گھٹلیاں۔۔۔روٹی کے فاضل ٹکڑے۔۔۔ کیسے اٹھائیں گے؟۔۔۔باہر کیسے لے جائیں گے؟۔۔۔یہ تو وقت طلب کام ہے!!

چند منٹ بعد ہم نے دیکھا کہ ہمارے سامنے کا دسترخوان اس احتیاط سے اٹھایا گیا کہ کوئی قطرہ اور کوئی ٹکڑہ غالیچہ پر نہیں گرا۔۔۔دسترخوان سمیٹ کر ایک شخص نے کندھے پر رکھا اور آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ ہم نے دائیں دیکھا، بائیں دیکھا۔۔۔پھر کھڑے ہو کر

Marfat.com

اطراف میں دیکھا۔۔۔ پلک جھپکتے تو نہیں۔۔۔ لیکن دو تین منٹ میں لاکھوں روزہ داروں کے سامنے بچھے ہوئے دستر خوان۔۔۔ ہزاروں کارکنان اپنے کاندھے پر لٹکائے اِدھر اُدھر ہو گئے۔ Management کا اس سے شاندار مظاہرہ کہاں دیکھا جاسکتا ہے۔۔۔ میں حیران رہ گیا۔۔۔ جو سنا تھا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ میں ابھی حیرتوں کے سمندر میں غرق تھا کہ۔۔۔ موذن نے تکبیر پڑھی۔ لاکھوں افراد صف بستہ ہو گئے۔ نماز شروع ہو گئی۔۔۔ مسجدِ نبوی ﷺ کے امام کی کمال خوش الحانی سے آیات ربانی کی تلاوت۔۔۔ ماحول کی پاکیزگی۔۔۔ فضا کا تقدس۔۔۔ نماز میں کیا خوب لطف آیا۔ نماز ختم ہوئی تو لوگوں نے مسجد نبوی سے باہر نکلنا شروع کیا۔ بیشتر لوگ تو فجر ہی سے مسجد میں تھے۔ اکثر لوگ ظہر کے بعد سے مسجد نبوی میں تھے۔ اب روزہ افطار کر کے۔۔۔ نماز مغرب ادا کر کے۔۔۔ تقریباً تمام نمازیوں کو کچھ دیر کے لئے باہر جانا تھا۔ خیال تھا کہ عجلت پسند دھکم پیل کریں گے۔۔۔ شور وغل بھی ہوگا۔۔۔ مجمع کی بھی ایک ذہنیت ہوتی ہے۔۔۔ Mobmentalety کے اپنے اظہار ہوتے ہیں۔ باہر نکلنے کے دروازے تنگ اور چھوٹے ہیں (خیال رہے کہ تقدس اور حفاظتی امور کے پیشِ نظر مسجد نبوی کے دروازے گو بہت بلند، خوبصورت اور باوقار ہیں لیکن بہت زیادہ کشادہ نہیں ہیں) کہیں نہ ہنگامہ آرائی تھی۔۔۔ نہ بھاگ دوڑ۔۔۔ بس ایک نامحسوس منظم انداز تھا۔

آدھے گھنٹے بعد مقررہ جگہ پر بیگم سے ملاقات ہوئی۔ باہر نکل کر چائے پی، بیگم یہ کہہ کر چلی گئیں کہ پہنچنے میں دیر کی تو جگہ نہیں ملے گی۔ کیونکہ خواتین کے لئے مسجد نبوی میں جو حصے مختص کیے گئے ہیں وہ خواتین کی تعداد سے کم ہیں۔۔۔ بیگم چلی گئیں۔ افضال صدیقی اور قمر وارثی ساتھ رہ گئے۔ دیر تک شہر مدینہ کی باتیں۔۔۔ مسجد نبوی کے قصے۔۔۔ سرکار دوعالم ﷺ کے روضۂ اطہر کے بارے میں محبت کرنے والے بزرگوں کی حکایتیں۔۔۔

مکہ اور مدینہ عجیب شہر ہے۔ یہاں کتنے ہی دن قیام کریں، اپنے گھر، اپنے ملک

Marfat.com

حتیٰ کہ اپنے بچوں اور عزیز و اقارب کی یاد ہی نہیں آتی۔ ملک کی شرمناک سیاست، خطرناک حد تک گرتی معیشت، ملازمت اور کاروبار کے معاملات۔۔۔گھریلو مسائل۔۔۔ لیکن انتہائی ضرورت کے وقت مذکورہ امور پر دھیان جاتا ہے۔ باتوں میں خاصا وقت گزر گیا۔ واپسی کا ارادہ کیا تو افضال صدیقی ''ریزی ڈینسی'' کے فرسٹ فلور پر لے گئے۔ یہاں جدید ترین شاپنگ سینٹر، غیر ملکی مصنوعات سے بھری اور سجی خوبصورت دکانیں۔ درمیاں میں فوارے لگے ہیں، گاہکوں کے بیٹھنے کے لئے آرام دہ اور خوبصورت نشستیں نصب ہیں۔ خودکار زینے سے اوپر کے حصے میں جانے کا انتظام ہے۔ بچوں کے جھولے اور دیگر سامان بھی موجود ہے۔ اصل میں ہم چائے پی کر باہر کی راہداری سے آتے جاتے تھے۔۔۔ اس ہوٹل میں دونوں طرف سے دروازے ہیں اور ہمیں اس کا علم نہ تھا۔ افضال صدیقی کی راہنمائی میں ہم نے یہ حصہ بھی دیکھ لیا تھا۔ ہم جلد ہی باہر نکل آئے۔ ابھی وضو کرنا تھا اور وضو خانوں کے دروازوں پر لوگوں کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔ پہلے مسجد نبوی میں بیٹھنے کے لئے جگہ کا تعین کیا اور پھر ہم وضو کے لئے روانہ ہو گئے۔

شروع میں ارادہ تھا کہ ۸) رکعت پڑھ کر باہر نکلیں گے تاکہ کھانا کھا کر ہوٹل میں ذرا آرام کر لیں۔ نیند لے لیں۔ مگر تراویح چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہا۔۔۔ رات تقریباً پونے گیارہ بجے فارغ ہوئے۔

میں اور قمر وارثی باب عمرؓ سے باہر نکلے۔ کل کے مقابلے میں آج مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں بہت زیادہ صفیں بچھی ہوئی تھیں۔ بہت سے لوگ اپنے ساتھ جانماز بھی لے کر آئے تھے۔ قمر وارثی نے اپنے دوست ڈاکٹر مرزا منور بیگ سے تعارف کرایا۔

ڈاکٹر کا اصرار تھا کہ ہم ان کے گھر چل کر کھانا کھائیں یا چائے پیئیں۔ لیکن ہم نے شکریہ ادا کر کے اجازت چاہی۔۔۔ مقررہ جگہ پر بیگم ہماری منتظر تھیں۔

بلند و بالا عمارتوں کے دامن میں پھیلے ہوئے صحن اور راہداریوں کے درمیان

Marfat.com

سیاہ فام خواتین ٹھیلوں پر یا چادر بچھا کر اشیاء فروخت کر رہی تھیں۔اس کے ساتھ ہی جدید طرز کی دکانوں پر خریداروں کا اژدھام تھا۔۔۔

بیگم ان دکانوں پر ونڈو شاپنگ کے لئے یہیں رک گئیں۔اور ہم دائیں ہاتھ کی طرف ہوٹل آوری ٹاور میں واقع عمران کی دکان کی طرف چلے گئے۔ جہاں سے ہمیں کھجوریں خریدنا تھیں۔آدھے گھنٹے بعد ہم اس جدید علاقہ سے باہر نکلے۔۔۔سڑک پار کر کے بنگالی پاڑے کی طرف روانہ ہو گئے۔۔۔ایک پاکستانی ہوٹل میں کھانا کھایا۔بیگم نے بازار سے سحری کے لئے ضروری چیزیں خریدیں اور ''دار حنین'' میں آ گئے۔

وقت سحر سے کافی پہلے ہماری آنکھ کھل گئی۔سحری کی اور مسجد نبوی ﷺ کی طرف روانہ ہو گئے۔گلیاں اور بازار۔۔۔ہوٹلیں اور سڑکیں سب بیدار تھیں۔ایک میلہ لگا ہوا تھا،محسوس ہو رہا تھا کہ جشن منایا جا رہا ہے۔سب کے چہرے کھلے ہوئے۔۔۔تشکر کے جذبات چہروں پر نمایاں تھے۔۔۔سب کا رخ سبز گنبد کی طرف تھا۔۔۔سب کی منزل مسجد نبوی تھی۔۔۔رکتے جاتے تھے۔۔۔بڑھتے جاتے تھے۔۔۔تیز رفتاری بھی دیکھنے میں آئی اور سبک خرامی بھی، مسجد نبوی کی چہار دیواری میں داخل ہوئے۔۔۔ہر سو لوگوں کا ہجوم تھا۔بیگم باب علیؓ کی طرف روانہ ہو گئیں۔میں باب فہد سے داخل ہوا۔

فجر کی نماز ادا کی۔کچھ توقف کیا اور مسجد نبوی سے باہر آ گئے۔بیگم نے بچوں کے لئے چند چیزیں خریدیں اور ہوٹل آ کر سو گئے۔

تقریباً گیارہ بجے ہوں گے۔وضو کر کے ہم حرم کی طرف روانہ ہوئے۔دھوپ میں شدت تھی۔بعض لوگوں نے چھتریاں سروں پر تانی ہوئی تھیں۔میں نے ایک چادر سر اور کانوں پر لپیٹی ہوئی تھی۔ظہر کی اذان میں ابھی وقت تھا مگر ہم بہتر جگہ پر بیٹھنے کے لئے جلدی آ گئے تھے۔یاد نہیں کہاں نماز پڑھی۔۔۔ہاں یہ یاد رہا کہ قمر وارثی نے باب رحمت کے قریب اس جگہ کی نشاندہی کی تھی جس مقام پر میرے آقا و مولیٰ کے ہاتھ کے اشارے سے

Marfat.com

ڈوبا سورج پلٹ آیا تھا۔۔۔

باب السلام اور باب صدیقؓ کے ساتھ باب الرحیم ہے اس کا نمبر ۳ ہے۔ خیال رہے کہ باب صدیقؓ کے ساتھ حرم شریف کی نئی تعمیر شروع ہوئی ہے، اس طرح باب الرحیم قبلہ رو ہے۔ آپ باب الرحیم سے داخل ہو کر جنت البقیع کی طرف رخ کریں تو اس کے ساتھ یعنی باب صدیقؓ کے ساتھ دیواروں پر بہت سے گول وال کلاک لگے ہوئے ہیں، ان میں نمازوں کا وقت ظاہر کیا گیا ہے۔ ایک گھڑی ایسی بھی ہے جو حرکت میں رہتی ہے لیکن اس میں جب بارہ بجتے ہیں تو اذان ہو جاتی ہے۔ اسی دیوار سے باب الرحیم کی طرف چلیں تو دو تین ستونوں کے درمیان وہ جگہ فرض کی جاسکتی ہے۔ میں یہاں سے کئی بار گزرا۔ اب جگہ دیکھی تو اٹھتے قدموں میں دھیما پن آ گیا۔ اس جگہ کا تقدس دل میں اور زیادہ بڑھ گیا۔

تمام دن حرم شریف میں گزارا۔

عصر کی نماز سے پہلے ریاض الجنہ کا علاقہ خواتین سے خالی کرالیا جاتا ہے۔ قناتیں ہٹالی جاتی ہیں۔۔۔ اس موقعہ پر لوگوں کی ایک بڑی تعداد قناتوں کے قریب کھڑی ہو جاتی ہے تاکہ قناتیں جونہی ہٹائی جائیں لوگ دوڑ کر ریاض الجنہ میں جگہ حاصل کرلیں اور اہم مقامات پر جن کی نشاندہی کے لئے ستون بنائے گئے ہیں۔۔۔ کہ قریب نوافل ادا کرسکیں۔ اس کا بڑا ثواب ہے۔

مسجد نبوی بہت کشادہ اور وسیع ہے۔ جبکہ ریاض الجنہ۔۔۔ جسے جنت کے باغوں میں ایک باغ کہا گیا ہے، بہت چھوٹی سی جگہ ہے۔ باقاعدہ نماز ادا کی جائے تو بمشکل چند سو افراد ہی اس میں سما سکتے ہیں۔ جبکہ ہر زائر کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ یہاں نوافل ادا کرے۔ خیال رہے کہ جن لوگوں کو ریاض الجنہ میں جگہ مل جاتی ہے وہ جم کر بیٹھ جاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ عصر، مغرب اور عشاء کی نماز ادا کر کے یہاں سے اٹھیں کہ جانے دوبارہ یہاں نماز ادا کرنے کا موقعہ ملے یا نہ ملے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ تمام زائرین کو یہاں

Marfat.com

نوافل ادا کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہوتا ہے۔۔۔ کیسے لاکھوں زائرین اپنے چندروزہ قیام کے دوران کئی کئی بار ریاض الجنہ میں نوافل اور نمازیں ادا کر لیتے ہیں۔ خیر یہ بات اور ایسی بہت سی باتیں انسان کی محدود فہم سے بالاتر ہیں۔

میں بھی مواجہ شریف کے قریب لگی ہوئی قنات کو پکڑے کھڑا تھا۔ کچھ دیر بعد جب قناعت کھلی تو میں ریاض الجنہ میں داخل ہو گیا۔ پل بھر میں سینکڑوں لوگ ریاض الجنہ میں داخل ہو چکے تھے میں جگہ بناتا ہوا اسطوانِ وفود کے قریب بیٹھ گیا اور تلاوت میں مصروف ہو گیا۔ لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری تھا۔

مسجد نبوی ﷺ مقدس ترین مقام ہے۔ میری خوش بختی کہ مجھے حالتِ روزہ میں یہاں بیٹھنا نصیب ہوا۔ فضا میں تلاوت کی صدائیں سرگوشیوں میں پھیل رہی تھیں۔ دعاؤں کی نامحسوس صدائیں مدھم مدھم گونج رہی تھیں۔ جو وہاں بیٹھے تھے وہ خوش، جو یہاں جگہ کی تلاش میں تھے وہ تھوڑے سے پریشان تھے۔

دسترخوان پھیلانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میرے دائیں بائیں اور آس پاس ہر طرف اللہ کے نیک بندے افطار کا اہتمام کرنے میں مصروف تھے۔ لیکن لوگ آگے پیچھے اِدھر اُدھر کھسک کر دسترخوان بچھانے والوں کے ساتھ تعاون کر رہے تھے۔ یہ بہت اہم جگہ ہے، یہاں روزہ کھولنے کی کسے آرزو نہ ہوگی؟۔۔۔ اس لئے لوگ کشاں کشاں چلے آرہے تھے۔ دل میں جگہ ہونے کا محاورہ صادق آتا تھا۔ واقعی جگہ نہیں تھی۔ لیکن آنے والے بیٹھے ہوئے لوگوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ملتجانیہ انداز میں دیکھتے۔۔۔ بیٹھے ہوئے لوگ خود کو ذرا سمیٹتے اور ایک نئے زائر کی گنجائش نکل آتی۔۔۔

کل کی طرح آج بھی تقریباً وہی چیزیں دسترخوان پر سجائی گئیں تھیں، میں نے اِدھر اُدھر مڑ کر دیکھا۔ کسی کسی دسترخوان پر حلوہ بھی چنا گیا تھا۔ ہم تو اس حلوہ سے محروم رہے لیکن مہینہ بھر بعد سلطان خلیل نے بتایا کہ وہ حلوہ بہت مہنگا ہوتا ہے، میں بھی خریدنے گیا تھا

Marfat.com

مگر دو تین سو ریال فی کلو اس کی قیمت ہے۔

افطار کا وقت قریب آ رہا تھا۔فضا اور مہکتی جا رہی تھی،بعض زائرین عطر کی شیشی لئے لوگوں کے ہاتھوں پہ عطر کی شیشی پھیرتے ہیں،خوشبو بکھر جاتی ہے،فضا مہک اٹھتی ہے۔

خوش قسمتی سے میں جہاں بیٹھا تھا وہاں سے موذن کا چبوترہ نظر آتا تھا،وہاں موذن اور مکبّر دونوں بیٹھے تھے اور تلاوت میں مصروف تھے۔اذان کا وقت قریب تھا۔لوگ نہایت ادب سے خشوع وخضوع کے ساتھ بیٹھے تھے۔میں اپنے نصیب پر خوش تھا۔ریاض الجنہ میں روزہ کھولنے کا موقعہ نصیب ہو رہا ہے۔اذان ہوئی۔۔۔اطمینان سے روزہ افطار کیا۔چند منٹ بعد دستر خوان سمیٹ لئے گئے۔نماز کے لئے صفیں کھڑی ہو گئیں۔سب کے لئے جگہ نکل آتی تھی،جنہیں بیٹھ کر روزہ افطار کرنے کا موقعہ نصیب نہ ہوا وہ بھی کسی نہ کسی طرح نماز میں شریک ہو گئے۔

مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد مجھے سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر واپسی کی اجازت لینی تھی۔کیونکہ کل ہماری مکہ مکرمہ روانگی تھی۔۔۔میں محسوس کر رہا تھا کہ واپسی کی اجازت لینے کا مطلب مدینہ سے واپسی کی تیاری شروع کرنا ہے۔بچھڑنے کا لمحہ قیامت کا لمحہ ہوتا ہے۔والدین اپنی بیٹیوں کی ودائیگی کے لئے برسوں دعائیں مانگتے ہیں لیکن رخصتی کے موقعہ پر آنسوؤں سے روتے ہیں۔لڑکی پیا کے گھر جانے کے خواب دیکھتی ہے،لیکن ماں باپ کے گھر کی چوکھٹ سے وداع ہوتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر روتی ہے۔

بچے حصول روزگار یا تعلیم کے لئے بیرونِ ملک جانے کے لئے بڑے پاپڑ بیلتے ہیں لیکن ایئرپورٹ پر ماں کے گلے لگ کر اداس ہو جاتے ہیں۔یار دوست بھی وقتِ جدائی۔۔۔ آزردہ خاطر اور غمگین ہو جاتے ہیں۔۔۔یہاں معاملہ بالکل مختلف۔

آپ اس چوکھٹ سے جدا ہو رہے ہیں جس کے دیدار کے لئے عمر بھر آنکھیں ترستی ہیں۔یہاں آنے کے لئے ہر روز دعا کے لئے ہاتھ اٹھتے ہیں۔دن میں جانے کتنی بار۔۔۔

Marfat.com

سرکار ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ مدینہ جانے والوں سے یہاں آنے کے لئے عرضیاں بھجواتے ہیں۔۔۔سلام پہنچاتے ہیں۔اب یہاں سے روانگی ہے۔قدم اٹھتے ہیں مگر اٹھتے نہیں۔ سنہری جالیوں کے سامنے پہنچنے کے لئے دل بے چین ہے۔مگر رخصتی کا تصور غمگین کئے دیتا۔ چند دن پہلے جب حاضری کا موقعہ نصیب ہوا تھا تو جذبات کچھ اور تھے اب اس وقت کیفیت کچھ اور ہے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا۔لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔آہستہ آہستہ جگہ بناتا ہوا آگے بڑھا۔ بڑھتا گیا۔اچانک مجھے منبر رسول ﷺ کے بالکل قریب جگہ مل گئی۔قدم بے اختیار تھم گئے۔میں نے دو رکعت نفل کی نیت کی۔نماز ادا کر کے میں آگے بڑھا اور اس قطار میں شامل ہو گیا۔جو سرکار ﷺ کی بارگاہ کی طرف جا رہی تھی۔۔۔لب پہ صلِّ علیٰ کے ترانے تھے۔دل کی جو کیفیت، وہی دماغ کا حال تھا۔۔۔وسوسے بہت تھے۔۔۔

کیا دوبارہ حاضری کا موقعہ نصیب ہوگا؟

اس ڈھلتی عمر میں کیا پھر یہاں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوگی؟

- کیا اس دربار میں آخری پیشی ہے؟

کیا سنہری جالیوں کے دیدار کا یہ حتمی موقعہ ہے؟

کیا باقی عمر انتظار میں گزر جائے گی؟

دھڑکنوں سے سرگوشی سنائی دی۔۔۔مایوسی کفر ہے۔

میں آگے بڑھتا رہا۔لب خاموش تھے کہ دم رخصت کچھ کہا نہیں جاتا۔آنکھیں اظہار کرتی ہیں۔کانپتے ہونٹ ترجمانی کرتے ہیں۔آنکھیں بولتی ہیں آنسو فریاد کرتے ہیں۔میں بہت قریب پہنچ گیا۔لحہ لحہ رکتا ہوا۔۔۔پل پل ٹھہرتا ہوا۔سامنے جا کھڑا ہوا۔ اتنی دیر گردن جھکائے۔ہاتھ باندھے ہوئے کھڑا رہا۔جتنی دیر میرے پیچھے آنے والوں نے مجھے موقعہ دیا۔۔۔میں نامحسوس انداز میں آگے دھکیل دیا گیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سرہانے۔۔۔اس سے آگے پھر حضرت عمر فاروقؓ کے سرہانے۔۔۔باب بقیع سے باہر

Marfat.com

نکلنے کا راستہ ہے۔لیکن میں الٹے قدموں پیچھے ہٹتا گیا۔ یہاں آنسو بہانے، درود پڑھنے اور سلام پیش کرنے والوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ سب ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ نگاہوں کے سامنے سرکار کا روضہ مبارک تھا۔ سنہری جالیوں کے اس پار میرے آقا ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ دینے والا میرا رب ہے لیکن بٹتا یہاں سے ہے۔ میرا اللہ عطا کرنے والا ہے لیکن ملتا یہاں سے۔۔۔ بے شک دعائیں سننے والا اور دعاؤں کو قبول کرنے والا رب العالمین ہے لیکن دعاؤں کی قبولیت کا مژدہ یہاں سنائی دیتا ہے۔ یہ روئے زمین کی اہم ترین جگہ ہے۔ شاہ و گدا۔۔۔ بادشاہ و غلام۔۔۔ حاکم و محکوم۔۔۔ امیر و غریب۔۔۔ پیر و فقیر۔۔۔ عالم و جاہل۔۔۔ زاہد و گنہ گار۔۔۔ عابد اور سیاہ کار۔۔۔ نیک اور بد۔۔۔ وزیر و سفیر۔۔۔ بااختیار و بے اختیار۔۔۔ بے ادب و باادب۔۔۔ پیر و جواں۔۔۔ تنگ دست و کشادہ دست۔۔۔ بیکار اور برسر روزگار۔۔۔ غرض یہ کہ سب یہیں آتے ہیں۔ مانگتے ہیں، قبول میرا رب کرتا ہے۔ جنت تو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا مگر پروانہ راہداری یہیں سے ملے گا۔ لیکن آج میں رخصتی کی اجازت اور دوبارہ حاضری کی عرضی پیش کرنے آیا تھا۔

حضور ﷺ آپ جو سُن لیں تو بات بن جائے

حضور ﷺ آپ جو کہہ دیں تو کام ہو جائے

درود پڑھتا رہا۔ سلام پڑھتا رہا۔ ندامت کے آنسو بہاتا رہا۔ اپنی نالائقی پر شرمندہ تھا۔ اپنی ناقص کارکردگی پر نادم تھا۔ اپنے گناہوں پر پشیمان تھا۔ دل کی دھڑکنیں دعائیہ کلمات میں ڈھل رہی تھیں۔ ہر دھڑکن۔۔۔ مانگ پیش کر رہی تھی۔۔۔ ہر دھڑکن بھیک مانگ رہی تھی۔۔۔ مجھے دھن دولت کی تمنا نہ تھی۔ عہدہ و منصب کی خواہش نہ تھی۔ بس عزت و توقیر۔۔۔ صحت و تندرستی۔۔۔ کسی اور کی نہیں صرف اللہ کی محتاجی عزیز تھی۔ آل اولاد، بھائی بہن، عزیز و اقارب، دوست احباب، میرا شہر، میرا پاکستان اور عالم اسلام کی خوشحالی درکار تھی۔ مجھے خیال آیا کچھ انوکھا طلب کروں۔۔۔

Marfat.com

دل سے آواز آئی۔ سرکار! غلام حاضر ہے۔ یہاں افطار میں مدینہ کی کھجوریں نصیب ہوئیں۔مگر آپ سے التجا ہے کہ اپنے لعاب دہن میں گھلی ہوئی، دندانِ مبارک سے کتری ہوئی کھجور کی گھٹلی کی ایک کُترن۔آپ کے جسمِ اطہر سے مس ہوئے کرتے کی ایک کترن۔آپ کے زیرِ استعمال کپڑوں کی اترن۔آپ کے لب ہائے مبارک پر کھلتے تبسم کی ایک کرن۔ دندانِ مبارک سے پھوٹتی روشنی کی ایک چھبن ۔سفر سے واپسی پر زادِ سفر کی چھانٹن۔ پائے مبارک سے تراشے ہوئے ناخن کی کُترن۔ پیروں کی دھُون۔تجلیوں سے منور کالی کملی کی ایک دھجی۔ نعلین پاک سے لپٹی مٹی کا ایک ذرّہ۔پاپوش میں لگی ریت کی ایک پھٹکی۔تلوؤں سے چمٹی خاک کی ایک چٹکی۔جسم اطہر سے گرتے پانی کی ایک بوند۔ وضو کرتے ہوئے پانی کا ایک قطرہ۔حلق کے بعد سرِ مبارک سے اترے ہوئے بالوں میں سے ایک موئے مبارک۔ جنگ احزاب میں خندق کھودتے ہوئے شکم مبارک پہ بندھے پتھروں کی ایک کرچی۔ اپنی چٹائی کا ایک تنکا۔اپنی گدڑی کا ایک دھاگا۔اپنے بچھونے کا ایک پھونسڑا۔اپنے کھانے کا جھوٹا۔ زیرِ قدم خاکِ مدینہ کی ایک پھنکی۔مقدس شانوں پر پڑی ردائے مبارک کا ایک تار۔

میں دعا مانگتا رہا، پھر خیال آیا کہ حیثیت اور اوقات تو دیکھو۔یہی کیا کم ہے کہ اذنِ باریابی نصیب ہوگئی۔۔۔اپنی صورت دیکھی ہے۔۔۔یہ خیال آتے ہی ندامت سے سر جھک گیا۔

کفن پہناؤ تو خاکِ مدینہ منہ پہ مل دینا
یہی بس ایک صورت ہے خدا کو منہ دکھانے کی

میں نے حضورﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہونے کی درخواست پیش کی۔دوبارہ باریابی کی درخواست دی۔ پھر قبلہ رو ہوکر بہت دعائیں کیں۔سنہری جالیوں پر حسرت سے الوداعی نگاہیں ڈالیں، دھیمے دھیمے قدموں سے میں باب السلام کی طرف روانہ ہوا۔

Marfat.com

اسی دوران قمر وارثی کا فون آ گیا۔ بیگم پہلے سے مقررہ جگہ پر ہماری منتظر تھیں۔ اب لوگوں کی تعداد کم ہوگئی تھی کہ اکثر لوگ کھانا کھانے باہر چلے گئے تھے۔ پہلے میں بیگم کے پاس گیا۔ کہنے لگیں، بہت دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔ میں نے بتایا سرکار ﷺ سے واپسی کی اجازت لینے گیا تھا۔ بیگم نے بڑے رسان سے کہا، خواتین کو حضور ﷺ کے دربار میں جانے کی اجازت ہی نہیں۔ ہم عورتیں، اپنے آقا ﷺ کی سنہری جالیاں کیسے دیکھیں، وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ ۱۹۸۷ء میں جب ہم حج کرنے آئے تھے اس وقت خواتین پر یہ پابندی نہ تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے تو سنہری جالیوں کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔۔۔ میں نے کہا کہ اب ان لوگوں کی یہی پالیسی ہے، خیر چھوڑ وان باتوں کو۔۔۔ آؤ چائے پینے چلتے ہیں۔

بیگم نے کہا بھوک لگ رہی ہے۔ ہمیں تو آج افطاری بھی نہیں ملی۔ میں نے حیرت کا اظہار کیا تو بیگم نے بتایا کہ مردوں میں جو افطاری کا اہتمام ہے ویسا خواتین میں نہیں ہے۔ حرم شریف کی خادمائیں کھجوریں تقسیم کرتی ہیں۔ ہر ایک کے سامنے دو چار کھجوروں کا ایک ایک پیکٹ رکھ دیتی ہیں۔ بعض خواتین اٹھ اٹھ کر ان سے کھجوریں مانگتی ہیں۔ اس سے خاصی بدنظمی ہوتی ہے۔ کل تو ہمیں کھجور کا ایک پیکٹ مل گیا تھا لیکن آج ''کوئی شرتن'' اس طرف آئی ہی نہیں جس طرف میں بیٹھی تھی۔۔۔ میرے پرس میں کچھ کھجوریں تھیں۔۔۔ میرے قریب بیٹھی ہوئی خواتین کے پاس بھی کچھ کھجوریں تھیں۔ ہم نے ایک دوسرے سے لے کر روزہ افطار کیا۔ پانی کا بھی بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ اپنی جگہ چھوڑ کر کولر سے لانا پڑتا ہے، اس میں جگہ چھن جانے کا خوف بھی ہوتا ہے۔۔۔

بیگم کی باتیں سُن کر مجھے افسوس ہوا اور میں نے اندازہ لگایا کہ جس طرح مردوں میں اللہ کے نیک بندے افطاری کا سامان لاتے ہیں اور اپنا اپنا دسترخوان لگاتے ہیں خواتین میں یہ طریقہ کم ہوگا۔ حکومتی سطح پر کھجوروں کا اہتمام تو ہوتا ہوگا مگر اس کو تقسیم کرنے والا عملہ کم پڑ جاتا ہے اور خادمائیں صحیح طریقے پر افطاری کا سامان بانٹنے میں ناکام رہتی

Marfat.com

ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مخیر حضرات اپنی بیگمات یا بچیوں کے ذریعہ خواتین میں بھی افطار کا سامان تقسیم کرنے کا بندوبست کریں۔ بیگم کو ہم نے چائے کے ساتھ برگر لا کر دیا۔ پانی کی بوتل خریدی۔ کافی دیر تک ساتھ رہے۔ پھر بیگم چلی گئیں۔۔۔ میں نے قمر وارثی سے رابطہ کیا۔ کچھ دیر بعد ملاقات ہوگئی۔ ہم دونوں وضو کر کے باب عمرؓ سے داخل ہوئے اور قریب ہی بیٹھ گئے کہ اب تک مسجد نبویﷺ کی صفیں پُر ہو چکی تھیں۔۔۔

عشاء کی نماز کے بعد تراویح شروع ہوئیں۔ کل جنہوں نے آخری دس تراویح پڑھائی تھیں۔ انہوں نے آج ابتدائی دس تراویح پڑھائیں۔ لطف آ گیا۔۔۔ ان کی آواز میں بلا کی خوش الحانی، جیسے کہ پہلے لکھا تھا۔ سمندر کی شور مچاتی لہروں کا سا اتار چڑھاؤ۔ رکوع میں جانے سے پہلے آخری آیت اس طرح ختم کرتے کہ شور مچاتی ساحل سے ٹکراتی لہریں لحہ بھر کو تھم جاتیں۔ اللہ اکبر اس قدر سرگوشی اور نرم لہجہ میں کہتے کہ اگر لاؤڈ اسپیکر نہ ہو تو ان کی آواز پہلی صف میں کھڑے متبدی بھی ٹھیک سے نہ سن سکیں۔ لیکن ان کے مدھم لہجہ میں ایسا تحکمانہ انداز ہوتا ہے کہ لاکھوں افراد رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ لہجہ اتنا شیریں کہ کانوں میں مٹھاس اترتی محسوس ہو۔ جب وہ لمبے سانس کے ساتھ "وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کہتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ زمین سے چشمہ پھوٹ کر بلند سے بلند تر ہوتا جاتا ہے۔

۲۰ تراویح تقریباً دو گھنٹہ میں ختم ہوتی ہیں۔ نماز وتر کی آخری رکعت میں طویل دعا۔ ہم عربی زبان سے نابلد۔۔۔ کبھی کبھی کسی لفظ کے معنی سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ لیکن ہمیں حکم ہے کہ ہم تراویح پڑھیں۔ قرآن کریم کی جن آیات کی تلاوت کی جارہی ہے ان کا کیا مطلب اور مفہوم ہے ہم نہیں سمجھ پاتے۔۔۔ اس موقع پر مجھے برادرم دوست محمد فیضی کی بات یاد آ گئی۔ ایک بار کہنے لگے کہ ہم لوگ جو تراویح یا شبینہ میں نیت باندھ کر کلام الٰہی کی تلاوت سنتے ہیں، اس وقت ہماری حیثیت ان سپاہیوں کی طرح ہوتی ہے جنہیں شہر کی کسی اہم شاہراہ پر تھوڑے تھوڑے فاصلے سے کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ دن ہو کہ رات۔۔۔ سردی ہو کہ

Marfat.com

گرمی۔۔۔شام کا وقت ہو یا چلچلاتی دھوپ، وہ سپاہی فٹ پاتھ پر چوکنے کھڑے رہتے ہیں۔ٹریفک گزرتی رہتی ہے۔ایک کے بعد ایک۔۔۔وہ اپنی ڈیوٹی پر موجود رہتے ہیں۔ٹریفک چلتا رہتا ہے۔گھنٹوں گزر جاتے ہیں۔پھر اچانک سائرن کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ہوٹرز بجنے لگتے ہیں۔پھر موبائل گزرتی ہے۔اس کے بعد نہایت تیز رفتاری کے ساتھ، ہارن بجاتی ہوئی سفید موٹر سائیکلوں پر ایک اسکواڈ گزرتا ہے۔اس کے پیچھے بہت سی کاریں زن زن کرتی ہوئی گزر جاتی ہیں۔پھر ٹریفک نارمل ہو جاتا ہے۔کچھ دیر بعد انہیں پیغام ملتا ہے کہ تمہاری ڈیوٹی ختم۔۔۔وہ Relax ہو جاتے ہیں اور اپنے اپنے تھانوں میں واپس چلے جاتے ہیں۔انہیں اس سے غرض نہیں کہ صدر مملکت گزرے تھے یا وزیر اعظم کی سواری گزری تھی۔بعض اوقات تو انہیں یہ بھی خبر نہیں ہوتی ہے کہ انہیں سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر کھڑا ہونے کا کس لئے حکم دیا گیا ہے۔ان کا کام کیا ہے؟۔ان پر ذمہ داری کیا ہے؟۔سچ پوچھو تو ان سپاہیوں کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ انہیں دھولی دوپہری میں سڑک کے کنارے کیوں کھڑا کیا گیا ہے۔فیضی کہنے لگے یہی حیثیت ہم نیت باندھ کر صف میں کھڑے ہونے والے مقتدیوں کی ہے۔ہمیں کیا فکر کہ کس پارے کی کونسی آیت تلاوت کی جارہی ہے۔یہ تمام ذمہ داری تو پیش امام کی ہے۔کب رکوع میں جانا ہے۔کب سجدہ کرنا ہے۔کب قیام کرنا ہے۔چوتھی تراویح میں کتنے پارے مکمل کرنے ہیں۔گیارہویں تراویح میں کتنے پارے پڑھنے ہیں۔ہم تو سڑک کے کنارے کھڑے اس سپاہی کی مانند ہیں جنہیں اپنی ڈیوٹی انجام دینی ہے۔

نماز پڑھ کر ہم کچھ دیر بیٹھے رہے۔کیونکہ مسجد نبوی میں یہ ہماری آخری تراویح ہے۔ آخری تراویح ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ کل ہم یہاں سے مکہ شریف روانہ ہو جائیں گے۔ کچھ دیر کے بعد باہر آئے۔لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جو مختلف دروازوں سے نکلا چلا آرہا تھا۔ افضال صدیقی آج ریاض روانہ ہو گئے تھے۔ہم نے قمر وارثی سے اجازت لی، انہیں خدا حافظ

Marfat.com

کہااور بیگم کی تلاش میں مقررہ جگہ پہنچ گئے۔ کچھ انتظار کے بعد بیگم مل گئیں۔ خوش بھی تھیں اور روہانسی بھی ہو رہی تھیں۔ کہ جانے زندگی میں دوبارہ یہاں آنا نصیب ہو۔۔۔یا نہ ہو؟۔۔۔

معمول کے مطابق دکانوں میں جھانکتے ہوئے ہم ''مطعم پاکستانی'' آئے، یہاں کھانا کھایا اور بنگالی پاڑے کی گلیوں سے گزرتے ہوئے اپنی ہوٹل ''دار حنین'' میں آ گئے۔ چائے کی طلب محسوس ہو رہی تھی، بیگم نے کیتلی میں پانی بھر کر سوئچ آن کیا اور بستر پر ڈھیر ہو گئیں۔ کچھ دیر آرام کر کے بیگم نے Packing شروع کی۔ سامان تو زیادہ نہ تھا مگر چھ دن سے کمرے میں چھوٹی موٹی چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔ اس دوران شہرِ مصطفیٰ اور اس کی رونقوں اور یہاں کے مکینوں کی خوش اخلاقی پر باتیں کرتے رہے اور جانے کب ہم سو گئے۔

وقت کے مطابق الارم نے ہمیں اٹھا دیا۔ سحری کی۔ وضو کیا اور حرم کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہوٹل سے باہر نکلتے ہی مسجد نبوی کے مینار نظر آ جاتے ہیں۔ ذرا آگے چلیں تو گنبد خضریٰ کے مینار کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس کے بعد بلند و بالا عمارتیں نگاہوں میں حائل ہو جاتی ہیں اور بظاہر مینار نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ مسجد کے صحن میں داخل ہوئے، کچھ دور چل کر بیگم بابِ عثمانؓ کی طرف مڑ گئیں اور میں بابِ فہد سے حرم شریف میں داخل ہو گیا۔ لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا، میری کوشش ہوتی تھی کہ ایسی جگہ بیٹھوں جہاں سے سبز گنبد نظر آتا رہے۔ خوش قسمتی سے چھتریوں کے نیچے جگہ مل گئی۔

فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد ہم واپس ہوٹل آ گئے تاکہ کچھ آرام کر لیں کیونکہ تین بجے ہمیں مکہ مکرمہ روانہ ہونا ہے۔ ۶ گھنٹے کا طویل سفر۔۔۔ازاں بعد عمرہ کی ادائیگی۔۔۔ عمر کی اس منزل پر احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ آرام کیا جائے۔

Marfat.com

مدینہ سے واپسی

ظہر کی نماز ادا کر کے ہم بڑی اداسی سے مسجد نبوی سے واپس لوٹے۔اداس نگاہوں سے سبز گنبد کو الوداعی بوسہ دیا اور باب فہد سے نکل کر مقررہ جگہ پر آئے اور بیگم کے ساتھ ہوٹل آ گئے۔تین بجے ہماری روانگی کا وقت مقرر تھا۔مگر ہوٹل والوں نے کہا کہ آپ ڈھائی بجے اپنا سامان لے کر نیچے استقبالیہ پر آ جائیں۔ہوٹل کا استقبالیہ کا حصہ اتنا تنگ کہ دو تین زائرین بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ہم ہوٹل کی سیڑھیوں کے پاس سامان رکھ کر کھڑے ہو گئے۔کافی دیر گزر گئی تو ہوٹل کے مینیجر نے بتایا کہ آپ ''دار سلطان'' کے نکڑ پر چلے جائیں وہیں سے آپ کو مدینہ جانے والی بس ملے گی۔ہم نے مینیجر سے کہا کہ بھائی ہمارے پاس سامان ہے کوئی آدمی مل جائے تو بہتر ہوگا۔انہوں نے کہا کہ آپ کو خود ہی اپنا سامان لے کر جانا ہوگا کہ ہوٹل میں کوئی آدمی نہیں ہے۔قصہ مختصر ہم اپنا سامان گھسیٹتے اور کاندھے پر لٹکاتے ہوئے ایک گلی سے گزرے۔سڑک کے کنارے ایک بس کھڑی تھی۔ ہماری طرح بہت سے زائرین اپنے اسباب کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ وہاں کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔بہر حال پندرہ بیس منٹ کے بعد ہمیں بس میں بیٹھنے کی اجازت مل گئی۔ بس روانہ ہوئی اور شہر کی مختلف ہوٹلوں سے انہوں نے بہت سے مسافروں کو لیا۔۔۔اس دوران بس میں بیٹھے بیٹھے کئی بار ہمیں گنبد خضریٰ اور مسجد نبوی کے بلند، خوبصورت، وجیہ اور باوقار میناروں کی زیارت نصیب ہوئی۔

بس کا ڈرائیور سیاہ فام نوجوان تھا۔کم گو اور لاتعلق۔ایک گھنٹہ بعد بس نے موٹر وے کو چھو لیا۔لیکن اس سے پہلے مقام ذوالحلیفہ قیام کرنا ضروری تھا کہ ہمیں یہاں سے احرام باندھنا ہے۔مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ میقات ہے۔مسجد نبوی سے بھی احرام باندھا

Marfat.com

جا سکتا ہے لیکن ہر بس، ویگن اور ٹیکسی یہاں رکتی ہے۔ذوالحلیفہ کو بیرّ علیؓ بھی کہا جاتا ہے۔

ذوالحلیفہ میں ایک کشادہ مسجد ہے۔ باتھ روم اور وضو خانے بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ ہماری بس جب وہاں پہنچی تو پرانے اور گھنے درختوں کے سائے تلے متعدد بسیں موجود تھیں۔ دائیں بائیں کی تمام سڑکوں پر لاتعداد بسیں اور ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔ بس سے اتر کر بیگم نے پہلے بس کا نمبر پڑھا اور مجھے یاد کرایا۔۔۔اس کے بعد ہم سڑک پار کر کے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بیرّ علیؓ کی مسجد میں پہنچے۔ مسجد بلندی پر ہے۔آپ جب سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچیں گے تو آپ گیلری نما دیوار کے ساتھ نیچے سڑک کا منظر دیکھ سکتے ہیں، حسب روایت خواتین اور مردوں کے باتھ روم الگ الگ ہیں۔

وضو کر کے۔۔۔میں نے احرام باندھا۔ مسجد میں آ کر عمرہ کی نیت کی اور دو نماز نفل ادا کیے۔اس کے بعد میں مسجد کے اندرونی حصہ کا جائزہ لیتا رہا۔ یوں محسوس ہوا کہ بہت دنوں سے مسجد کی تزئین و آرائش پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔۔۔میں مسجد سے باہر نکلا۔ دھوپ میں تمازت تھی۔ متعین کی گئی جگہ پر سایہ بھی نہ تھا۔ کچھ دیر انتظار کیا اور پھر خیال آیا کہ شاید بیگم میرا انتظار کر کے بس کی طرف چلی گئیں۔ میں بھی بس کی طرف چلا گیا۔ بس کے اندر جا کر دیکھا چند مسافر اندر بیٹھے تھے مگر بیگم وہاں نہ تھیں۔ بس کے گرد کھڑے لوگوں میں بھی بیگم نظر نہ آئیں۔ میں دوبارہ فاصلہ طے کر کے۔۔۔سیڑھیاں چڑھ کر واپس گیا۔ بیگم کو تلاش کیا۔ تلاشِ بسیار کے بعد بیگم نظر آ گئیں۔ وہ ذرا فاصلہ پر ایک جگہ کھڑی تھیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے پر ناراض ہوئے، بیگم نے کہا کہ میں نے چلتے وقت آپ کو اس جگہ انتظار کرنے کو کہا تھا۔ ہم کسی اور جگہ بیگم کا انتظار کرتے رہے۔

بغیر کوئی وقت ضائع کیے ہم بس پر پہنچے۔ تقریباً تمام مسافر بس میں آ چکے تھے، بس روانہ ہوئی۔ موٹر وے کے دائیں بائیں دور و نزدیک پتھریلا صحرا یا سیاہ سنگلاخ چٹانیں، پورے راستے بستی یا کسی شہر کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ ہم نے عصر کی نماز تو مسجد میں ادا کر لی تھی اور مغرب ابھی دور تھی۔

Marfat.com

تنگ نشستوں میں پہلو بدل بدل کر راستہ کاٹا۔کبھی اونگھ آجاتی اور کبھی کھڑکی پر پڑے ہوئے پردے کو ہٹا کر باہر کا نظارہ کر لیتے۔خاموشی کے ساتھ بس میں سفر طے ہوتا رہا۔مغرب کی اذان سے کوئی ایک گھنٹہ پہلے، بس کے کنڈیکٹر نے بیشتر مسافروں کو افطار کے ڈبے دیئے۔خوبصورت پیکنگ۔دیکھنے میں دیدہ زیب۔اس موقعہ پر ایک عجیب واقعہ ہوا جس پر دکھ بھی ہوا اور شرمندگی بھی ہوئی۔افطار پیکٹس کی تقسیم کے بعد اچانک پچھلی نشستوں سے ایک ادھیڑ عمر کی خاتون ٹوٹی پھوٹی اردو میں شور مچانے لگی کہ مجھے افطار کا ڈبہ نہیں ملا جبکہ بعض مسافروں نے دو دو ڈبے لے لئے۔سارے مسافر حیرت زدہ رہ گئے۔وہ خاتون شور مچاتی رہی۔دکھ اس بات کا ہوا کہ وہ پاکستانی تھی اور بس میں آدھے سے زیادہ مسافر دیگر ممالک کے تھے۔کنڈیکٹر نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ ان کے پاس ایک اور بکس ہے۔آپ کو بھی مل جائے گا۔کنڈیکٹر عربی زبان میں کہہ رہا تھا۔معاملہ کو ختم کرنے کے لئے بالآخر ایک پاکستانی خاتون ہی نے اپنا ڈبہ اس عورت کو دیا تب جا کر وہ خاموش ہوئیں۔

بس میں پھر سناٹا چھا گیا۔تیز رفتاری سے سفر طے ہوتا رہا۔مغرب میں جب آدھ گھنٹہ باقی رہا تو مجھے خیال آیا کہ مغرب کی نماز سے پہلے ہمیں کسی ہوٹل تک پہنچنا چاہئے جہاں مسجد بھی ہو۔مجھے یقین تھا کہ ڈرائیور کو بھی اس بات کا اندازہ ہوگا۔پھر بھی میں اپنی کرسی سے اٹھ کر ڈرائیونگ سیٹ تک پہنچا اور ڈرائیور کی توجہ اس جانب مبذول کرائی۔اس نے گاڑی چلاتے چلاتے اثبات میں سر ہلایا۔وقت گزرتا رہا، پندرہ منٹ باقی رہ گئے تو دیگر مسافروں میں بھی بے چینی پیدا ہوئی۔ایک صاحب نے اٹھ کر اشارہ سے کنڈیکٹر سے کہا، کنڈیکٹر نے پھر اطمینان سے ہاتھ کا اشارہ کیا۔تمام مسافر بس کی ونڈ اسکرین سے باہر سڑک کو اور کھڑکیوں سے دائیں بائیں دیکھ رہے تھے۔ایک طرف سورج منہ چھپا رہا تھا اور بظاہر آبادی کے آثار دور دور تک نظر نہیں آرہے تھے۔لوگ اپنی گھڑیاں اور موبائل دیکھنے لگے۔مغرب کی اذان میں اب شاید چند منٹ باقی تھے کہ بس کی رفتار ذرا کم ہوئی اور دو منٹ بعد بس سڑک کے کنارے کچے راستے پر اتر گئی۔اب ہم نے دیکھا کہ یہاں ایک ہوٹل

Marfat.com

ہے۔ بہت سی بسیں پہلے سے یہاں کھڑی ہیں تھیں اور مسافروں کی خاصی تعداد موجود تھی۔

جلدی جلدی بس سے اترے، ہوٹل کے ساتھ باتھ روم تھے اور اس کے قریب ایک میدان سا تھا۔۔۔ دیوار اور میدان کے ساتھ ساتھ ایک پکی راہداری بنی ہوئی تھی۔ اسی پکی راہداری پر بیگم نے اپنی جانماز بچھائی۔۔۔ ہم نے افطار کا ڈبہ کھولا۔ یہ کسی فلاحی تنظیم کی جانب سے افطار کے لئے مسافروں کو دیئے گئے تھے۔

ہم نے حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث سنی تھی کہ مسافر کو روزہ افطار کرانا بڑا ثواب کا کام ہے۔ کراچی میں رمضان المبارک کے مہینے میں ہم نے ایسے مسافر نہ دیکھے تھے جیسے اس وقت ہم تھے۔ ہاں ایک بار تین سال پہلے ہم ایسی ہی صورتحال سے دوچار تھے۔ آزاد کشمیر اور صوبہ سرحد کے بعض اضلاع میں قیامت خیز زلزلہ کے بعد میں، محمود احمد خان اور احمد شاہ اسلام آباد سے مانسہرہ جا رہے تھے۔ مانسہرہ پہنچنے سے پہلے مغرب کا وقت قریب آ گیا۔ اسی طرح ہم نے ایک ڈرائیور ہوٹل کے قریب گاڑی روکی تھی۔ جلدی جلدی عصر کی جاتی نماز ادا کی۔ مسجد سے سڑک پار کر کے آیا تو محمود خان اور احمد شاہ نے ہوٹل کے برابر ٹھیلے سے پکوڑے اور کچھ پھل وغیرہ خرید لئے تھے۔ ہم ڈرائیور ہوٹل کے باہر پڑے ہوئے جھلنگے پلنگوں پر افطاری سجا کر بیٹھ گئے۔ چند مسافر اور بھی تھے جو آپس میں اشیاء کا تبادلہ کر رہے تھے۔ مغرب کی نماز سے دو تین منٹ پہلے ہمارے قریب امدادی سامان سے لدا ہوا ایک ٹرک آ کر رکا۔ اس میں سے دو تین نوجوان نیچے اترے۔ کراچی سے یہ لوگ سامان لے کر آ رہے تھے۔ اذان ہو گئی۔ ہم نے بھی اور دیگر مسافروں نے بھی انہیں بڑے اخلاص اور فراخدلی سے اپنے اپنے دسترخوان پر بلایا۔ پانی کی بوتل اور کچھ سامان ان کے پاس بھی تھا۔ تمام مسافروں نے مل کر روزہ افطار کیا۔

بالکل اسی طرح کا منظر یہاں تھا۔ اذان ہو رہی تھی اور لوگ ایک دوسرے کو افطار کا سامان دے رہے تھے۔ ان میں کالے بھی تھے اور گندمی بھی۔ ایرانی بھی، افریقی اور ایشیائی بھی۔ یہ مسلم بھائی چارہ۔۔۔ روزہ ہی کا انعام تھا۔ افطار پیکٹ میں ایک چھوٹی پانی کی

Marfat.com

بوتل، کھجوروں کا پیکٹ اور جوس کا ڈبہ تھا۔ ہم نے اطمینان سے افطار کیا۔ اس کے بعد میں وضو کرنے گیا۔ مسجد تک پہنچا تو مغرب کی جماعت آخری مرحلے میں تھی۔ وہ جماعت ختم ہوئی تو ایک اور جماعت نماز مغرب کے لئے کھڑی ہوگئی۔

نماز ادا کر کے میں بیگم کے ساتھ ہوٹل میں گیا۔ خاصی کشادہ ہوٹل تھی مگر ویسی ہی جیسے ہمارے ہاں نیشنل ہائی وے پر ہوتی ہیں۔ یاد نہیں ہم نے صرف چائے پی یا کھانا بھی کھایا۔ تقریباً پینتالیس منٹ کے بعد پھر بس سوئے مکہ روانہ ہوئی۔۔۔

مسافر تازہ دم ہو گئے تھے۔ بس چلتی رہی۔۔۔ راستہ کٹتا رہا۔۔۔ حالتِ احرام میں ذمہ داریاں بہت ہوتی ہیں اس لئے محتاط اور چوکنا رہنا پڑتا ہے۔ بے خیالی میں کہیں احرام کے پلّوں سے منہ نہ صاف کر لیں۔ غیر ضروری طور پر سر نہ کھجا لیں۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔ بس کے باہر گھپ اندھیرا تھا۔ دور دور تک روشنی کی کوئی علامت نہیں۔ وقت گزرتا رہا۔ بس سڑک پر دوڑتی رہی۔ رات تقریباً ۹ بجے تھے کہ دور سے ٹمٹماتی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ کچھ دیر بعد دائیں بائیں، آگے پیچھے روشنیاں امڈنے لگیں۔۔۔ پھر شہر کے آثار دکھائی دینے لگے۔ آدھے گھنٹے تک بس شہر کی روشن سڑکوں پر چلتی رہی۔ مکہ شہر بڑا شہر ہے۔ عام عازمین۔۔۔ حرم شریف کے آس پاس تک محدود رہتے ہیں۔ سچ بات یہ کہ زائرین کو شہر دیکھنے کی فرصت کہاں؟۔۔۔ وہ لوگ تو اپنا تمام تر وقت حرم شریف میں گزارنا چاہتے ہیں۔

جیسے جیسے بس آگے بڑھتی رہی، ٹریفک میں اضافہ ہوتا گیا۔ حرم شریف کے قریب کی سڑکوں پر ٹریفک جام تھا۔ گاڑیاں رینگ رہی تھیں۔ اللہ اللہ کر کے بس اسی جگہ ٹھہر گئی جہاں جدہ سے آتے ہوئے مکہ شریف میں ٹھہری تھی۔ مسافر ایک ایک کر کے اترتے گئے۔ طریق ابراہیم خلیل پر ''فندق شبرا'' کے قریب ہم بھی بس سے اتر گئے۔ ذرا وقت لگا لیکن ہمارے آپریٹر کا نمائندہ موجود تھا۔ وہ ہمیں ''فندق شبرا'' کے سامنے والے علاقہ کی ایک گلی میں لے گیا، پچھلے دنوں ہم اسی علاقہ میں ٹھہرے تھے۔ اب کی بار وہ ہمیں دار البرکاتی نمبر۲ لے گیا۔ دار برکاتی ہوٹل چھوٹا سا ہوٹل ہے۔ ہم نے ان سے اپنا مطالبہ دہرایا کہ ہمیں علیحدہ

Marfat.com

کمرہ دے دیں۔ٹور آپریٹر کا نمائندہ اس کے لئے تیار نہ تھا۔ہم نے ہوٹل کے منیجر سے بات کی وہ بھلا آدمی تھا۔لاڑکانہ کا رہنے والا، یعنی ہمارے سندھ کا۔اس نے واضح کیا کہ جس قدر کرایہ آپ کا ٹور آپریٹر دے گا اس میں Seprate Room کی گنجائش نہیں نکلتی کیونکہ ہمارے پاس دو بستروں کا کمرہ نہیں ہے۔یہاں پر بستروں کی بنیاد پر کمرہ کا کرایہ طے ہوتا ہے۔میں آپ کو اگر چار بسروں والا کمرہ دوں گا تو میں چار بستروں ہی کا کرایہ وصول کروں گا اور آپ کی کمپنی ہمیں دو بستروں کا کرایہ دے گی۔

میں پوری بات سمجھ گیا۔قصہ مختصر میں نے ہوٹل کے مینیجر سے کہا کہ اگر ہم آپ کو دو بستروں کا اضافی کرایہ ادا کریں تو کتنی رقم ہوگی۔

کچھ سو ریال انہوں نے بتائے۔بہرحال ان کے ساتھ معاملات طے پاگئے، ہم بھی الجھن اور دشواری سے بچ گئے۔دار برکاتی ہوٹل ہمیں پسند آیا کیونکہ اس ہوٹل کے استقبالیہ میں مسافروں کے بیٹھنے کی گنجائش موجود تھی، یہاں T.V بھی لگا ہوا تھا جس پر ایک پاکستانی نیوز چینل آتا تھا۔قیام کے دوران محسوس کیا کہ ان کی Service بھی بہتر تھی۔یوں بھی سندھی بھائی روایتی طور پر مہمان نواز ہوتے ہیں، یقیناً یہ خوبی انہیں عربوں سے ورثے میں ملی ہے۔اس ہوٹل میں ہمارے چار دن خوشگوار گزرے۔چار بستروں کا کمرہ، زیادہ کشادہ نہیں تھا، چھوٹا سا باتھ روم، ہماری ضرورت کے لئے کافی، ہم حالتِ احرام میں تھے اور فوراً ہمیں عمرہ کی ادائیگی کے لئے جانا تھا۔یہ ہماری خوش بختی تھی کہ ہمیں رمضان المبارک کے مہینے میں عمرہ ادا کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی تھی۔سب سے پہلے تو بیگم نے پانی گرم کرنے کے لئے کیتلی رکھ دی۔یہ ایک مشکل کام تھا کیونکہ سوئچ ذرا اوپر تھا اور کیتلی کا تار چھوٹا تھا بہرحال چائے بنائی گئی۔چائے پی کر ہم تازہ دم ہوگئے۔

Marfat.com

مکّہ مکرّمہ

رات بارہ بجے کے بعد ہم عمرہ کی ادائیگی کے لئے ہوٹل سے نکلے۔ باہر گلیوں اور سڑکوں پر لوگوں کا اژدھام۔ ایک ہفتہ پہلے اتنا ہجوم نہ تھا۔ فٹ پاتھ پر چلنا دشوار۔ ٹریفک اس قدر زیادہ اور رواں کہ سڑک پار کرنا اور مشکل۔۔۔ بہر حال ہم حرم شریف کے قریب پہنچ گئے۔ دیکھا بھالا علاقہ۔ اُجالوں اور روشنیوں میں نہایا ہوا ماحول۔ خوشگوار فضا۔ ہم نے اس سے پہلے حرم شریف کے قریب اتنی تعداد میں لوگ نہیں دیکھے۔ حالانکہ تراویح ختم ہو چکی تھیں اور اکثر لوگ اپنی اپنی ہوٹلوں میں جا چکے تھے۔

باب ملک عبدالعزیز سے ہم داخل ہوئے۔ خانہ کعبہ پر نظر پڑی تو ہم ٹھہر گئے۔ ایک بار پھر کعبۃ اللہ شریف کا دیدار نصیب ہوا۔ کتنی بار آؤ۔ جب کعبۃ اللہ پر پہلی نظر پڑتی ہے تو یاد کی ہوئی دعائیں ذہن سے محو ہو جاتی ہیں۔ شاید اس لئے کہ اپنے اعمال نگاہوں کے سامنے گزرنے لگتے ہیں۔ مستند مجرم، عدالت سے رحم کی اپیل کس منہ سے کرے۔ وہ تو میرا رب بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اور اپنے بندوں سے بے حد محبت کرتا ہے اور اتنا بوجھ نہیں ڈالتا جو کسی بندہ کی قوت برداشت سے زیادہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میرے جیسے گنہ گار اور عصیاں کار بندے ہمت کر کے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اگر اپنے گناہوں کی سزا کا خوف ہو تو بندہ اپنے مالک کے حضور پہنچنے سے پہلے مر جائے۔ سچ بات یہ ہے کہ میرا رب ہی حوصلہ عطا کرتا ہے۔ جو ہم جیسے خطا کار ڈھٹائی کے ساتھ حاضر ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتا ہے تو اللہ سے اپنے کیئے کی معافی بھی طلب کر لیتے ہیں۔

تقریباً رات کے ایک بجے بھی طواف کرنے والوں کا بڑا ہجوم تھا۔ آدھے سے

Marfat.com

زیادہ مطاف بھرا ہوا تھا۔ اندازہ لگالیا کہ اس ہجوم میں ہم سنگِ اسود کو بوسہ نہ دے پائیں گے۔ پہلے ہم قریب ہی کی خالی صفوں میں جگہ دیکھ کر بیٹھ گئے۔ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر دعائیں کرتے رہے۔ ہم نے طے کیا کہ پہلے عشاء کی نماز ادا کرلیں۔ سنگ اسود کی نشاندہی کرنے والی سبز ٹیوب لائٹ کے قریب ہم نے شاید نماز ادا کی۔ حرم شریف میں آکر ہم نے آب زم زم خوب پیا۔ اس کے بعد ہمت کر کے اٹھے، سنگ اسود کے سامنے پہنچے، دعا کی کہ اے معبود برحق! ہم پر عمرہ آسان فرمادے۔۔۔

ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ طواف کرنے والوں کے ہجوم میں شامل ہو گئے۔ کبھی کوشش کرتے کہ رکن یمانی کے قریب پہنچ جائیں۔ کسی چکر میں حطیم کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے، ایک بار ہمت کر کے سنگ اسود کے قریب تک پہنچے لیکن باہر نکل آئے۔ ایک بار رکن یمانی کے قریب غلاف کعبہ چھونے کا موقعہ ملا۔ سچ بات یہ کہ طاقت آزما کر۔۔۔ زور لگا کر ہم نے کوشش ہی نہیں کی۔ کیونکہ نہ اب ہم میں طاقت تھی اور نہ ہی زور لگانے کا حوصلہ۔۔۔ سات چکر مکمل کئے۔

کچھ دیر کے لئے دونوں الگ الگ ہو گئے۔ باب ملتزم کے قریب گئے۔ ذرا اور آگے گئے۔ چوکھٹ کو ہاتھ لگایا۔ روئے۔۔۔ روئے کیا رونے جیسی صورت بنانے کی کوشش کی۔ بہت فریاد کی۔ معافیاں مانگیں۔ اپنے لئے، اپنے اہل و عیال کے لئے، بھائیوں بہنوں کے لئے، عزیز واقارب کے لئے، دوستوں اور واقف کاروں کے لئے، اپنے ملک اور عالم اسلام کے لئے۔ ہاتھ اٹھائے گردن جھکائے کھڑے رہے۔ جہاں جہاں جگہ ملی نوافل بھی ادا کئے۔ مقام ابراہیم پر تو کھڑا ہونا مشکل۔۔۔ اس لئے خاصے پیچھے ہٹ کر ہم دونوں نے نوافل ادا کئے۔ اللہ کا شکر کیا کہ ایک مرحلہ مکمل ہوا۔

خیال رہے کہ میں نے اپنی نانی کے ایصالِ ثواب کے لئے یہ عمرہ کیا تھا۔ وہ میری ماں کی طرح تھیں۔ میں نے انہی کا دودھ پیا تھا۔ میری پیدائش کے وقت میری والدہ بیمار

Marfat.com

ہوگئیں تھیں تو مجھے میری نانی، نارائن پور سے بمبورہ لے آئیں تھیں۔ آٹھ نو برس تک انہوں نے ہی پرورش کی۔ دس بارہ برس کا ہوں گا کہ وہ مجھے چھوڑ کر اپنی آخری منزل کی طرف کوچ کر گئیں۔ میں ان کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔ اس وقت تک تو مجھے شاید خدمت کے معنی بھی نہیں معلوم تھے۔ میں اپنی خالاؤں اور ماموؤں کی گود میں پلا بڑھا۔ اب سوائے فیاض علی ماموں کے، سب زمین کی گود میں سو گئے۔ نیاز علی ماموں سے بھی میری بڑی دوستی تھی۔ سیاست اور کرکٹ کی باتیں ان کی زندگی کے پسندیدہ مشاغل تھے۔ اس کے برخلاف میرے چھوٹے ماموں بہت کم گو ہیں اللہ تعالیٰ ان کا سایہ سلامت رکھے۔

باب صفا کے قریب مقام زم زم پر ہم پہنچے، یہاں دیوار کے ساتھ دس بارہ ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ ایک چھوٹا سا حصہ بنایا ہوا ہے، لوگ پیپر کپ میں آب زم زم بھرتے ہیں اور سروں پر ڈالتے ہیں۔ بدن بھگوتے ہیں، آب زم زم پیتے ہیں اور سیراب ہو جاتے ہیں۔ چند سال پہلے تک مطاف میں زیر زمین مقام زم زم ہوا کرتا تھا۔ مردوں اور عورتوں کے لئے علیحدہ حصے تھے، ہر ایک جانب درجنوں ٹونٹیاں لگی ہوئی تھیں، اکثر زائرین یہاں وضو بھی کیا کرتے تھے۔ اب وہ بات کہاں؟ ۔۔۔ ہم سے پہلے ڈاکٹر مجید اللہ قادری سات آٹھ کی عمر میں مکہ شریف آئے تھے۔ انہوں نے پہلا روزہ حرم شریف ہی میں افطار کیا تھا۔ میرے ایک ٹیلی ویژن پروگرام "کعبہ پہ پڑی جب پہلی نظر" میں گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے بتایا تھا کہ ۔۔۔ میں نے یعنی ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے چاہ زم زم میں ڈول ڈال کر خود اپنے ہاتھ سے آب زم زم نکالا تھا۔ پچاس سال سے بھی کم کا عرصہ ہوا ہے، اس نصف صدی میں یہاں سب کچھ بدل گیا۔

خیال رہے کہ زم زم کا کنواں ۱۳ میٹر گہرا ہے۔ چوڑائی ۱۴×۱۸ فٹ قطر ہے۔ تقریباً چار ہزار سال سے جاری ہے، اس کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوا۔ کنویں میں پودے نہیں اُگتے، دیواروں پر کائی نہیں جمتی۔ یورپ اور امریکہ کی متعدد لیبارٹریز نے آب زم زم Test کیا اور

Marfat.com

پینے کے لئے بہترین قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آبِ زم زم میں شفاء ہے۔ ۱۰ ملین افراد روزا استعمال کرتے ہیں۔ حج کے دنوں میں تقریباً ۳۵ لاکھ افراد آبِ زم زم سے سیراب ہوتے ہیں۔ ۸۰۰۰ مکعب فٹ زم زم روز نکالا جاتا ہے اور ۲۴ گھنٹے میں دوبارہ بھر جاتا ہے۔ زائرین اور حجاج کرام اپنے قیام کے دوران مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آبِ زم زم ہی پیتے ہیں۔

میں پیپر کپ بھر بھر کر لاتا اور بیگم کو دیتا جاتا۔ انہوں نے بدن پر بھی ڈالا اور سیر ہو کر پیا۔ میں نے بھی آب زم زم خوب پیا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر فضل کرے۔ ہمیں اور ہماری آل اولاد کو علم نافعہ عطا فرمائے۔ صحت وتندرستی اور رزقِ کثیر وحلال عطا فرمائے۔ آمین

اب ہم دو چار سیڑھیاں چڑھ کر صفا کی طرف گئے تو حیران رہ گئے۔ حیران ہونے کی بات بھی تھی۔ صرف ایک ہفتہ پہلے صفا ومروہ کے درمیان برابر والے حصہ میں تعمیراتی کام ہو رہا تھا۔ اندازہ لگایا تھا کہ صفا ومروہ کے درمیان جگہ کو یہ دورویہ بنانا چاہتے ہیں۔ دگنا کشادہ کرنا چاہتے ہیں۔ بیشک شب و روز کام ہو رہا ہے۔ بہت سے محنت کش، ہنر مند اور انجینئر تعمیراتی کام میں مصروف تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ حج سے پہلے۔ دوسرا حصہ مکمل ہو جائے گا تاکہ حجاج کرام کو سعی کرنے میں آسانی ہو جائے۔ ہمارے تو خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ صرف چند روز میں اتنا بڑا کام مکمل ہو جائے گا۔ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔

کوہِ صفا تک جانے کے لئے ۵۰۔ ۶۰ قدم سیدھے ہاتھ کی طرف جانا تھا اور اس حصہ پر کوہِ مروئی سے سعی کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں واپس آ کر صفا کی سمت جارہے تھے۔ ہم بھی اس ہجوم میں شامل ہو گئے۔ ہمارا خیال تھا کہ صفاء ومروئی کے درمیان کا حصہ کشادہ ہو کر جب دورویہ ہو جائے گا تو سعی کرنے میں زائرین کو آسانی ہو گی۔ مگر یہاں تو تیسرے رمضان میں آدھی رات کے وقت چلنے کی جگہ نہیں ہے۔ حج کے ایام میں ہجوم کا کیا عالم ہو گا۔ بہرحال ہم بھی۔۔۔ لوگوں کے سمندر میں تنکے کی طرح شامل ہو گئے۔ صفا کی

Marfat.com

چوٹی کے آدھے حصہ میں تعمیراتی کام جاری تھا۔ خیال رہے کہ سعی شروع کرنے سے پہلے نیت کرنے اور دعا پڑھنے کے لیے زائرین ذرا دیر کو یہاں رکتے ہیں۔ مگر ہجوم اتنا تھا کہ آپ یہاں رک کر اور خانہ کعبہ پر نگاہ ڈال کر دعا کریں یہ بہت مشکل تھا۔ بہر حال ہم جیسے تیسے اوپر چڑھے، اندازاً خانہ کعبہ کا استیلام کیا۔۔۔ جو ذہن میں آئی دعا مانگی اور بلندی سے نیچے سنبھل سنبھل کر اترنے لگے۔ دس بیس قدم کے بعد صاف ٹائلوں کا فرش۔۔۔ بیشک بہت اژدھام تھا۔ مگر آپ بچ بچا کر چلیں تو سعی کرنا بہت دشوار نہیں۔ ہم نے سعی شروع کی، اپنی خوش بختی پر نازاں بھی تھے کہ صفا اور مروہ کے درمیان نئی تعمیرات دیکھ لیں۔ یہ ایک بڑی تبدیلی ہے جو تقریباً پینتالیس سال کے بعد نظر آئی۔ تیسرا چکر مکمل کرنے کے بعد ہم درمیان میں ذرا رُک گئے۔ ایک کولر سے آب زم زم پیا۔۔۔ ذرا دم لیا۔۔۔ تھکن محسوس ہو تو ستا لینے میں کوئی حرج نہیں۔

سات چکر مکمل کر کے جب ہم مروہ پہنچیں تو ایک گونہ اطمینان ہوا۔ سچ بات یہ ہے کہ بہت مشکل محسوس ہو رہا تھا۔ مگر میرے رب نے بہت آسان کر دیا۔ جی چاہا کہ یہیں سجدہ ریز ہو جاؤں۔۔۔ سجدہ شکر ادا کروں۔۔۔ مگر مروہ پر لوگوں کا ہجوم۔ آدھا حصہ تو عمرہ مکمل کرنے کے بعد سر منڈانے یا بال کٹوانے والوں سے بھرا ہوتا ہے، باقی حصہ پر سعی کرنے والوں کا ہجوم۔ بس دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ابھی ہمیں آٹھواں چکر بھی مکمل کرنا تھا اس سے ہماری مراد ہے کہ صحنِ حرم میں جانے کے لئے ہمیں واپس لوٹنا تھا۔ مطاف میں جانے کے لئے صرف بابِ صفا کھلا ہوا تھا۔ ہم دھیمے دھیمے قدم اٹھاتے ہوئے مروہ سے صفا کی طرف بڑھتے رہے۔

بابِ صفا پہنچے تو موذّن نے تہجد کی اذان دی اور حرم شریف کے چاروں اور ''اللہ اکبر'' کی صدائیں گونج اٹھیں۔ ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ ایک بار پھر مقام زم زم سے آب زم زم پیا اور مطاف ہی میں ایک خالی جگہ پر بیٹھ گئے، بیٹھ کیا گئے گویا لیٹ گئے۔ اس

Marfat.com

وقت مطاف میں لوگوں کا ہجوم نسبتاً کم تھا کہ لوگ سحری کرنے باہر نکلے ہوئے تھے۔ ہم تذبذب میں تھے کہ سحری کرنے باہر جائیں یا یہیں آب زم زم پی کر روزہ کی نیت کر لیں۔ وقت ابھی کافی تھا۔۔۔

ہم حرم شریف سے باہر نہیں نکلے۔ موسم اس وقت خوشگوار تھا۔ بیگم کو خواتین کے لئے مختص حصہ میں جانا تھا۔ میں مطاف ہی میں بیٹھا خانہ کعبہ کو تکتا رہا۔

فجر کی نماز ادا کر کے ہم بن داؤد کے قریب مقررہ جگہ پر پہنچے اور بیگم کے ساتھ اپنی ہوٹل آ گئے۔ کمرہ میں آ کر میں نے بیگم کے بالوں کی ایک دولٹ کاٹیں۔۔۔ میں چونکہ پچھلے ہفتہ عمرہ کی ادائیگی کے بعد سارے بال منڈوا چکا تھا اس لئے میں نے بال گیلے کر کے شیونگ ریزر سے سر کے بعض حصوں پر ''شیو'' کیا۔۔۔ احرام اتارا، کپڑے تبدیل کئے اور بے سدھ ہو کر بستر پر گر پڑا۔

Marfat.com

بیت اللہ میں پہلا روزہ

تقریباً گیارہ بجے آنکھ کھلی۔ نہا دھو کے حرم شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ ہر گلی سے لوگوں کے قافلے سوئے حرم رواں دواں تھے۔ باہر صحن میں بھی صفیں بچھی ہوئی تھیں۔ لوگوں نے بن داؤد ہوٹل کے برابر سب سے بلند ہوٹل Elap کے کار پارکنگ میں اور اس کی لابی میں صفیں بچھائی ہوئی تھیں۔ ہمیں بہر حال حرم شریف پہنچنا تھا۔ حرم شریف میں داخل ہونا بھی مشکل نظر آتا تھا۔ لیکن جیسے تیسے ہم باب ملک عبدالعزیز سے اندر پہنچے اور جہاں تِل دھرنے کی جگہ ملی۔ وہاں بیٹھ گئے۔ سامنے خانہ کعبہ نظر آ رہا تھا۔ اور کیا چاہئے۔

ظہر کی نماز ادا کی۔ اور تلاوت میں مصروف ہو گیا۔ تین بجے کے قریب نیند غالب آئی تو وہیں پیر پھیلا کر لیٹ گیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں باہر آیا۔ وضو کیا اور اب زینے چڑھ کر اوپر چلا گیا۔ یہاں بھی لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ عصر کا وقت قریب تھا اور ہر شخص حرم شریف کے اندر آنا چاہتا تھا۔ مطاف میں ابھی دھوپ تھی۔ لیکن صف بندی شروع ہو چکی تھی۔ میں پہلی منزل پر کھڑا نیچے مطاف کی طرف دیکھتا ہوں۔ خانہ کعبہ کے گرد لاکھوں افراد چکر کاٹ رہے تھے۔ مطاف کا بیشتر حصّہ طواف کرنے والوں سے بھرا ہوا تھا۔ بابِ ملک عبدالعزیز کی طرف صفیں بچھنا شروع ہو گئیں تھیں لیکن اس کے سامنے چونکہ کوئی دروازہ نہیں ہے اس لئے اس طرف طواف کرنے والوں کا دائرہ وسیع تھا۔ اسی دوران میں نے دیکھا کہ پرندوں کے غول کہیں سے اُڑتے ہوئے آئے اور خانہ کعبہ کا چکر لگانے میں مصروف ہو گئے۔ یہ کبوتر سے خاصے چھوٹے پرندے ہیں۔ ہم نے ابابیل نہیں دیکھے۔ اس لئے یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ پرندے ابابیل تھے یا اسی کی کوئی نسل کے پرندے تھے۔

Marfat.com

لیکن خانہ کعبہ کے اوپر سے گزرنے سے گریز کرتے تھے۔ میں نے بہت سے پرندوں کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کے قریب آتے تھے اور بل کھاتے ہوئے واپس پلٹ جاتے تھے۔ جو پرندہ اپنے غول سے بچھڑ جاتا وہ تیز پرواز کرتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھتا لیکن جب اسے محسوس ہوتا کہ وہ خانہ کعبہ کو پار کرنے کے قریب ہے تو ایک جھٹکے کے ساتھ پلٹ آتا۔ سُنا تھا۔۔۔ پڑھا بھی تھا کہ پرندے خانہ کعبہ کے اوپر سے نہیں گزرتے۔

کعبہ کے اوپر سے جاتے نہیں ہیں کس کو ادب یہ سکھاتے نہیں ہیں
کتنے مودّب ہیں یہ کبوتر اللہ اکبر اللہ اکبر

آج میں نے خود پہلی منزل سے یہ منظر دیکھا۔ پرندوں کے غول کے غول ایک عجب والہانہ انداز میں بڑی دیوانگی اور وارفتگی بلکہ عالم سرشاری میں طواف کر رہے تھے۔ کافی دیر تک میں یہ منظر دیکھتا رہا۔ پھر ایک ایک کرکے پرندے وہاں سے اُڑتے ہوئے معدوم ہو گئے۔ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ یہ پرندے کہاں رہتے ہیں۔ کس طرف سے آئے تھے اور کدھر چلے گئے۔ کچھ اندازہ نہیں کیونکہ آس پاس درخت بھی نہیں ہیں اور قریب کی ہوٹلوں کی کھڑکیوں میں بھی ہم نے ان پرندوں کے گھونسلوں کو نہیں دیکھا۔ اسی طرح حرم شریف کے چاروں طرف ہزاروں لوگ کبوتروں کو دانا ڈالتے ہیں اور اکثر وقت کبوتروں کے غول کے غول دانہ چُگتے دکھائی دیتے ہیں جانے یہ کہاں بسیرا کرتے ہیں۔ رات کن درختوں کی شاخوں اور پرانی حویلیوں میں جا بیٹھتے ہیں۔ پتہ نہیں چلتا۔ یقیناً ان کا بھی کوئی مسکن ہوگا یہ بھی کہیں گھونسلا بناتے ہوں گے۔

پرندوں کے غول چلے گئے۔ مطاف میں صفیں پھیلتی رہیں، اور طواف کرنے والوں کا دائرہ تنگ ہوتا گیا۔ لیکن مقام زم زم اور سنگ اسود اور حطیم کے قریب دائرہ زیادہ وسیع ہے۔ باب صفا کے سامنے تو ابھی جاء نمازیں نہیں بچھائی گئیں کیونکہ یہ راستہ تو مستقل مصروف رہتا ہے کہ طواف مکمل کرکے سعی کرنے والے اسی راستے سے صفا و مروہ کی طرف

Marfat.com

جاتے ہیں۔

میں نے اپنے لئے جگہ بنالی تھی اور تلاوت میں مصروف تھا لیکن تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر میں گیلری سے مطاف میں جھانک کر دیکھتا تھا۔ میری کوشش تھی کہ میں عصر سے مغرب تک مطاف میں زائرین کی سرگرمیوں کا اچھی طرح جائزہ لوں تاکہ اپنے قارئین کو اس کی تفصیلات بیان کرسکوں۔ مغرب کی اذان میں ابھی کافی دیر تھی۔ حرم شریف کی عمارت کی دیوار کے ساتھ ساتھ صفیں بچھ چکی تھیں اور ان صفوں میں آہستہ آہستہ دسترخوان بچھائے جارہے تھے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ منتظمین عصر کی نماز سے پہلے غالیچوں کے نیچے پلاسٹک کے دسترخوان پہلے سے طے کر کے رکھ دیتے ہیں۔ میں اوپر کھڑا دیکھ رہا تھا کہ لوگ افطار کا سامان لاتے۔ اور پھر بچھے ہوئے غالیچہ کے نیچے سے دسترخوان نکالتے اور سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کی مدد سے اسے پھیلا دیتے۔

مطاف کے غالب حصہ پر اب صف بندی ہو چکی تھی۔ لوگ آتے جاتے اور ایک نئی صف بنالیتے یوں طواف کرنے والوں کا دائرہ کم ہوتا جاتا۔ بیشتر صفوں کے سامنے دسترخوان دراز ہو چکے تھے۔ اور اب ان پر افطار کا سامان چنا جارہا تھا۔ مسجد نبوی کی طرح یہاں بھی صاحب استطاعت لوگ اور اللہ کے نیک بندے اپنے گھروں سے چالیس پچاس روزہ داروں کے لئے افطار کا سامان لاتے تھے اور اپنی مقررہ جگہ پر دسترخوان بچھا کر افطار کا سامان رکھ دیتے تھے۔

میں نے محسوس کیا کہ مکہ کے حرم میں کھجوریں، چاء اور گاوا کے علاوہ دوسری اشیاء لانا ممنوع ہیں۔ کیونکہ میں نے کسی بھی دسترخوان پر۔ لبن یعنی دہی کا پیکٹ۔ روٹی یا جوس کا ڈبہ نہیں دیکھا۔ یقیناً یہاں کھجوروں کے علاوہ دیگر اشیاء لانے پر پابندی ہے۔ میں پھر اپنی جگہ پر آبیٹھا۔ میں جس صف میں بیٹھا تھا اس کے میزبانوں نے بہت پہلے یہاں افطار کا سامان لا کر رکھ دیا تھا۔ یہ چار پانچ لوگ مختلف عمروں کے تھے اور تمام کے تمام سیاہ فام تھے۔

Marfat.com

اب ہمارے سامنے بھی دستر خوان بچھایا جا چکا تھا۔ میزبان ڈبوں سے کھجوریں نکال کر پیپر پلیٹوں میں سجا رہے تھے۔ انواع و اقسام کی کھجوریں۔ پیلی پیلی پکی ہوئی تازہ کھجیاں۔ چھوٹی بڑی اور انگلی کے برابر کھجوریں۔

میں نے محسوس کیا کہ جن لوگوں کو دستر خوان بچھانے کی جگہ نہیں ملتی وہ آتے جاتے لوگوں میں کھجوروں کے پیکٹ تقسیم کر دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بعض لوگ بچھے دستر خوانوں پر اپنی جانب سے ہر روزہ دار کے سامنے کھلی کھجوریں یا کھجوروں کے پیکٹ رکھتے جاتے ہیں۔ مغرب سے ذرا پہلے تک ہر روزہ دار کے سامنے کھجوروں کی ڈھیریاں بن جاتی ہیں۔

اب میں ایک بار پھر اُٹھ کر ریلنگ نما دیوار تک آیا۔ مغرب کی نماز کا وقت قریب تھا۔ میں نے دیکھا۔ طواف جاری تھا مگر اب طواف کرنے والوں کا دائرہ سمٹ گیا تھا۔ اور نئی صفیں بن چکی تھیں۔ تمام لوگوں کے سامنے دستر خوان بچھائے جا چکے تھے اور اکثر دستر خوان پر افطار کی اشیاء چن دی گئیں تھیں۔ ہزاروں لوگ آبِ زم زم سے بھرے کاغذ کے گلاس ہاتھوں میں لئے روزہ داروں کے سامنے رکھ رہے تھے۔

اب میں نے دیکھا کہ لوگ طواف کرنے والوں میں کھجوریں تقسیم کر رہے تھے۔ بہت سے لوگ ایک ہاتھ میں جگ تھامے اور دوسرے ہاتھ میں پیپر کپس لئے۔ طواف کرنے والوں کے ساتھ چلتے چلتے انہیں آبِ زم زم دے رہے تھے۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ بہت سے لوگ طواف کرتے ہوئے روزہ افطار کریں گے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا۔ مطاف میں بھی لوگ اِدھر اُدھر کھڑے ہو کر آنے والے روزہ داروں میں کھجوریں تقسیم کر رہے ہیں۔ باب فہد اور باب ملک عبدالعزیز کی سیڑھیوں کے سامنے کا حصہ آنے جانے والوں کے لئے راہداری کے طور پر محفوظ رکھا جاتا ہے۔ لیکن اب راہداری کے ساتھ ساتھ لوگ بیٹھنے لگے تھے اور انتظامیہ کے لوگ انہیں وہاں سے اُٹھاتے نہیں تھے تاہم انہوں نے اب بھی آنے جانے والوں کے راستہ بنایا ہوا تھا۔ مطاف میں اب بقول کسے تِل دھرنے کی

Marfat.com

جگہ نہ تھی۔ میرے سامنے اوپری منزل پر بھی جہاں جہاں میں دیکھ سکتا تھا لوگوں کے سرہی سر نظر آ رہے تھے۔ بہت سے طواف کرنے والے سات چکر مکمل کرنے کے بعد جہاں جگہ ملتی بیٹھتے جاتے تھے۔اب بہت کم لوگ طواف میں مصروف تھے۔

حرم شریف کے برقی قمقمے بہت دیر پہلے روشن ہو چکے تھے اس لئے شام کے دھندلکوں کا یہاں گزر نہیں۔ یہاں تو ہمہ وقت اُجالا ہی اُجالا رہتا ہے۔ مغرب کی اذان کا وقت ہونے والا تھا۔ مطاف میں کہیں کہیں آمدورفت کا سلسلہ جاری تھا۔

میں بھی اپنی جگہ لوٹ آیا۔ کھجوروں کے بعد اب گاوا تقسیم ہو رہا تھا۔آب زم زم سے بھرے گلاس پہلے ہی رکھے جا چکے تھے۔ تلاوت کرنے والوں نے قرآن کریم کے نسخے الماریوں کے خانے میں رکھ دیئے تھے۔ بیشتر لوگ ہاتھ اُٹھا کر دعا میں مصروف تھے۔ میں نے بھی ہاتھ اُٹھا لئے۔ محسوس ہوا کہ ہتھیلیوں میں شکرانے کی رنگ برنگی کلیاں کھلنے لگیں۔

بے شک میرے رب کا مجھ پر کرم خاص تھا کہ میں آج حرم شریف میں روزہ افطار کرنے والا ہوں۔ میں ہرگز اس اعزاز کا مستحق نہ تھا۔اس کی کریمی کے صدقے کہ اس نے برسوں پرانی آرزو پوری کر دی۔ پہلے مسجد نبوی ﷺ میں اور آج بیت اللہ میں مجھے روزہ افطار کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

یا اللہ! تیرا شکر ہے۔۔۔ اے معبود برحق! تیرا کرم۔۔۔ اے میرے پالنے والے! تیرا احسان ہے کہ تُو نے مجھ جیسے۔۔۔۔۔۔

فضا میں موذن کی اذان بلند ہوئی۔ حرم شریف کے چاروں طرف اللہ اکبر کی صدائیں گونج اُٹھیں۔ سب نے روزہ افطار کیا۔ درجنوں کھجوریں کھائیں۔ آبِ زم زم پیا۔ پھر گرم گرم گاڑھا اور کسیلا گاوا پیا۔ میں پھر اُٹھ کھڑا ہوا تازہ منظر دیکھنے کے لئے۔۔۔ کعبہ کے قریب جو لوگ طواف کر رہے تھے ان کے ہاتھوں میں آبِ زم زم کے گلاس چھلک چھلک جاتے تھے۔ ان کے سامنے دستر خوان نہ تھا، وہ کھجور کی گٹھلیوں کو کب تک ہاتھ میں

Marfat.com

پکڑے رہیں گے۔ یقیناً آب زم زم بھی گرا ہوگا۔ گاوا بھی چھلکا ہوگا۔ کھجوروں کا فاضل حصہ اور گھٹلیاں بھی گری ہوں گی۔ دستر خوان تو سمیٹ لئے جائیں گے۔ لیکن انہیں کون اٹھائے گا، جب جماعت کھڑی ہوگی تو طواف کرنے والے کہاں صف بنائیں گے۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ سینکڑوں کارکن اور خدام۔ چاروں طرف سے دوڑتے چلے آئے۔ پہلے پانی پھینکا گیا۔ لوگ اِدھر اُدھر ہو گئے۔ پھر بڑے بڑے ایک ایک گز چوڑے وائپر لے کر خدام صفائی میں مصروف ہو گئے۔ اُن کے پیچھے اتنے ہی بڑے کپڑے یا سوت لگے ہوئے Vipers لئے دوسرے گروپ نے مطاف کو خشک کرنا شروع کر دیا۔ مشکل سے دو چار منٹ لگے ہوں گے صفائی کا یہ عملی مظاہرہ ختم ہو گیا۔ طواف جاری رہا۔۔۔ دیکھتے دیکھتے تمام دستر خوان اُٹھا لئے گئے۔ میں نے مُڑ کر دیکھا۔۔۔ میرے سامنے بچھا ہوا دستر خوان بھی سمیٹ لیا گیا تھا۔ لوگ دوزانوں ہو کر بیٹھ چکے تھے۔ میں تیز قدم بڑھاتا ہوا اپنی جگہ پر آیا کہ۔۔۔ مکبّر نے تکبیر پڑھنا شروع کی۔ لوگ کھڑے ہو گئے۔ صفیں بن گئیں۔ لاکھوں۔۔۔ بلا مبالغہ لاکھوں فرزندانِ توحید خانہ کعبہ کے سامنے۔ صف بستہ ہو گئے۔ کانوں میں امام کعبہ کی رس گھولنے والی آواز گونجی۔ اللہ اکبر۔۔۔

نماز ختم ہوئی۔ میں پھر ریلنگ نما دیوار کے قریب آ کھڑا ہوا۔ نیچے سنگ اسود کے قریب لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ شہد کی مکھیوں کی طرح۔۔۔ اور میری نگاہوں کے نیچے۔ اکثر لوگ مختلف راہداریوں سے گزر کر باہر نکلنے کے لئے رواں دواں تھے۔

کیا میں یہ منظر بھلا سکوں گا؟

دل نے کہا۔۔۔ نہیں!۔۔۔ کبھی نہیں!۔۔۔ زندگی بھر نہیں!!

مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد لوگوں کے ہجوم کے ساتھ میں بھی حرم شریف سے باہر آیا۔ یہاں پر جن لوگوں نے روزہ داروں کے افطار کا اہتمام کیا تھا وہ اب تک اپنا سامان سمیٹ رہے تھے۔ صحن کے دائیں بائیں کے بعض حصوں کو خواتین کے لئے مختص کر دیا گیا

Marfat.com

تھا۔ میں نے دیکھا نہیں سنا ہے کہ حرم شریف کے باہر افطار کے لئے اشیاء خرد و نوش لانے پر کوئی پابندی نہیں اس لئے جو لوگ حرم شریف کے باہر روزہ افطار کرواتے ہیں وہ دہی، جوس، دودھ کے پیکٹوں کے علاوہ بریانی وغیرہ بھی مہیا کرتے ہیں۔ فیصل آباد کے ''کسان گھی'' والوں کی جانب سے حرمین شریفین میں افطار اور سحری کا باقاعدہ اہتمام ہوتا ہے۔ محی الدین چنگیزی نے بتایا کہ میں نے مسجد نبوی میں خود بریانی، نہاری اور قورمہ وغیرہ سحری میں کھائے ہیں۔ شنید ہے کہ عقیل کریم ڈیڈی کے بھائی بھتیجے بھی اپنی بساط کے مطابق لوگوں کو افطار اور سحری مہیّا کرتے ہیں۔ جو لوگ بھی اس کار خیر میں حصہ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے رزق میں برکت عطا فرمائے اور انہیں آخرت میں خیرِ کثیر عطا کرے۔

بیگم کے ساتھ ہم نے مسفلہ کی ایک ہوٹل میں کھانا کھایا۔ چائے پی اور وضو کر کے حرم شریف میں واپس آ گئے۔

زندگی میں پہلی بار آج ہم بیت اللہ کے سامنے۔ تراویح ادا کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ عشاء کے وقت لوگوں کا ہجوم ناقابل بیان ہے۔ مطاف میں تو تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ پہلی اور دوسری منزل پر بھی یہی عالم ہوگا۔ باب فہد اور باب ملک عبدالعزیز کے باہر کا منظر تو ہم ابھی دیکھ چکے تھے۔ حرم شریف کے صحن کے علاوہ آس پاس کی بلند و بالا ہوٹلوں کی راہداریوں اور Lobby میں بھی لوگوں نے صفیں بنائی ہوئی تھیں۔

عشاء کی نماز کے بعد میں نے مطاف میں پہلی بار نماز تراویح ادا کی۔ بیت اللہ شریف کے سامنے تراویح ادا کرنے کا اپنا لطف ہے۔ اللہ اکبر۔۔۔ چاروں طرف لاکھوں فرزندانِ توحید قطار اندر قطار۔۔۔ صف بستہ کھڑے ہیں۔ مسجد نبوی میں آپ کو دائیں بائیں کے مناظر زیادہ کشادہ محسوس نہیں ہوتے کیونکہ ہزاروں خوبصورت اور دیدہ زیب ستون نگاہوں کی راہ میں حائل ہوتے ہیں اور اگر آپ باب مجیدی سے آگے۔ باب سلام

Marfat.com

اور باب بقیع کے درمیان صفوں میں کھڑے ہیں تو آپ کو لوگوں کی تعداد کا اندازہ لگانا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ حرم شریف مکہ میں اگر مطاف میں نماز ادا کر رہے ہیں تو آپ کو اپنے چاروں طرف لوگوں کا ایک منظم اور مودّب اژدھام نظر آئے گا۔ اصل میں لوگوں کی تعداد کا تعیّن کرنے کے لئے۔ اجتماع، بھیڑ، ہجوم، اژدھام ایسے الفاظ بے معنی ہیں۔ یقیناً روئے زمین پر کوئی ایسا مقام نہیں ہے جہاں بیک وقت لوگوں کی اتنی بڑی تعداد جمع ہوتی

خانہ کعبہ کے سامنے تراویح ادا کرنے کا اپنا ایک الگ لطف ہے۔ امام کعبہ کی آواز کی شیرینی، قرآن کریم کی آیات کی عظمت، اہلِ زبان کا لہجہ، کھلی فضاؤں میں امام کعبہ کی قرأت، ٹھہر ٹھہر کر، آہستہ آہستہ، یوں لگتا تھا ایک ایک لفظ کا دانہ بڑے سلیقہ، قرینہ اور ادب کے ساتھ قرأت کی تسبیح میں پرویا جا رہا ہے۔ ہم عربی زبان سے ناواقف۔۔۔ لیکن ذرا توجہ دیں، عالمِ خودسپردگی میں آیاتِ ربانی سماعت کریں تو کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگتا ہے۔ پھر لفظوں کی ادائیگی کا حُسن پوری معنویت کے ساتھ سماعتوں کے راستے دل و دماغ میں اُترتا چلا جاتا ہے۔ تراویح ادا کرتے وقت انسان نا گھڑی دیکھتا ہے نا کسی سے وقت معلوم کرتا ہے۔ بس امام کی مدھم آواز پر قیام، رکوع، سجود اور جلسہ کرتا رہتا ہے۔ یہاں وتر کی نماز سے پہلے امام نہیں بتاتا کہ اب تراویح ختم ہو گئیں۔ ''صلوٰۃ الوتر'' ادا کریں۔

وتر میں دعا مانگی جاتی ہے۔ بعض دفعہ دعا طویل بھی ہو جاتی ہے لیکن عربی سے نابلد ہونے کے باوجود دعا کا ایک ایک لفظ سمجھ میں آتا ہے۔ یوں تو ہم ہر پل اور ہر لحہ اپنے رب سے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ ہر جگہ موجود ہے اور دعاؤں کا بڑا سُننے والا ہے۔ مگر جب یہ یقین ہو کہ اللہ ربّ العزت نے خود اپنا ایک علامتی مکان روئے زمین پہ قائم کیا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ ہم اللہ کے حضور حاضر ہیں۔ دعا اللہ سے مانگی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا گھر ہمارے سامنے ہے۔ یوں لگتا ہے ہم کسی کے گھر کے باہر ایک فقیر، ایک سائل، ایک بھکاری، ایک گداگر، ایک ضرورتمند، ایک لاچار، ایک پریشان حال، ایک

Marfat.com

حاجتمند، ایک بے یار و مددگار، ایک بے بس، ایک بے سہارا، ہر در سے ٹھکرایا ہوا، ہر جگہ سے ناامید ہو کر ایک ایسے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں جہاں یقین ہے کہ بھیک مل جائے گی۔ جہاں دعا قبول ہو جائے گی۔ اس یقین اور اعتماد کے ساتھ امام کعبہ کی دعا پر لاکھوں ''آمین'' کی صدائیں فضا میں گونجنے لگتی ہیں۔ لوگ آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ پلکیں بھیگ جاتی ہیں۔ گلا رندھ جاتا ہے۔ بدن کانپنے لگتا ہے۔ خشیتِ الٰہی رگ و پے میں اُتر آتا ہے۔ گردنیں جھک جاتی ہیں۔ دعا کے لئے ہاتھ اُٹھے ہوتے ہیں۔ ایسے میں یقین آجاتا ہے۔ جھولی بھر گئی۔ دعا پوری ہو گئی۔ دل کو قرار آجاتا ہے۔ طبیعت مطمئن ہو جاتی ہے۔ اللہ اکبر کی صدا پر لوگ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

نماز ختم ہوئی۔ تراویح ختم ہوئیں۔ لوگ بے صبروں کی طرح سنگ اسود کی طرف دوڑے۔ کچھ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ عجلت پسند باہر جانے کے لئے درازوں کی طرف لپکے۔ بہت سے لوگ بیٹھے رہے۔ دروازوں پر ہجوم کم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ موبائل فون آن ہو گئے۔ لوگ اپنے اہلِ خانہ اور ساتھیوں کی تلاش میں ہیں۔۔۔

کہاں کھڑے ہو؟

باب فہد کے کس طرف ہو؟

میں، بالکل مقام زم زم کے پاس کھڑا ہوں!

اِدھر، اُدھر دیکھو میں نے ہری چادر اوپر اٹھائی ہوئی ہے۔

بھئی آواز نہیں آرہی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا!

میں پھر فون کرتا ہوں۔۔۔

یہی مکالمے ہر زبان سے ادا ہو رہے ہوتے ہیں۔ ہم بیگم کو فون ملاتے ہیں مگر اُدھر سے آواز آتی ہے۔ بہت شور ہے۔ کچھ سنائی نہیں دے رہا۔ ہم بڑی دیر تک باب ملک عبدالعزیز کے سامنے جو Tower کی صورت ایک گھڑی لگی ہوئی ہے اس کے پاس

Marfat.com

منڈلاتے رہے۔ تقریباً تمام خواتین اسکارف، دوپٹہ یا عبا پہنے ہوئے۔ کیسے تلاش کریں؟۔۔۔ بالآخروہ ہمیں بن داؤد کی سیڑھیوں پر نظر آئیں۔ اس رات ہم نے آس پاس کی دکانوں سے کچھ ضروری چیزیں خریدیں۔ ایک بجے ہوٹل میں آئے۔ رات کا ایک بج رہا تھا۔ مگر یوں لگتا تھا کہ شام ہورہی ہے۔ دکانیں۔۔۔ مصنوعات اور خواتین سے بھری ہوئیں۔ گلیاں اور سڑکوں پر چلنا مشکل۔ ٹریفک کی روانی۔ اللہ اکبر۔ یہ کیسا شہر ہے۔ یہاں رات نہیں ہوتی۔ یہاں اندھیرا نہیں ہوتا۔ رات کی تاریکی نہیں ہوتی۔ روشنی، اُجالے، نور اور تجلّیاں۔۔۔

صبح فجر کی نماز ادا کرنے حرم شریف گئے۔ اور جلد ہی واپس آگئے۔ آج جمعہ ہے۔ حرم شریف جلدی پہنچنا ہے۔ ورنہ جگہ نہیں ملے گی۔

Marfat.com

رمضان المبارک کا پہلا جمعہ

دنیا بھر کی مساجد میں جمعہ کی نماز میں عام دنوں کے مقابلے میں کئی گنا ہجوم ہوتا ہے۔ یہ تو حرم شریف ہے۔ بیت اللہ ہے۔ رمضان المبارک کا پہلا جمعہ ہے۔ عام دنوں میں مقامی آبادی اپنے محلہ کی مسجدوں میں نماز ادا کرتی ہے۔ لیکن جمعہ کے روز شہر کے تمام لوگ حرم شریف کا رخ کرتے ہیں۔ جدہ اور طائف سے ہزاروں لوگ نماز جمعہ ادا کرنے آتے ہیں۔ پندرہ بیس لاکھ نمازی ہوتے ہیں۔ مطاف اور حرم شریف کی عمارت کو چھوڑیئے۔ حرم کا دالان، ہوٹلیں، سڑکیں، گلیاں، ہر جگہ جائے نمازیں بچھ جاتی ہیں۔ اپنی دانست میں ہم جلدی اُٹھے۔ تیار ہوئے۔ وضو کر کے باہر نکلے تو اپنی غلطی پر پشیمان ہوئے۔ کاش فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد ہوٹل نہیں آتے۔ وہیں کہیں تھوڑی دیر آرام کر لیتے۔ اب کیسے حرم شریف میں داخل ہوں گے۔ ہم چلتے رہے۔ جیسے تیسے دالان پار کیا۔ اوپر کی منزل میں جانے کے لئے باہر لگی سیڑھیوں کی طرف بڑھے، مگر باوردی خدامانِ حرم نے راستہ روکا ہوا تھا اور بآواز بلند کہہ رہے تھے کہ اوپر جگہ نہیں۔ ہم اب باب السلام کی طرف بڑھے۔ دروازہ پر ہجوم تھا۔ منتظمین اندر جانے سے روک رہے تھے۔ میں دُبلا پتلا اور کمزور آدمی۔ اس دھکم پیل میں کیسے اندر جا سکتا تھا۔ لیکن دل کا تقاضہ کہ جمعہ کی نماز حرم شریف کے اندر ادا کرنی ہے۔ اِدھر اُدھر ہجوم میں گھسنے کی کوشش کی۔ حُسنِ اتفاق کہ دبلا پتلا ہونے کی وجہ سے میں ایک ریلے میں اندر چلا گیا۔ اندر تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ قدم نہ آگے بڑھا سکتے نہ پیچھے ہٹا سکتے۔ خوش قسمتی دیکھئے کہ باب السلام کے جہازی سائز کے دروازہ کے ایک پٹ کی آڑ میں کھڑے ہونے کی جگہ مل گئی۔ دیوار اور کھلے دروازہ کے پٹ کے درمیان جو خلا ہوتا ہے

Marfat.com

میں وہاں کھڑا ہوگیا۔ بالکل محفوظ۔ اس طرف چپلیں اور جوتیاں رکھی تھیں، وہ میں نے سلیقہ سے اُٹھا اُٹھا کر پیچھے کی طرف کر دیں۔ اور اپنے لئے مناسب اور محفوظ جگہ بنالی۔ میرے سامنے خانہ کعبہ تھا۔ مگر پوری طرح نظر نہیں آرہا تھا۔ لیکن اتنا اطمینان کافی تھا کہ میں رمضان المبارک کے پہلے جمعہ کی ادائیگی کے لئے حرم شریف کے اندر ہوں۔ اپنی خوش بختی پر جتنا ناز کروں کم ہے۔ اپنی خوش نصیبی پر جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ میرے سامنے اور دائیں بائیں لوگوں کا جھمکٹا۔۔۔ بھیڑ کی وجہ سے شدید گھٹن۔ بہت سے لوگ جگہ نہ ملنے کی وجہ سے باہر نکل رہے ہیں۔ ان سے زیادہ لوگ اندر آنے کی کوشش میں مصروف۔۔۔

اذان ہوگئی۔ ہجوم کا وہی عالم رہا۔ میں اب اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ آڑ میں ہونے کی وجہ سے دھکم پیل سے محفوظ تھا۔ وقت گزرتا رہا۔ خطبہ شروع ہوا۔ مطاف میں کیا عالم ہے۔ طواف کا کیا منظر۔ باہر کتنی دور تک صفیں بن چکی ہیں۔ حرم شریف کی عمارت کے اندر لوگوں کی کیا کیفیت ہے کچھ پتہ نہیں۔ میں مطمئن تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار تھا۔

خطبہ ختم ہوا۔ مکبّر نے تکبیر پڑھی۔ لوگ کھڑے ہوگئے۔ تیز ہواؤں میں ترتیب سے کھڑی فصلیں جس طرح لہراتی ہیں۔ صفوں میں کھڑے لوگ لہرا رہے تھے۔ بعض لوگوں کو توازن برقرار رکھنا مشکل تھا۔ سجدہ کے لئے جگہ کم تھی۔ مگر میں آرام سے تھا اور محفوظ تھا۔ امام کعبہ کی آواز گونجی۔ اللہ اکبر۔۔۔ نیت کی۔ ہاتھ باندھے، آنکھیں موندیں اور آیاتِ ربانی کی تلاوت سُنتا رہا۔ سجدہ کرتے وقت ذرا پیچھے ہٹا، مجھ سے آگے نمازی کے پیروں کے بیچ سر جھکا دیا۔ بہت آرام سے۔ بہت اطمینان سے نماز ادا کی۔ اور اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ بہت وقت درکار تھا۔ باہر نکلنا دشوار تھا۔ مگر مجھے کوئی جلدی نہ تھی کہ میں نے حرم شریف ہی میں رُکنا تھا۔

بہت دیر بعد میں اس قابل ہوا کہ اپنی جگہ سے نکل سکوں۔ میں آگے بڑھا، خانہ کعبہ کو دیکھتا رہا۔ پھر اس طرف ایک خالی جگہ پر بیٹھ کر تلاوت کرنے لگا۔ ۲ ربجے کے قریب

Marfat.com

میں حرم ہی میں سو گیا۔ عصر سے پہلے باہر نکلا۔ وضو کیا اور پہلی منزل پر چلا گیا۔ خانہ کعبہ کے گرد۔۔۔ طواف کرنے والوں کا دائرہ بہت بڑا تھا۔ اور میں نے دیکھا اوپر لوگ طواف کر رہے تھے۔

ہم نے سُن رکھا تھا کہ حج کے دنوں میں مطاف میں جگہ تنگ ہو جاتی ہے تو بعض نوجوان اور ہمت والے لوگ اوپری منزل پر طواف کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اوپر کی منزل کے سات چکر پانچ کلو میٹر کے برابر ہوتے ہیں۔ ہم جیسے لوگ جو عام زندگی میں دس بیس قدم بھی پیدل نہ چلتے ہوں ان کے لئے پانچ کلومیٹر کا طواف حیرت میں مبتلا کر دینے والی بات ہے۔ لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔ ہم نے دیکھا۔ نوجوان لڑکے، لڑکیاں۔ ادھیڑ عمر کے لوگ بلکہ بعض ہماری عمر کے لوگ روزہ رکھ کر۔ اوپری منزل پر طواف کر رہے تھے۔ گو تعداد زیادہ نہ تھی لیکن سینکڑوں لوگ تھے یا شاید ہزاروں ہوں کہ ایک کے پیچھے ایک لوگ دوڑے چلے جا رہے تھے۔ میرے سامنے ایک نوجوان گزرا وہ اپنی ضعیف والدہ کو طواف کرا رہا تھا۔۔۔ وہیل چیئر پر لوگ بیٹھے تھے ان کے ساتھی انہیں طواف کرا رہے تھے۔ پانچ کلومیٹر۔۔۔ ماں کو پیٹھ پر بٹھائے۔ یا اللہ!۔۔۔ اس شخص نے عمرہ کی بجائے حج کا ثواب حاصل کر لیا۔ مجھے خود پر ندامت ہوئی۔ سچ بات ہے کہ میری پلکیں بھیگ گئیں۔ کل ہم نے آدھی رات کو عمرہ ادا کیا تو یوں لگا جیسے بہت بڑا کام کر لیا۔ بڑی نیکی کمالی۔ بہت ثواب حاصل کر لیا۔ پروردگار! ہمارا عمرہ تو بہت آسان تھا۔ مشکل سے سات چکروں میں ہم نصف کلو میٹر چلے ہوں گے۔ بلکہ اس سے بھی کم اور یہ لوگ۔۔۔ اور یہ کمر جھکائے جو ضعیف آدمی گزرا ہے۔ اور یہ بوڑھی خاتون۔۔۔ یہ پانچ کلومیٹر کا طواف کر رہے ہیں۔ میری آواز بھرا گئی۔ گلا رندھ گیا۔ عقیدت سے انہیں دیکھنے لگا۔ یہ بڑے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں۔ اپنی مرضی سے مشکل راستہ اختیار کیا۔ اپنی رضا سے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مشقت کا یہ طریقہ اپنایا ہے۔ ان کے مقابلے میں، میں تو بہت حقیر ہوں۔ اے اللہ! ان نیک بندوں

Marfat.com

کے عمرہ کے مقابلے میں میرا عمرہ تو بہت کمزور ہے۔ مگر تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔ میری کوتاہیوں کو معاف فرما اور میرا ٹوٹا پھوٹا عمرہ اپنی بارگاہ میں قبول فرما لے۔ آمین

عصر کی نماز کے بعد میں طواف کرنے چلا گیا۔ جہاں جہاں ممکن ہوا۔ نوافل ادا کیں اور باب ملک عبدالعزیم کے قریب بچھی ہوئی صفوں میں جگہ تلاش کر کے بیٹھ گیا۔ اور قرآن شریف پڑھتا رہا۔ جوں جوں دھوپ گھٹنے لگی صفیں بڑھتی رہیں۔ پھر وہی منظر جو کل میں نے پہلی منزل سے دیکھا تھا۔ دستر خوان بچھتے رہے۔ افطاری چُنی جاتی رہی۔ لوگوں کا ہجوم اندر مطاف میں آتا رہا۔ طواف کرنے والوں کا دائرہ کم ہوتا رہا۔ ہمارے سامنے کھجوروں کے ڈھیر۔ آبِ زم زم کے گلاس۔ گاوا اور چائے کے کپ۔ شام کب ڈھلتی ہے۔ سورج کہاں غروب ہوتا ہے۔ مطاف میں اس کا پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ حرم ہر وقت روشن رہتا ہے۔ دعاؤں کے لئے ہاتھ اُٹھ گئے۔ خانہ کعبہ سامنے۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔ اذان کی آواز گونج اُٹھی۔ لوگ روزہ کھولنے لگے۔۔۔ مغرب کی نماز ادا کی اور باہر نکل آئے۔

Marfat.com

مقاماتِ مقدسہ

ڈاکٹر سمیع الدین میرے بڑے کرم فرما ہیں۔گذشتہ بیس سال سے طائف میں مقیم ہیں۔مگر طائف کے لوگوں کا مزاج قبول نہیں کیا۔اپنے رویّہ اور حُسنِ اخلاق کے اعتبار سے مدینہ کے شہری لگتے ہیں۔میرے چھوٹے بھائی اسلم صدیقی کے برادرِ نسبتی ہیں۔ہم جب بھی عمرہ کے لئے آتے ہیں اور سمیع بھائی کو اطلاع ہو جائے تو طائف سے ملنے آتے ہیں۔ میرا بھائی مظہر صدیقی اور بیٹی المنیٰ اور داماد میجر کوثر کاظمی ان کے علاوہ نہدیہ اور عدیل آئے تو ڈاکٹر سمیع ان کے بھی میزبان بنے۔ ہر بار طائف سے بیگم بچوں کے ساتھ آتے ہیں، کھانے کی ڈھیر ساری چیزیں ساتھ لاتے ہیں، پھر ہمیں تمام مقاماتِ مقدسہ کی سیر کراتے ہیں۔ہم ہمیشہ اپنا سفر ان سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔صرف اس خیال سے کہ انہیں کافی زحمت اُٹھانی پڑتی ہے۔مگر انہیں کسی نہ کسی طرح معلوم ہو جاتا ہے۔جانے کیسے ہماری ہوٹل یا فون نمبر معلوم کر لیتے ہیں۔ہم مدینہ منورہ میں تھے کہ ان کا فون آگیا۔آپ کے علم میں ہے کہ انہی کے تعلق سے عمران میاں نے ہمیں مدینہ منورہ کے مقدس مقامات کی زیارت کرائی تھیں۔

طے ہوگیا تھا ایک روزہ ہم ان کے ساتھ افطار کریں گے۔ پہلے ارادہ تھا کہ حرم شریف میں وہ ہمارے لئے اپنا دستر خوان لگائیں گے اس کے بعد منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کی طرف جائیں گے۔ پھر انہوں نے فون کیا۔مغرب کے بعد رات ہو جائے گی اس لئے مناسب ہے کہ ہم عصر کی نماز کے فوراً بعد مذکورہ مقامات دیکھنے جائیں اور واپس آ کر حرم شریف میں روزہ افطار کریں۔۔۔ پروگرام طے ہوگیا۔

Marfat.com

چار بجے بعدان کا فون آیا کہ طریق ابراہیم خلیل پر اس وقت ٹریفک جام ہے اس لئے آپ لوگ اپنی ہوٹل سے، فلسطین ہوٹل کی طرف آجائیں۔ یہاں ایک چورنگی ہے۔ اور اس پر فلائی اوّر ہے اور اس کے ساتھ ہی سڑک پار کر کے پارکنگ کی جگہ ہے ہم وہاں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم سات آٹھ منٹ میں ان کے پاس پہنچ گئے۔ عالیہ بھابھی اور ان کا سب سے چھوٹا پیارا سا بیٹا منیب ان کے ساتھ تھا۔ جبکہ نجم، معیز اور بیٹی ماہ رخ ان دنوں کراچی میں زیر تعلیم ہیں۔

ٹریفک کے ہجوم میں ہم روانہ ہوئے۔ دس پندرہ منٹ کے بعد شہر کی پُر رونق سڑکوں سے آگے نکل آئے۔ اس سے پہلے ہم نے آبِ زم زم کا Distribution Centre دیکھا اس مرکز سے بذریعہ ٹینکر مدینہ منورہ آبِ زم زم بھیجا جاتا ہے اس کے علاوہ مکہ اور اطراف سے آئے مقامی لوگ یہیں سے آبِ زم زم حاصل کرتے ہیں۔

سمیع بھائی نے آگے جا کر سڑک کے ایک طرف ذرا سی گاڑی موڑی اور روک دی۔ ہم نیچے اُترے پتھریلی جگہ پر سڑک کی تعمیر کے نشانات تھے۔ اس کے کنارے ایک بہت بڑا بورڈ لگا جس پر غارِ ثور کی تفصیلات اور زائرین کے لئے ہدایات درج تھیں۔

ہم غارِ ثور کے نیچے ایک غیر آبادی سڑک پر کھڑے تھے۔ گردن اُٹھا کر دیکھا تو ہمارے سامنے بہت اُونچا پہاڑ تھا۔ عجیب وغریب۔۔۔ سیاہ سنگلاخ چٹانیں۔ بہت بڑا اور بلند پہاڑ۔ اوپر جانے کے لئے لوگوں کے قدموں سے پہاڑی پر پگڈنڈی سی بن گئی تھی جو پہاڑ کی پیٹھ پر بل کھاتی ہوئی اوپر جا رہی تھی۔ سمیع بھائی نے بتایا کہ پہاڑ کی آخری بلند ترین چوٹی پر غارِ ثور واقع ہے۔ ہم نے دیکھا، دو تین ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے چند لوگ پہاڑ کے درمیان بنی ہوئی پگڈنڈی سے ثور کی بلند ترین چوٹی پر چڑھ رہے تھے۔ غارِ ثور میں جانے اور اس کی زیارت کرنے کے لئے بلند حوصلہ، بڑی ہمت، مضبوط ارادہ اور گہری عقیدت درکار ہے۔ ہم یہاں کئی بار آئے مگر اوپر چڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ ہم نیچے کھڑے حسرت سے

Marfat.com

اوپر چڑھنے والے لوگوں کو دیکھ رہے تھے جو بالکل بونے نظر آتے تھے۔ وہ اگر ہمیں نیچے کھڑا دیکھیں تو ہمارے لئے بھی کہیں کہ ہم بونے ہیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ واقعی ہم بونے تھے اس لئے نیچے کھڑے تھے اور جو قد آور تھے وہ سوئے غار ثور جا رہے تھے۔ یہ وہی غار ہے جہاں حضور اکرم ﷺ نے ہجرت کرتے وقت قیام فرمایا تھا اور آپ ﷺ کے رفیق خاص حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے ہمراہ تھے۔

گاڑی میں بیٹھ کر آگے چلے۔ مکہ سے تیرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک جدید بستی ہے عزیزیہ۔ سڑک کنارے بلند عمارتیں، اندر کی سڑکوں کے دائیں خوبصورت مکانات۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ''سوق البازار'' لگتا تھا اور مکہ کے دور و نزدیک سے لوگ اپنا سامان لا کر بیچتے تھے۔ ازاں بعد مسجد خیف کے پاس سے گزرے۔ حج کے موقعہ پر اس مسجد سے امام۔۔۔ حج کا خطبہ دیتا ہے۔ سال بھر میں ایک دن یہاں نماز ہوتی ہے۔ ایک دن یہ مسجد آباد ہوتی ہے۔ دنیا بھر سے آئے ہوئے تقریباً بتیس (۳۲) لاکھ حجاج کرام کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے اس مسجد میں نماز کی ادائیگی اور خطبہ سُننے کی سعادت نصیب ہو۔ جب ہم مسجد کے پاس سے گزرے تو وہاں کوئی نظر نہیں آیا۔ میدانِ عرفات میں لگائے گئے نیم کے درخت اب خاصے بڑے اور گھنے ہو گئے ہیں۔

عرفات کا میدان خالی تھا۔ ویران۔ بس جبلِ نور کے دامن میں چند لوگ کھڑے تھے۔ دو تین ٹیکسیاں کھڑی تھیں اور جبلِ نور پر کچھ افراد موجود تھے۔ چار سال پہلے جب ہم یہاں آئے تھے بڑی رونق تھی۔ ایک میلہ لگا ہوا تھا۔ سڑک کے کنارے میدان میں۔ تین پہیوں کے موٹے ٹائر والے اسکوٹرز بچے چلا رہے تھے۔ میں اوپر جبلِ نور پر چڑھا تھا۔ یہی میدانِ عرفات ہے جہاں حضرت آدمؑ اور بی بی حوا کی ملاقات ہوئی تھی۔ میدانِ عرفات وقوف حج ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حاجی کو قیام کرنا ہوتا ہے۔ تمام ارکان مکمل نہ ہوں تو دم دیا جا سکتا ہے لیکن وقوف عرفات ضروری ہے۔ یہاں قیام کیئے بغیر حج نہیں ہو سکتا۔ اس

Marfat.com

کا کوئی بدل نہیں۔ سال میں ایک بار صرف ایک دن کے لئے یہاں ایک شہر آباد ہوتا ہے۔ محتاط اندازہ کے مطابق تیس سے پینتیس لاکھ فرزندانِ توحید منیٰ میں فجر کی نماز ادا کر کے عرفات کے لئے روانہ ہوتے ہیں اور بلا کسی عذر کے مغرب سے پہلے یہ شہر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہاں ایک دن کے لئے زندگی کے تمام سامان مہیا کئے جاتے ہیں۔ انسانی عقل میں یہ بات مشکل سے سماتی ہے کہ ایک میدان میں تیس لاکھ آدمی آئیں اور بارہ گھنٹے قیام کے بعد یہاں سے بخیر و خوبی واپس چلے جائیں۔ اس دوران انہیں کھانے پینے، وضو اور باتھ روم کی سہولتیں دستیاب ہوں۔ وہ عبادت بھی کریں، نمازیں بھی ادا کریں اور اللہ کے حضور دعائیں بھی کریں۔

حیرت کی بات ہے لوگوں کی اتنی بڑی تعداد تمام ارکان ادا کر کے شہر خالی کر دیتی ہے۔ یہ میرے رب کا کھلا معجزہ ہے۔ میں ابھی انہی باتوں پر غور کر رہا تھا کہ سمیع بھائی نے کہا۔ کیا خیال ہے مسجد خیف میں روزہ افطار کریں؟

میں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ اگر مناسب سمجھیں تو یہیں ''جبل نور'' کے دامن میں روزہ کھولیں۔ کیونکہ اب ہم ٹریفک کے ہجوم کی وجہ سے حرم شریف میں تو نہیں پہنچ پائیں گے۔ اچانک عالیہ بھابھی کہنے لگیں۔ افطار کا تمام سامان اور دیگر چیزیں موجود ہیں۔ مگر پانی نہیں ہے۔

کیا مطلب؟۔۔۔ سمیع بھائی نے حیران ہو کر پوچھا۔

گھر سے (یعنی طائف سے) چلتے وقت آپ نے تو منع کیا تھا کہ اگر پانی کی بوتلیں ابھی سے رکھ لیں تو راستے میں پانی گرم ہو جائے گا۔ مکہ مکرمہ سے خرید لیں گے۔ عالیہ بھابھی نے سمیع بھائی کو یاد دلایا۔

OH My God۔۔۔ سمیع بھائی نے سر پیٹ لیا۔ کہنے لگے، مکہ پہنچ کر ٹریفک اتنا جام تھا کہ پانی کی بوتلیں خریدنا یاد ہی نہیں رہا۔ چلو۔۔۔ چلو۔۔۔ جلدی گاڑی میں

Marfat.com

بیٹھو۔ یہاں تو آس پاس کوئی ہوٹل یا اسٹور نہیں ہے۔ ہم سب گاڑی میں بیٹھ گئے۔

میں نے یاد دلایا کہ مسجد خیف چلیں۔

بیکار ہے! وہاں پانی شاید ہی ملے۔ فصیح بھائی نے کہا۔

اب کیا ہوگا۔ بیگم نے پریشان ہو کر پوچھا۔ کیونکہ افطار کا وقت تو بہت قریب ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ کہیں نہ کہیں کوئی اسٹور مل جائے گا۔ سمیع بھائی نے غیر یقینی کے ساتھ جواب دیا۔ اور تیز رفتاری سے گاڑی سڑک پر دوڑا دی۔ مختلف سڑکوں پر وہ گاڑی چلاتے رہے۔ آس پاس کہیں زندگی کے آثار نہ تھے۔ انہوں نے پھر اپنی گاڑی مرکزی شاہراہ پر ڈال دی۔ وقت کم ہوتا گیا۔ گاڑی سڑک پر دوڑتی رہی۔ چند منٹ باقی تھے کہ دور سے ایک پیٹرول پمپ دکھائی دیا۔ انہوں نے گاڑی کی رفتار اور تیز کر لی۔ اذان میں دو تین منٹ باقی تھے کہ ہم پیٹرول پمپ کے قریب پہنچ گئے۔

تمام لوگ جلدی جلدی گاڑی سے اترے۔ ڈکی سے عالیہ بھابھی، منیب کی مدد سے افطار کا سامان اتارنے لگیں اور سمیع بھائی دوڑ کر برابر اسٹور میں چلے گئے۔ پانی کی ٹھنڈی بوتلیں اور جوس کے پیکٹ لے کر آ گئے۔ سروس اسٹیشن کے قریب پختہ راہداری پر چادر بچھائی گئی۔ دستر خوان پھیلایا۔ ٹفن کھولا اور ہاٹ پاٹ سے سامان نکالا جانے لگا۔ ہم نے اپنی داہنی جانب دیکھا۔۔۔ ہمارے بالکل قریب پندرہ بیس افراد ایک دستر خوان کے گرد بیٹھے تھے، انواع واقسام کی چیزوں سے دستر خوان سجا ہوا تھا۔۔۔

گاڑی سے اترتے ہی لوگوں نے ہمیں اپنے دستر خوان پر مدعو کیا تھا۔ مگر خواتین کو ساتھ دیکھ کر ذرا خاموش رہے۔ اس کے بعد انہوں نے آواز دے کر بلایا۔ دو تین آدمی کھانے پینے کی مختلف چیزیں لے کر ہماری طرف آئے اور خواتین کو افطار کا سامان پیش کیا۔ اور ہمیں اصرار کر کے اپنے دستر خوان پر لے گئے۔ اذان ہو گئی ہم نے اجنبی دوستوں کے ساتھ روزہ افطار کیا۔ پہلی بار یہاں ''توت کا شربت'' پیا۔ بے حد لذیذ اور خوش ذائقہ۔

Marfat.com

سمیع بھائی نے بتایا کہ یہ شہتوت کا شربت ہے اور سعودی عرب کی خاص سوغات ہے۔ افطار کے ساتھ کھانے کا بھی اہتمام تھا۔ گوشت کا سالن، مچھلی، روٹی، چاول۔۔۔

دورانِ گفتگو پتہ چلا کہ یہ علاقہ ''محلہ معوالی'' کہلاتا ہے۔ اس مسجد کے پیش امام ایک نوجوان تھے جنہوں نے ناظم آباد کے ایک مدرسہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ لہجہ سے اندازہ لگایا، بنگالی ہیں۔ لیکن روانی سے عربی بول رہے تھے۔ پیٹرول پمپ کے ایک طرف مسجد اور دوسری طرف کمرشل اسٹور ہے۔ افطار کر کے ہم خواتین کی طرف آئے تو عالیہ بھابھی نے ایک پلیٹ آگے بڑھا کر کہا۔ رضوان بھائی! کھانا کھائیں، یہ چاول، یہ سالن، یہ قیمہ۔۔۔ اور۔۔۔ ہم نے کہا۔ ایک وقت میں تین بار کھانا نہیں کھا سکتے۔

حیران ہو کر پوچھا۔ کیا مطلب؟

میں نے کہا۔ وہاں افطار ہی ایک کھانے کے برابر تھی۔ دوسرے افطار کے ساتھ باقاعدہ کھانے کی ڈشیں تھیں۔ اس طرح ہم ایک وقت میں دو بار کھانا کھا چکے ہیں۔ تیسری بار کیسے کھائیں۔

آپ نے دیکھا نہیں عالیہ بھابھی کتنی چیزیں پکا کر لائی ہیں۔ بیگم نے توجہ دلائی۔ اب یہ سارا کھانا آپ کو اپنے ساتھ ہوٹل لے جانا ہوگا۔ عالیہ بھابھی نے مسکراتے ہوئے کہا، اتنا کھانا لے جا کر میں کیا کرونگی۔ اتنا کھا لیا ہے کہ سحری کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ بیگم نے جواب دیا۔

انہیں باتوں میں چھوڑ کر میں وضو کر کے مسجد چلا گیا۔ ابھی جماعت کھڑی ہوئی تھی۔ نماز مغرب ادا کی۔ چھوٹی سی مسجد، ایئر کنڈیشن، اگلی صف پر ہر نمازی کے سامنے رحل نماڈیکس رکھے ہوئے تھے۔ ان پر قرآن کریم اور احادیث وغیرہ کی کتابیں رکھی تھیں۔ مسجد صاف ستھری تھی۔ کسی نے بتایا کہ عدالتِ عالیہ کے ایک ریٹائرڈ جج نے یہ مسجد بنوائی ہے اور ہر روز ان کی جانب سے افطار کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سروس اسٹیشن کے ملازمین، اسٹور کے

Marfat.com

ملازمین، مسجد کے ملازمین کے علاوہ مسافروں کے لئے وافر مقدار میں کھانا انہی کی طرف سے آتا ہے۔ دل سے میزبان کے لئے دعا نکلی۔ اللہ تعالیٰ میزبان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

مسجد کے ایک حصہ میں خواتین کے لئے نماز کی جگہ مختص تھی۔ نماز ادا کر کے سامان سمیٹا، اپنے میزبانوں کا شکریہ ادا کیا اور ہم گاڑی میں بیٹھ کر حرم شریف کی طرف روانہ ہوگئے۔

اللہ کا کیسا نظام ہے۔۔۔ ہم پروگرام بنا رہے تھے کہ حرم شریف کے صحن میں دستر خوان لگائیں گے۔ پھر مسجد خیف میں روزہ کھولنے کا ارادہ کیا۔ ازاں بعد جبل نور کے دامن میں افطار کا پروگرام بنایا مگر انجام کار جج صاحب کے دستر خوان پر ہمارا رزق اُترا۔ سمیع بھائی نے Relex ہو کر کہا۔

بے شک دانے دانے پر مہر ہوتی ہے۔ اس دوران منیب کی شرارتیں اور پیاری پیاری باتیں جاری رہیں۔ ہماری گاڑی سڑک کے کنارے ایک بڑی چہار دیواری کے قریب سے گزری تو سمیع بھائی نے بتایا کہ یہ ''امّ القریٰ'' یونیورسٹی ہے۔ چہار دیواری کے اندر بہت سی عمارتیں تھیں، ذرا آگے بڑھے تو کہنے لگے، یہ دو منزلہ طویل عمارت یہاں کا Oldage House ہے۔ یہ ہاسٹل عمر رسیدہ لوگوں کے لئے ہے۔ بوڑھے اور ضعیف لوگوں کو ان کے بچے یہاں داخل کرا دیتے ہیں۔ یوں تو انہیں زندگی کی تمام سہولتیں میسّر ہیں مگر۔۔۔ مگر بچوں سے دور تنہا رہتے ہیں۔ سمیع بھائی نے اس ادارہ کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔۔۔ یہ تو یورپ کا کلچر ہے۔ یہاں کیسے آ گیا۔ ہمیں دکھ ہوا۔ اور اپنی عمر کا خیال کر کے پریشانی بھی ہوئی۔ گاڑی سڑک پر دوڑتی رہی۔ اب آبادی شروع ہوگئی۔ ہم پُر ہجوم ٹریفک میں داخل ہوگئے۔ کہیں کہیں، کسی موڑ سے گزرتے تو ہمیں حرم کے بلند و بالا، وجیہہ، خوبصورت اور باوقار مینار نظر آتے تھے۔

مسجد جن:

طریق حرم پر سمیع بھائی نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔۔۔ ہم ایک مسجد

Marfat.com

کے قریب گاڑی سے اترے۔ سمیع بھائی نے بتایا، یہ ''مسجد جن'' ہے۔ ہم نے برسوں پہلے مسجد جن دیکھی تھی اس وقت نہ سڑک اتنی کشادہ تھی نہ سڑک کے کنارے کئی کئی منزلہ عمارتیں تعمیر ہوئی تھیں۔ چھوٹی سی ایک مسجد تھی، سفیدی سے پتائی کی گئی تھی لیکن اب ہم جس مسجد کو دیکھ رہے تھے وہ از سرِ نو تعمیر کی گئی ہے اور بہت خوبصورت طرز تعمیر ہے۔ پہلے کے مقابلہ میں خاصی کشادہ ہے۔ دیواروں پر نہایت قیمتی اور دیدہ زیب ٹائل لگے ہوئے ہیں۔ سبز رنگ کا دبیز قالین اور اس پر انفرادی جائے نماز کا محرات دار ڈیزائن۔ ہر نمازی کے لئے علیحدہ جائے نماز کا تصور۔ دو منزلہ عمارت۔ اوپر کی منزل خواتین کے لئے مختص۔ ہم جب پہنچے تو عورتیں اور مرد نمازِ عشاء اور تراویح کی ادائیگی کے لئے آ رہے تھے۔ ہم نے اندازہ لگایا کہ مسجد جن حرم شریف سے ذرا دور ہے اسی لئے مقامی محلّہ کے لوگ یہاں نماز ادا کرتے ہیں۔

مسجد جن کے بارے میں عام قارئین کو معلوم ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں جنوں کے ایک گروہ نے حضور اکرم ﷺ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا۔ اسی زمانے سے یادگار کے طور پر یہاں مسجد تعمیر کی گئی تھی جواب تک نجانے کتنی بار تعمیراتی مراحل طے کر چکی ہے۔ ہمارا جی چاہتا تھا کہ ہم یہاں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کریں مگر ٹریفک سے بھری شاہراہ پر گاڑی دیر تک پارک کرنا ممکن نہ تھا اس لئے ہم اندر گئے اور مسجد کے تمام حصوں کی زیارت کر کے باہر چلے آئے۔

مسجد علم:

گاڑی میں بیٹھ کر ذرا آگے بڑھے۔ اگر پیدل چلتے تو تقریباً سو قدم آگے ایک مسجد ہے ''مسجد علم''۔ یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے مگر صاف ستھری اور خوبصورت۔ اس مسجد کے بارے میں روایت مشہور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ جانے سے پہلے یہاں قیام فرمایا تھا اور فتح کا جھنڈا گاڑا تھا۔ ازاں بعد اس جگہ یادگار کے طور پر ایک مسجد بنا دی گئی۔ اسی لئے اسے ''مسجدِ علم'' کہتے ہیں۔ یہ مسجد بھی شاہراہ حرم پر واقع ہے۔

Marfat.com

مسجد شجر:

ہم کچھ آگے بڑھے تو ایک اور مسجد کے سامنے سمیع بھائی نے گاڑی روک دی۔ میں اور سمیع بھائی گاڑی سے اترے۔ مسجد کو قریب سے جا کے دیکھا۔ چھوٹی سی ایک مسجد تھی یہ وہ مقام ہے جہاں پر مشرکینِ مکہ نے حضور اکرم ﷺ سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تھا۔ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا یہ جو درخت سامنے کھڑا ہے یہ میرے ربّ کی وحدانیت اور میری رسالت ﷺ کی تصدیق کرے گا، آپ کے لب ہائے مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے اور ایک درخت اپنی جگہ سے چلتا ہوا آیا اور حضور اکرم ﷺ کے قریب پہنچ کر ادب سے کھڑا ہوا اور کلمہ طیّب ادا کیا۔ مشرکین مکہ حیران بھی ہوئے اور خوفزدہ بھی لیکن وہ اس وقت آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے۔ کہا جاتا ہے کہ بعد میں اس مقام کو یادگار کے طور پر محفوظ کرلیا گیا۔ پھر یہاں مسجد تعمیر کردی گئی۔ اس لئے اس کا نام ''مسجدِ شجر'' پڑ گیا۔ اس مسجد کو بھی سعودی دورِ حکومت میں دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ مسجد شجر کے سامنے سڑک کے اس پار شعب ابی طالب کا علاقہ ہے۔

بیرِ طویٰ:

سمیع بھائی اور ہمارے پاس وقت کم تھا کہ حرم شریف پہنچ کر نماز ادا کرنا تھی۔ پھر بھی ان کی خواہش تھی کہ اس کم وقت میں وہ جس قدر مقامات مقدسہ کی ہمیں زیارت کرادیں تو بہتر ہے۔ ٹریفک کا ہجوم بڑھتا جارہا تھا۔ گاڑی چند منٹ آگے چلی ہوگی تو سڑک کے ایک کنارے سمیع بھائی نے گاڑی روکی اور ہم سب ان کے اشارے پر گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ سڑک کے اس حصہ پر ٹریفک کم تھا۔ دراصل یہاں سڑک سے ایک گلی رہائشی علاقے کی طرف مڑتی تھی۔ اسے آپ ایک چھوٹا سا ''ترنگا'' کہہ سکتے ہیں۔ گلی کے موڑ پر سڑک کے کنارے ایک بلند و بالا کئی منزلہ خوبصورت عمارت کھڑی تھی۔ یہ N.C.B کی عمارت تھی جو سعودیہ کا ایک بڑا بینک ہے۔ اس سے ملحق ایک چھوٹی سی ویران عمارت تھی۔ جس کے سامنے دو درخت کھڑے تھے۔ درخت عمر رسیدہ دکھائی دیتے تھے۔ ان کی شاخوں

Marfat.com

پر بھی گرد جمی ہوئی تھی۔ ان درختوں سے چند قدم آگے ایک پرانا لوہے کا زنگ آلود دروازہ تھا، ایک منزلہ عمارت مشکل سے پندرہ بیس ہاتھ چوڑی ہوگی۔ اندر سے ان کی لمبائی کا ہم اندازہ نہ کر سکے۔ درختوں کے ساتھ سڑک کے کنارے تکونا سا ایک بہت چھوٹا پارک تھا۔ جس کی گھاس بھی کم کم اور مرجھائی ہوئی تھی۔ سمیع بھائی نے بتایا کہ یہ ''بیّر طویٰ'' ہے۔ اس دروازہ کے اندر اب بھی کنواں موجود ہے لیکن اس کو ایک چھوٹی سی عمارت میں محفوظ کر لیا گیا۔ ہم نے خود سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ''بیّر طویٰ'' کے بارے میں پڑھا ہے۔ یہ وہ کنواں ہے جہاں فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے غسل فرمایا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ صلح حدیبیہ سے واپسی پر آپ نے یہاں قیام فرمایا اور غسل فرمایا۔

بیّر طویٰ کو ہم اندر سے نہ دیکھ سکے۔ خیال رہے کہ بیّر طویٰ کے ساتھ والی سڑک پر بھی عمارتیں ہیں اور یہیں مکہ مکرمہ کا سب سے بڑا سرکاری **Maternity Home** ہے۔

وقت کم رہ گیا۔ سمیع بھائی نے گاڑی آگے بڑھائی۔ اب ٹریفک رینگ رہا تھا۔ یہ سڑک حرم شریف کی طرف جاتی تھی اور اس وقت تمام لوگ حرم شریف میں تراویح کی ادائیگی کے لئے جا رہے تھے۔ عشاء کی اذان کا وقت قریب تھا اور ٹریفک بہت زیادہ تھا۔ بظاہر تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہمیں نماز گاڑی روک کر سڑک کے کنارے پڑھنی پڑے گی مگر اللہ تعالیٰ کا کرم ایسا ہوا کہ رینگتے رینگتے بالآخر ہم ایک ٹنل میں داخل ہوئے اور ذرا دیر بعد زیرِ زمین ایک کشادہ جگہ پر ہمیں سمیع بھائی نے اترنے کو کہا۔ معلوم ہوا کہ یہ زیرِ زمین ''بس اسٹاپ'' ہے۔ ہم سے انہوں نے کہا کہ آپ سامنے خودکار سیڑھیوں سے اوپر جائیں۔ میں دو گھنٹے بعد آپ کی ہوٹل پہنچ جاؤں گا۔ خودکار سیڑھیاں چڑھ کر ہم اجنبیوں کی طرح اوپر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہم ''باب فہد'' کے سامنے وضوخانے کے قریب کھڑے ہیں، اذان ہو چکی تھی اور وقت کم تھا اس لئے بیگم سے طے پایا کہ ۱۰ رکعت تراویح پڑھ کر بن داؤد

Marfat.com

کی سیڑھیوں پر ملیں گے۔

وضو خانے میں ایک ہجوم تھا۔ لیکن بفضل تعالیٰ، وضو کرنے کا موقع مل گیا۔ ہم خود کار زینہ سے اوپر آئے تو صحن کے ہر طرف صفیں بنی ہوئی تھیں۔ اسی دوران عشاء کی نماز کی تکبیر کی آواز گونجی اور ہمیں جہاں جگہ ملی نیت باندھ کر صف میں شامل ہو گئے۔

پروگرام کے مطابق ہم بن داؤد کی سیڑھیوں پر بیگم سے ملے اور ہوٹل آ گئے۔ باب فہد اور باب السلام کے سامنے وسیع اور کشادہ سڑک کے علاوہ آس پاس کی ہوٹلوں کی ''پارکنگ پلیس''، لاؤج اور لابی میں بھی لوگ نماز ادا کر رہے تھے۔ بیشتر دکانیں بند تھیں یا ان پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ دس منٹ بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے۔

شام کو ہم نے ایک صاحب کو آب زم زم کے دو کین ہاتھ میں اُٹھا کر لے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ دونوں ہاتھوں میں ۲۰ ریلٹر کا وزن اٹھاتے ہوئے وہ ہانپ رہے تھے۔ ہمیں بھی آب زم زم لینا تھا اس لئے ان سے پوچھا کہ آپ نے یہ کین کہاں سے بھرے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ باب صفا کی طرف نل لگے ہوئے ہیں لوگ وہیں سے آبِ زم زم بھرتے ہیں۔ ہم نے دل میں سوچا کہ باب صفا سے ہماری ہوٹل کم از کم ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور ہم تو ۲۰ ریلٹر کا وزن اٹھا کر چند قدم نہیں چل سکتے۔ ہم کس طرح آبِ زم زم کین میں بھریں گے۔

ہوٹل پہنچ کر ہم نے ہوٹل کے مینیجر سے آبِ زم زم حاصل کرنے کے بارے میں پوچھا۔ کہنے لگے آپ کو خود لانا ہوگا۔

کیا یہاں قریب کہیں آبِ زم زم فروخت ہوتا ہے؟

کہنے لگا۔ ملتا ضرور ہے مگر اس بات کا بھروسہ نہیں کہ آبِ زم زم ہو۔ کیوں کہ بعض لوگ کین میں پانی بھر کر آبِ زم زم کے نام پر فروخت کرتے ہیں۔

آبِ زم زم کے لئے ہمیں اس سے پہلے کبھی دشواری نہیں ہوئی۔ کیونکہ ۲۰ رسال

Marfat.com

پہلے تو باب فہد کی دیوار کے قریب بہت سے نلکے لگے ہوئے تھے حرم شریف کے سامنے چھوٹا سا دالان تھا اور اس کے ساتھ سڑک پر گاڑیاں چلتی ہیں، ہمیں یاد ہے حج کے موقع پر جدہ روانگی کے وقت انہی نلکوں سے کین بھر کر ساتھ کی سڑک پر کھڑی بس میں بیٹھ گئے تھے۔ دو تین بار ایسا ہوا کہ ہمیں عباس جدہ سے اپنی کار میں لینے آیا اور عباس نے خود ہی کین بھر کر گاڑی کی ڈکی میں رکھ دیئے۔ چار سال پہلے بھی عباس ہی نے آبِ زم زم کے دو کین بھر کر گاڑی میں رکھ لئے تھے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ ہمیں خود انتظام کرنا تھا۔

ہوٹل پہنچ کر ہم اسی فکر میں غلطاں تھے کہ سمیع بھائی اور عالیہ بھابھی آ گئیں، ہم نے ان سے اپنی پریشانی کا ذکر کیا تو کہنے لگے۔ کوئی مسئلہ نہیں، ہوٹل سے نکلتے وقت کسی دکان سے دو خالی کین خرید لیتے ہیں۔ اس کے بعد Water Distributer Centre سے ان میں آبِ زم زم بھر لیں گے۔ ہم یہ سُن کر مطمئن ہو گئے۔

ایک بار پھر ہم سمیع بھائی کے ساتھ حرم شریف سے باہر مکہ مکرمہ کے تجارتی اور رہائشی علاقوں کی سیر کو نکل گئے۔ اس دوران ہم نے دیکھا کہ حرم شریف سے کئی کئی میل دور تک ہوٹلوں کی قطاریں بنی ہوئی ہیں۔ سڑکوں کے کنارے ہوٹلیں ہی ہوٹلیں۔ ہم نے سمیع بھائی سے پوچھا کہ ان ہوٹلوں میں کون ٹھہرتا ہوگا؟۔۔۔ کہنے لگے، ان دنوں آپ کو کسی ہوٹل میں آسانی سے کمرہ دستیاب نہیں ہوگا۔ وہ تو ٹھیک ہے مجبوری کے سبب زائرین یہاں بھی قیام کرتے ہوں گے لیکن یہ لوگ نمازوں کی ادائیگی کے لئے اتنی دور سے کیسے اور کتنی دیر میں پہنچتے ہوں گے۔

کہنے لگے، اوّل تو مجبوری ہے۔ دوئم یہ کہ بعض ہوٹلیں انہیں ''شٹل سروس'' مہیا کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان ہوٹلوں میں مقیم زائرین حرم شریف جانے کے لئے ٹیکسی کرتے ہیں جو آسانی سے مل جاتی ہیں اور حج کے زمانے میں تو اس سے دور کی ہوٹلوں میں حجاج کرام قیام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اب ہمیں یاد آیا کہ ہر سال حج سے واپسی پر،

Marfat.com

پاکستانی حجاج حکومت سے احتجاج کرتے ہیں کہ ہماری رہائش کا انتظام حرم سے بہت دور کیا گیا تھا۔ بات سمجھ آ گئی۔ وزارت مذہبی اُمور کے افسران کم کرایہ پر دور کی ہوٹلوں کا انتخاب کرتے ہیں اور زحمت حجاج کرام اٹھاتے ہیں۔

مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے ہم ''واٹر ڈسٹری بیوٹر سینٹر'' پہنچے۔ ہم پہلے بھی یہاں سے گزر چکے تھے لیکن اب کی بار سینٹر کے اندر گئے۔ دیکھا کہ یہاں ان گنت ٹینکرز کھڑے تھے۔ مگر لوگ نظر نہیں آئے۔ وہاں موجود ملازمین سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ رات کو سینٹر بند ہو جاتا ہے۔ آس پاس کہیں کوئی نلکا بھی نظر نہیں آیا۔ دو ایک جگہ تلاش بھی کیا مگر نلکوں میں آب زم زم نہ تھا۔ ہم مایوس لوٹ آئے۔

رات بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ اس لئے ہم نے سمیع بھائی سے کہا کہ آپ کو ابھی طائف بھی جانا ہے اور صبح دفتر بھی پہنچنا ہے اس لئے آپ کو جانا چاہیے۔ وہ مصر تھے کہ شہر کے اور بھی حصّے آپ کو دکھائیں۔ لیکن ہم نے ان کی محبتوں کا شکریہ ادا کیا۔ رخصت ہوتے وقت خواتین کے درمیان تحائف کا تبادلہ بھی ہوا۔ سمیع بھائی نے ہمیں ہوٹل فلسطین کے چوراہے پر اتار دیا اور ہم طریق ابراہیم خلیل کی فٹ پاتھ پر ونڈو شاپنگ کرتے ہوئے ہوٹل کی جانب روانہ ہوئے۔ ہم دونوں سمیع بھابھی اور عالیہ بھابھی کے حُسنِ اخلاق اور مہمانداری پر ان کی تعریفیں کرتے رہے اور دعائیں دیتے رہے۔ رات شاید ایک بج رہا تھا لیکن یوں محسوس ہوتا تھا کہ آج چاند رات ہے اور ہم طارق روڈ پر رات کے پچھلے پہر خریداری کرنے نکل آئے ہیں۔

ہوٹل تک پہنچتے پہنچتے بیگم نے چند چیزیں خریدیں۔ ہوٹل پہنچ کر ہم نے پھر ہوٹل کے مینیجر سے آبِ زم زم کے بارے میں مشورہ کیا تو کہنے لگا ''سائیں آپ نے کین خرید لئے، اچھا کیا۔ اب آپ کو میں ڈیڑھ ڈیڑھ لیٹر کی خالی بوتلیں دیتا ہوں۔ جب آپ حرم شریف جائیں تو وہاں جو کولرز رکھے ہوتے ہیں ان سے بوتلیں بھر کر لے آئیں۔ آسانی بھی

Marfat.com

رہے گی اور صبح آب زم زم آپ لے آئیں گے"۔ یہ تجویز ہمیں پسند آئی۔ ہم یہ بتاتے چلیں کہ ہمارے ٹور آپریٹر کا ایک نمائندہ ہارون صدیقی تھا، اس نے اور ہوٹل کے مینیجر یاسر نے ہم سے دعا کرنے کے لئے کہا تھا۔ ہم خود دعاؤں کے محتاج تھے مگر ہم نے انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔

فجر کی نماز کو گئے تو ہم دونوں نے باہر لگے ہوئے کولرز سے بوتلیں بھریں اس طرح چار پانچ چکروں میں دو کین بھر لئے۔

﴿☆﴾

آج ہمارا مکہ مکرمہ میں آخری دن تھا کہ کل ہم سمیع بھائی کے ساتھ جدہ روانہ ہو جائیں گے، جہاں میرا یار دیرانہ، ایس۔ ایم۔ ارشد میری راہ تک رہا ہے۔

ایس۔ ایم ارشد، میرا زمانہ طالب علمی کا دوست ہے۔ دوست محمد فیضی، ضیاء الاسلام زبیری، ظہور الحسن بھوپالی شہید عبدالستار پنجوانی، منظر عالم شیخ، اسد اشرف ملک، طارق مسعود، وحید عباسی وغیرہ کا ایک گروپ ہوتا تھا۔۔۔ ۱۹۹۰ء میں، میں جب امریکہ گیا تھا تو بطور خاص ارشد سے ملنے ہیوسٹن گیا۔ گذشتہ ۲۰ رسال سے ارشد جدہ میں مقیم ہیں، جدہ میں وہ کئی بین الاقوامی کمپنیوں میں اہم ذمہ داریاں ادا کر چکے ہیں اور ان دنوں بھی وہ ایک مشہور کمپنی میں اہم عہدہ پر فائز ہیں۔ پاکستان سے جدہ روانگی سے پہلے ہی انہیں ہمارے پروگرام کا علم تھا۔ وہ بضد تھے کہ ہم جدہ پہنچنے والی فلائٹ کی خبر انہیں کر دیں تا کہ وہ جدہ ایئر پورٹ میں ہمیں Recive کر لیں۔ کیونکہ اس سے پہلے ان کا یہی معمول تھا۔ مگر ہم نے اس بار انہیں اپنی آمد کی تاریخ سے لاعلم رکھا۔ لیکن مکہ مکرمہ پہنچ کر ان سے رابطہ ہو گیا اور طے پایا کہ واپسی پر ایک دن ان کے ساتھ گزاریں گے۔ بھابھی سے ہماری بیگم کی بھی بہت دوستی تھی۔ جدہ آمد کے وقت اطلاع نہ دینے کی ایک وجہ بھابھی کی بہت پر تکلف مہمانداری بھی تھی۔ اگر ہم نے انہیں خبر دی ہوتی تو وہ ایئر پورٹ سے ہمیں اپنے گھر لے آتے۔ رات

Marfat.com

زبردستی گھر آرام کراتے۔ صبح مکہ مکرمہ لے جاتے، عمرہ کراتے اور واپس اپنے ساتھ جدہ لے آتے۔

بہرحال! ہم کل سمیع بھائی کے ساتھ جدہ جائیں گے اور ارشد کے ہاں قیام کریں گے۔ فجر کی نماز پڑھ کر ہم ہوٹل آگئے کہ رات مشکل سے ایک دو گھنٹہ آرام کرپائے۔ چند گھنٹے آرام کرنے کے بعد ہم ظہر کی نماز کے لئے حرم شریف چلے گئے۔ حرم شریف میں ہمارا یہ آخری دن اور آخری روزہ تھا۔ اس لئے تمام دن اور تقریباً آدھی رات ہم نے حرم شریف میں گزاردی۔

ظہر کی نماز پڑھ کر ہم واپس ہوٹل آگئے تھے۔ تین بجے واپس حرم شریف چلے گئے۔ ہمیں الوداعی طواف کرنا تھا۔ عصر سے پہلے طواف کرنے والوں کا ایک جمِ غفیر تھا۔ فرزندانِ توحید والہانہ انداز میں چکر کاٹ رہے تھے۔ تیز تیز قدموں سے، اپنے ساتھیوں کا ہاتھ پکڑے یا ایک گروپ کی صورت۔

طواف کا منظر دیدنی ہوتا ہے۔ دور کھڑے ہو کر دیکھو تو کعبہ کے گرد گھومنے والوں پر پیار آتا ہے۔ کوئی لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا۔ کوئی تیز قدموں سے صفوں کو چیرتا ہوا بڑھا جارہا ہے۔ کوئی دھیمے قدموں سے اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑے چکر کاٹ رہا ہے۔ عورتیں اپنے محرموں کی پناہ میں ان کا دامن پکڑے چل رہی ہیں۔ کسی نے چار پانچ سال کے بچے کو کندے پر بٹھایا ہوا ہے۔ کسی ماں کی گود میں اس کا جگر گوشہ چمٹا ہوا ہے۔ کہیں پانچ پانچ، سات سات سال کے بچے اپنے والدین کا ہاتھ پکڑے دوڑے چلے جارہے ہیں۔ غور سے دیکھو تو اس ہجوم میں ایسے بوڑھے بھی مل جاتے ہیں جن کی کمریں، کمان کی صورت جھکی جارہی ہیں۔ ہمہ وقت حالتِ رکوع میں ہیں اور چل رہے ہیں۔ مگر کسی جوان یا صحت مند شخص سے پیچھے نہیں۔ ہانپتے کانپتے تیز تیز قدموں سے دوڑ رہے ہیں۔ رکنے کا، ٹھہرنے کا، ستانے کا کام نہیں۔ بعض بزرگوں کو دیکھ کر یقین نہیں آتا تھا کہ یہ عام زندگی میں اپنے

Marfat.com

بستر سے اٹھ کر کھڑے ہو سکتے ہیں۔کونسی طاقت ہے، کیسی کشش ہے خانہ کعبہ میں؟۔کہاں سے طاقت آئی؟ کس کے لئے یہ اپنے وطن سے ہزاروں میل دور کی مسافت طے کر کے آئے ہیں؟۔کس کے حکم پر یہ دیوانہ وار چکر کاٹ رہے ہیں؟۔کس کی محبت میں یہ والہانہ طواف کر رہے ہیں؟۔۔۔

اگر کوئی غیر مسلم دیکھے تو کہے یہ دیوانے ہیں۔پاگل ہیں۔انہیں کون سمجھائے کہ یہ پاگل پن نہیں اِن کا اپنے آپ سے ایک Committment ہے۔اپنے رب پر یقینِ کامل ہے۔ایمان مضبوط ہے۔انہیں کسی سے غرض نہیں۔یہ تو رب کی رضا حاصل کرنے یہاں آئے ہیں۔ان کا رب اپنے علامتی گھر کے چاروں اور ان کا چکر کاٹنا پسند کرتا ہے۔پس اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے ہزاروں، لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، ہفتوں یا مہینوں کے لئے یہاں آتے ہیں۔اپنے پیاروں کو چھوڑ کر آتے ہیں۔اور پھر اتنے نا سمجھ تھوڑا ہی ہیں، انہیں یقین ہے کہ واپس جائیں گے تو جھولی بھر کر جائیں گے۔ گھروں کو لوٹیں گے تو دامنِ مراد بھر کر جائیں گے اور پھر اس دنیا کی مادّی دولت کے حصول کے لئے یہ نہیں آئے ہیں۔یہ تو آخرت کی بہتری کے لئے آئے ہیں۔

میں نے اپنی بیگم کا ہاتھ پکڑ کر، سنگ اسود کے سامنے، ہاتھ اٹھا کر استلام کیا، اور اس بھیڑ میں گم ہو گیا۔انسانوں کے سمندر میں ایک قطرہ بن گیا۔گھومتے بھنور میں ایک تنکے کی طرح۔شمع کے گرد ایک پتنگے کی طرح۔چکی کے منہ میں ڈالے جانے والے ایک دانے کی طرح۔پھرتے بگولے کے ایک ذرّہ کی طرح۔چکر دار تیز بارش کی ایک بوند کی طرح۔میں گھومتا رہا۔ہجوم بے پناہ تھا اور بڑھتا جا رہا تھا۔دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا۔دوسرا چکر مکمل کیا کہ عصر کی نماز کے لئے لوگ کھڑے ہو گئے۔ہم بھی ٹھہر گئے۔بہت پیچھے ہٹ کر ہم نے نماز عصر ادا کی۔پھر اس دائرہ میں۔۔۔بھنور میں۔۔۔بگولے میں جا شامل ہوئے۔

بیگم کا ہاتھ پکڑے پکڑے کبھی ہم سنگِ اسود کے قریب جاتے اور بھیڑ کی وجہ سے

Marfat.com

باہر نکل آتے۔ کبھی حطیم کی طرف بڑھتے مگر لوٹ آتے۔ ایک بار کوشش کر کے رکنِ یمانی کو چھوا۔ بیگم نے غلاف کعبہ کو چوما۔ پھر بیگم کا دم گھٹنے لگا۔ ہم دائرہ سے ذرا باہر آ گئے۔ سات چکر مکمل کیئے۔ باب ملتزم تک پہنچنا تو دور کی بات ہے ہمیں مقام ابراہیم کے قریب تک جانے کا موقع نہ مل سکا۔ دائرہ کے آخری سرے پر کھڑے ہو کر دعا مانگی۔ سچ پوچھو تو طواف کے دوران ہم دعا ہی مانگتے رہے خیال رہے کہ طواف کے دوران خانہ کعبہ کی طرف یک ٹک دیکھنا منع ہے اس لئے ہم طواف مکمل کرنے کے بعد اور کھڑے ہو کر اس گھر کی زیارت کرتے رہے جس کے سامنے منہ کر کے پوری دنیا کے مسلمان نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں جو آج دیکھ رہے تھے۔ کل کہاں دیکھ سکیں گے۔ آج نگاہوں کے سامنے ہے کل اوجھل ہو جائے گا۔ آج ہم اس کے قریب موجود ہیں کل دور چلے جائیں گے۔ اس لئے تکتے رہے۔۔۔

خدامانِ کعبہ نے بیگم کو زیادہ دیر ہمارے قریب کھڑے ہونے نہ دیا اس لئے وہ خواتین کے لئے مختص حصہ کی طرف چلی گئیں۔ میں طواف سے دائرہ کے آخری سرے پر خالی صف میں بیٹھ گیا اور تلاوت میں مصروف ہو گیا۔

دروازوں کے سامنے راہداری کو خالی رکھنے کے لئے باوردی گارڈز ''طریق حج'' ''طریق حج'' کہتے ہوئے لوگوں کو راہداری میں بیٹھنے سے منع کرتے رہتے ہیں۔ ان کا لہجہ بڑا نرم اور متواضع ہوتا ہے۔ وہ زائرین سے بہت اخلاص اور نرمی سے پیش آتے ہیں۔ جوں جوں مغرب کا وقت قریب آتا جاتا ہے وہ زبردستی بیٹھ جانے والوں سے صرف نظر کرتے جاتے ہیں اور افطار سے چند منٹ پہلے وہ راہداری میں لوگوں کو بیٹھنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔

جس قدر صفیں قائم ہو چکی تھیں ان کے سامنے دسترخوان بچھائے جا چکے تھے اور افطاری چُنی جا رہی تھی۔ جیسا کہ پہلے بتایا تھا آج بھی بہت سے لوگ ایک بڑے ڈبہ میں

Marfat.com

رکھے کھجور کے پیکٹ تقسیم کر رہے ہیں، ان پیکٹوں میں عام طور پر چار کھجوریں ہوتی ہیں۔ بانٹنے والے کے گرد لوگوں کا ہجوم لگ جاتا ہے۔ مرد حضرات بھی طلب کرتے ہیں لیکن افسوس کہ خواتین کا رویہ بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ جہاں کوئی شخص کھجوریں بانٹنے لگتا ہے جانے کس طرف سے لپکتی ہوئی عورتیں آتی ہیں اور کھجوروں پر جھپٹنے لگتی ہیں۔ ایک پیکٹ لے کر فوراً دوسرا ہاتھ بڑھاتی ہیں۔ بانٹنے والا نرمی سے کہتا رہتا ہے "واحد۔۔۔واحد" یعنی بس ایک پیکٹ۔ جس طرح عورتیں جھپٹتی ہیں اس کے جواب میں میرا جیسا تو غصہ کرے، ڈانٹے اور دھکے دینے لگے لیکن مقامی لوگ بڑے صبر اور نرمی سے پیش آتے ہیں۔

مغرب کی اذان کا وقت قریب تھا۔ دائرہ سمٹتا جاتا تھا اور آگے بڑھ کر لوگ صفیں بناتے جاتے تھے۔ آخری لمحوں میں وہی منظر جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اذان کی آواز بلند ہوئی۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھے، ہاتھوں نے چہرے کو چھوا اور کھجور سے روزہ افطار کرنے لگے۔ لاکھوں لوگوں کی، سانسوں کی آواز بھی جمع کی جائے تو مطاف میں شور مچ جائے مگر نہایت صبر وتحمل اور منظم احتیاط کے ساتھ لوگ روزہ کھولتے ہیں۔ آبِ زم زم، گاوا اور کہیں کہیں چائے۔ دس منٹ بعد پتہ نہیں چلتا کہ لاکھوں زائرین نے روزہ افطار کیا ہے۔

نماز پڑھتے ہی لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ سینکڑوں کارکنان لپکتے ہوئے آتے ہیں اور صفائی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ مطاف سے لوگوں کو باہر نکلنے میں خاصا وقت لگتا ہے۔ ہم نے بیگم کے ساتھ قریب کی کافی شاپ سے چائے لے کر پی اور کچھ دیر بعد وضو کر کے ہم دونوں اوپر چلے گئے۔ پہلی منزل پر۔۔۔ تراویح ادا کیں۔ دعا سُنی۔ حرم شریف میں امام کعبہ کی دلوں میں اُترنے والی شیریں آواز، نرم اور لطیف لہجہ، بلا کی خوش الحانی۔ دو گھنٹے ذرا دیر میں گزر گئے۔ رقت آمیز آواز میں، گڑگڑا، گڑگڑا کر دعائیں۔ عربی زبان سے ناواقفیت کے باوجود ایک ایک لفظ سمجھ آ رہا تھا۔ تلاوت کے دوران بھی قرآن حکیم کی آیات مبارکہ کے معنی ومفہوم نہ سمجھنے کے باوجود بھی سمجھ میں آتے ہیں۔ قرآن کریم کا یہی تو

Marfat.com

اعجاز ہے۔ یہ قرآنِ کریم انسان کو عدم واقفیت سے واقفیت میں لے آتا ہے۔ لاعلم کو علم عطا کرتا ہے۔ بے خبر کو خبردار کرتا ہے۔ جہالت کے اندھیروں کو شائستگی کے اُجالوں میں بدل دیتا ہے۔ تشدد کو امن کی راہ دکھاتا ہے۔ دہشت گردی کے مقابلے میں آشتی کا علم بلند کرتا ہے۔ زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ رشتوں کی حرمت کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ جرم وسزا کے معنی متعین کرتا ہے۔ حق و باطل کے درمیان فرق بتاتا ہے۔ انسان دوستی کا درس دیتا ہے۔ ظلم کو روکنے اور مظلوم کی مدد کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ محنت کش ہاتھوں کو چومتا ہے اور دولت کے اضافے کو ناپسند کرتا ہے۔ اولاد کو والدین کی خدمت کا درس دیتا ہے۔ غرور وتکبر سے نفرت اور صبر وقناعت سے محبت کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآنِ حکیم تو بندہ کو بندگی کا قرینہ عطا کرتا ہے اور اپنے رب کی رضا میں راضی ہونے کا درس دیتا ہے۔ امامِ کعبہ کی زبان سے آیاتِ ربانی کچھ یوں ادا ہوتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے ہر زبان میں ترجمے کے ساتھ سماعتوں کی راہ سے دل میں اُترتا جاتا ہے۔

ہم نے مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے اندر آخری تراویح ادا کی۔ کون جانے اب زندگی میں دوبارہ آنا نصیب ہوتا ہے یا نہیں!!۔۔۔

پہلی منزل سے میں اور بیگم دوسری منزل پر چلے گئے۔ مگر بیگم کو چھت پر جانے سے روک دیا۔ شاید خواتین کو چھت پر جانے کی اجازت نہیں۔ بیگم دل میں حسرت لئے سیڑھیوں پر بیٹھ گئیں۔ میں نے پہلی بار حرم شریف کی چھت دیکھی تھی، بے حد وسیع اور کشادہ۔ اوپر سے نیچے مطاف میں جھانک کر دیکھا۔ بڑا عجیب سا لگا، طواف جاری تھا، خانۂ کعبہ کی کھلی چھت سے، میزابِ رحمت، بہت صاف دکھائی دیتا تھا۔ دل چاہتا تھا کہ ایک چکر لگا کر ہر سمت سے مطاف کو دیکھا جائے۔ بلندی سے خانہ کعبہ کا دیدار کروں، سنگِ اسود کو بوسہ دینے والوں کے والہانہ پن کو دیکھوں، رکنِ یمانی کی طرف جھپٹ کر آنے والوں اور غلافِ کعبہ کو چومنے والوں کا دیوانہ پن دیکھوں۔ مگر۔۔۔ مگر بیگم کی تنہائی اور محرومی کا

Marfat.com

احساس کر کے میں واپس پلٹ آیا۔

تراویح ختم ہونے کے ایک گھنٹہ بعد حرم شریف میں نسبتاً کم لوگ رہ جاتے ہیں مگر کم تعداد بھی ہزاروں، لاکھوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہم بھی باہر نکل آئے۔ کھانا کھا کر، بیگم کے ساتھ دکانوں میں جھانکتے رہے۔

رمضان المبارک کے مہینے میں حرم شریف میں لوگوں کی تعداد اتنی ہوتی ہے جتنی حج کے ایام میں ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آخری عشرہ میں زائرین کی تعداد حج کے دنوں میں حجاج کرام کی تعداد سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ہم نے یہ بھی محسوس کیا کہ حرم شریف اور اس کے باہر صحن اور دالان میں خواتین کی تقریباً ۹۰ رفیصد تعداد بڑے خشوع وخضوع سے تراویح ادا کرتی ہیں۔ اس کا ذکر میں اس لئے کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں خواتین تراویح باقاعدگی سے ادا نہیں کرتیں اور مساجد میں تراویح ادا کرنے کی تو کم کم روایت رہی ہے۔

مغرب کے بعد جب ہم باہر نکلے تو ہم نے بعض لوگوں کے ہاتھوں میں پلاسٹک کے شاپنگ بیگز لٹکے دیکھے، ان میں ڈھیروں کھجوروں کے علاوہ سنگترے، موسمی، سیب اور دیگر پھلوں کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کے ''جوس'' کے پیکٹ رکھے تھے۔ اس سے اندازہ لگایا کہ حرم شریف سے باہر صحن میں افطاری کے موقع پر مذکورہ خورد ونوش کی اشیاء بھی تواضع کے لئے مہیا کی جاتی ہیں اور یقیناً اس قدر وافر مقدار میں اللہ کے نیک بندے افطاری تقسیم کرتے ہیں کہ باقی بچی ہوئی چیزوں کو بعض زائرین اپنے گھروں/ ہوٹلوں میں لے جاتے ہیں۔

Marfat.com

حرمین شریفین میں اکثر لوگوں کی چپلیں کھو جاتی ہیں اس لئے بہت سے لوگ چپلوں کے لئے تھیلیاں ساتھ لاتے ہیں۔ حرم شریف میں لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتو چپلیں رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ بلاشبہ یہ مسئلہ ہے۔ لیکن جس طرح لوگ چپلوں کو ہاتھ میں لئے طواف کرتے ہیں، سنگِ اسود کو بوسہ دیتے وقت بھی چپلیں ہاتھوں میں ہوتی ہیں۔ بابِ ملتزم کو پکڑتے وقت بھی بعض زائرین کے ہاتھوں میں چپلیں ہوتی ہیں۔ نماز کے وقت مطاف میں سجدہ گاہ کے قریب لوگ کھلی چپلیں رکھ دیتے ہیں جو آتے جاتے لوگوں کی ٹھوکروں سے مطاف میں بکھری پڑی ہوتی ہیں۔ قرآن کریم کے نسخہ کو لوگ چپلوں کے ڈھیر کے قریب رکھ دیتے ہیں۔ سعی کرتے وقت ہاتھوں میں جوتے پکڑے دوڑتے ہیں۔ بے شک جوتوں کی حفاظت کا مسئلہ ہے لیکن ان مقاماتِ مقدسہ میں چپلیں پکڑے۔ گرد آلود اور، باہر کی گندگی سے بھری چپلوں کو دل و جان سے اس قدر عزیز رکھنا بہت تکلیف دہ محسوس ہوتا ہے۔ ہم تو ہزاروں میل دور رہتے ہوئے قبلہ کی طرف پیر پھیلاتے ڈرتے ہیں اور یہاں سنگِ اسود کو بوسہ دیتے وقت بھی چپلوں کو ہاتھوں میں پکڑے رہتے ہیں۔ کاش! ہم سب حرم شریف کے تقدس کو لاعلمی میں پامال کرنے سے گریز کریں۔

اس بار ہم نے اندازہ لگایا کہ مکہ اور مدینہ میں کھانے پینے کی چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۸۷ء سے ۲۰۰۴ء تک ہم پانچ باران مقدس شہروں میں حاضر ہوئے مگر قیمتیں مستحکم رہیں۔ لیکن اس بار پاکستانی ہوٹلوں میں کھانے کی قیمتیں بڑھی ہیں اور مقدار (Qantity) میں کمی ہوئی ہے۔ پہلے ایک پلیٹ سالن میں دو آدمی آرام سے پیٹ بھر لیا کرتے تھے مگر اب یہ مشکل ہے۔ سبزی، مرغی کے سالن اور بریانی کی قیمتوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ یہاں کی ہوٹلوں میں سلاد، رائتہ اور زردہ یا میٹھے چاول کھانے کے ساتھ بلا قیمت مہیا کئے جاتے تھے مگر اب سلاد اور رائتہ الگ سے قیمتاً منگوانا پڑتا ہے۔ چھوٹی سی پلیٹ میں جو زردہ دیا جاتا تھا وہ ختم کر دیا گیا ہے۔ غیر ملکی چھوٹی موٹی اشیاء کی قیمتوں میں

Marfat.com

زیادہ اضافہ محسوس نہیں ہوا۔

ایک اور بات محسوس ہوئی کہ مکہ اور مدینہ میں پان اور سگریٹ کی دکانیں ختم کر دی گئیں۔ بنگالی پاڑہ میں چوری چھپے پان فروخت ہوتے ہیں مگر عام نہیں ہیں۔ سُنا ہے کہ مکہ اور مدینہ میں سگریٹ نوشی اور پان نوشی میں پابندی ہے لیکن لوگ حرم شریف سے باہر فٹ پاتھ اور ہوٹلوں میں سگریٹ نوشی کرتے نظر آتے ہیں۔

بلند و بالا ''ایلاف ہوٹل'' سے ذرا آگے۔ سامنے کی ایک گلی میں مسجد صدیق موجود ہے۔ جبکہ اس کے قریب طریق ابراہیم خلیل پر مسجد صدیق سے ملتی جلتی ایک مسجد ''مسجد رقم ۵۱'' کے نام سے موجود ہے۔ ان دونوں مساجد میں باقاعدگی سے نماز ادا کی جاتی ہے۔

مکہ مکرمہ میں ہماری یہ آخری رات تھی اس لئے ہم حرم شریف کے آس پاس مختلف دکانوں اور شاپنگ سینٹرز میں جھانکتے پھرے۔۔۔ بچوں کے لئے، عزیز و اقارب کے لئے چھوٹی موٹی چیزیں خریدیں۔۔۔ مجھے **One Price Shop** سے چیزیں خریدنا اچھا لگتا ہے۔ ہر چیز ۲ ریال۔ ۴ ریال یا پانچ ریال میں مل جاتی ہیں اکثر میں غیر ضروری چیزیں بھی خرید لیتا ہوں۔۔۔ لیکن کبھی کبھی یہی غیر ضروری چیزیں بڑی اہم اور مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ حرم شریف کے قرب و جوار میں دن اور رات کا فرق نظر نہیں آتا۔ ہر وقت ایک رونق رہتی ہے۔

ہوٹل دیر سے پہنچے۔ ذرا دیر آرام کرنے کے بعد بیگم نے کافی بنائی اور اس کے بعد پیکنگ شروع کر دی۔ دو ایک گھنٹہ نیند لی اور فجر کی نماز کی ادائیگی کے لئے حرم شریف چلے گئے۔

واقعی اس وقت دل کی عجب کیفیت تھی۔ بس ایک نامحسوس اداسی تھی جو رگ و پے میں سرائیت کئے جا رہی تھی۔ خانہ کعبہ کو تو چھوڑیئے، مطاف کا ایک ایک منظر، حرم شریف کا

Marfat.com

ایک ایک گوشہ، مسجد الحرام کا ایک ایک ستون، اس کے در و دیوار، چھتوں پر لٹکے فانوس، خدامانِ حرم کے مسکراتے چہرے، فرش پر بچھے ہوئے قالین، دروازوں کے سامنے کی راہداریاں، حرم میں داخل ہونے والے زائرین، احرام پہنے ہوئے مختلف رنگ و نسل کے لوگ۔ ان سب پر الوداعی نگاہیں ڈالتے ہوئے ہم بوجھل قدموں سے چپ چاپ باہر نکل آئے۔ خانہ کعبہ پر جانے کب آخری نگاہ ڈالی۔ یاد نہیں۔ ملک عبدالعزیز سے باہر نکلے، آس پاس دائیں بائیں ہر چیز کو حسرت سے دیکھا۔ بن داؤد اور ایلاف ہوٹل کے درمیان سڑک پر سیاہ فام خواتین کو چادر بچھا کر چھوٹا موٹا سامان فروخت کرتے دیکھا۔ آگے بڑھے تو سڑک پر بکھرے ہوئے دانوں کو چگتے کبوتروں کو دیکھا۔ ان کی چھوٹی چھوٹی پروازوں کو نگاہ میں قید کیا۔ دکانوں اور ہوٹلوں کے ناموں کو پڑھا اور محلہ مسفلہ سے طریق ابراہیم خلیل پر آ گئے۔

شوبرا ہوٹل کے سامنے۔ جدہ اور مدینے سے آنے والے مسافر، احرام لپیٹے بسوں سے اُتر رہے تھے۔ اس ہوٹل کے سامنے ہمہ وقت مسافروں کا ہجوم رہتا ہے۔ ہم نے احرام باندھے، زائرین کو حسرت سے دیکھا کہ وہ حرم شریف جا رہے تھے اور ہم اب حرم شریف سے واپس لوٹ رہے تھے۔

ہوٹل پہنچے۔ کمرہ اجنبی اجنبی لگنے لگا۔ آنکھوں میں نیند اور اعصاب پر تھکن اُتر رہی تھی۔ سمیع بھائی کو ساڑھے نو بجے طائف سے پہنچنا تھا کہ ہم ان کے ساتھ جدہ جائیں گے۔ وقت کم تھا۔ ہم نہ سو سکتے تھے اور نہ تازہ دم ہو کر جاگ سکتے ہیں۔ اونگنے کی کیفیت میں بستر پر چپ چاپ لیٹے رہے۔

Marfat.com

مکہ سے روانگی

تقریباً ساڑھے نو بجے سمیع بھائی آ گئے۔ عالیہ بھابھی ساتھ تھیں۔ ہوٹل سے سامان گھسیٹتے ہوئے ذرا باہر آئے تو سمیع بھائی کی گاڑی کھڑی تھی۔ طریق ابراہیم خلیل سے گزرتے، مکہ مکرمہ کی شاہراؤں کی دونوں جانب بلند و بالا عمارتوں کو تکتے ہوئے۔ ''کدائی'' کے پاس سے گزرے، یہ یہاں کی مرکزی کار پارکنگ ہے۔ ہزاروں گاڑیوں اور بسوں کے کھڑے ہونے کی گنجائش ہے۔ تمام وقت ''شٹل سروس'' جاری رہتی ہے تاکہ لوگ حرم شریف آ جا سکیں۔

مکہ سے جدہ جاتے ہوئے سڑک کے دائیں بائیں۔ خاصے فاصلے پر بڑے بورڈ نصب ہیں جن پر ''استغفر اللہ'' لکھا ہوا تھا۔ ۶، ۷ میل کا فاصلہ طے کرتے ہوئے ہم اس جگہ سے گزرے جہاں سڑک کے اوپر جہازی سائز کی رحل بنی ہوئی ہے اور اس پر قرآن حکیم کا نسخہ رکھا ہے۔ اسی مقام پر غیر مسلموں کے لئے علیحدہ راستہ جاتا ہے۔

دس پندرہ کلومیٹر کے بعد ایک چھوٹا سا شہر نظر آیا۔ اسے بحرہ کہا جاتا ہے لیکن چند سال پہلے تک اس کا نام ''بحرہ مجاہد'' تھا مگر عالمِ اسلام میں جہادی تحریکیں شروع ہوئیں اور دہشت گردوں نے بھی اپنی کارروائیوں کو جہاد کہنا شروع کیا تو اب مجاہد کا لفظ ہٹا دیا گیا ہے۔ اس شہر کا نیا نام ''بحرہ'' رکھ دیا گیا۔ اس سے ذرا پہلے سمیع بھائی نے بتایا کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں پندرہ سو سال پہلے تک قبائل کی جنگیں ہوا کرتی تھیں، ساڑھے چودہ سو سال پہلے مختلف قبائل کے درمیان جب امن معاہدہ ہوا جسے ''حلف الفضول'' کے نام سے اسلامی تاریخ میں یاد رکھا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اپنی جوانی میں اس معاہدہ میں شریک

Marfat.com

ہوئے تھے۔

موٹروے جہاں سے گذررہی ہے یہ دنیا کا چوتھا بڑا ریگستانی علاقہ ہے۔ کالی جلی ہوئی مٹیالی مٹی۔ سڑک کے دائیں بائی اُڑتی رہتی ہے۔ کہیں کہیں بگولے نظر آئے۔ مکہ سے تقریباً ۱۵رکلومیٹر آگے سڑک کے ایک کنارے ایک نیا شہر تعمیر کیا جارہا ہے۔ ان گنت ہیوی ٹیکنیکل مشینیں تعمیراتی کام میں مصروف تھیں۔ مکہ کی حدود میں داخل ہونے کے لئے قلعہ نما ایک بڑا گیٹ۔ ہم شہر میں داخل ہوگئے۔ وزارت خارجہ کی نیلے رنگ کی ایک دیدہ زیب عمارت، کشتی کی طرز پر تعمیر کی گئی ہے۔ اس سے متصل ایک پرانی، بڑی اور کشادہ مسجد بالکل مسجد غمامہ کی طرز پر کوئی تیس چالیس چھوٹے چھوٹے گنبد اور درمیان میں ایک بڑا گنبد۔

ہم نے سمیع بھائی سے فرمائش کی تھی کہ اماں حوّا کی قبر ضرور دکھائیں۔ کچھ دیر بعد انہوں نے ایک کشادہ چوراہے کی ایک سڑک کے کنارے گاڑی روک لی۔

Marfat.com

پرانا شہر

ہم جہاں کچھ دیر کے لئے رُکے تھے وہاں ایک پرانے اوراور بوسیدہ سے قلعہ کی دیوارتھی۔قریب ہی ایک پرانا سابڑادروازہ سڑک کے بیچ بنا ہوا تھا۔اس گیٹ پر لکھا ہوا تھا ''برکِ گل بابِ جدید'' ہمارے سامنے ایک تنگ سی گلی تھی۔اس کے کنارے ایک کچی اینٹوں کی تقریباً دوفٹ چوڑی آدم قد ایک دیوارسی تھی۔سمیع بھائی نے بتایا کہ اسے اماں حوّا کی قبر کہتے ہیں۔

ہزاروں،لاکھوں برس پرانی کہانی، جانے اماں حوآ کے وصال کو کتنے زمانے گزر گئے۔اس قبر کے بارے میں قصے،کہانی،روایت،داستانیں،حکایتیں،زبانی سلسلے بہت ہیں مگر مستند نہیں ہیں۔بہرحال! یہ جگہ اماں حوآ کے نام سے منسوب ہے۔یہاں سے آگے سمیع بھائی ہمیں ایک تنگ سڑک سے ایک قدیم بستی لے گئے۔دائیں بائیں دیکھا تو حیران رہ گئے۔یوں لگا جیسے کئی سو سال پیچھے پلٹ آئے۔پرانی گلی۔۔۔خستہ حال دیواریں،گردآلود دروازے۔۔۔لکڑی کی ٹوٹی پھوٹی بالکنیاں۔۔۔مقامی حکومت نے ''آثارِ قدیمہ'' کے طور پراس محلّہ کو محفوظ رکھا ہے۔کہا جاتا ہے اس محلّہ کو پرانے طرز پر دوبارہ تعمیر کیا ہے۔بہت تنگ سڑک تھی۔کمال مہارت سے سمیع بھائی دائیں بائیں مختلف گلیوں سے گاڑی چلاتے رہے۔

آس پاس کے پرانے،شکستہ،ٹوٹے پھوٹے مکانات کو دیکھ کر یوں لگا جیسے الف لیلیٰ کی داستان کا کوئی قصبہ صفحات سے نکل کر اپنی اصلی صورت ہمارے سامنے آ کھڑا ہوا۔ہم خود کو کئی سو برس پرانی بستی میں محسوس کر رہے تھے۔

Marfat.com

چھوٹے چھوٹے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے شکستہ مکانات، کچی اینٹوں کی دیواریں یا دیواروں پر مٹی کی لپائی، کھڑکیوں پر لکڑی کی سانخوردہ جافریاں، تمام دریچے اور کھڑکیوں کے پٹ بند۔ کسی کسی پر کافی کلر۔ نیلا یا لال رنگ۔ پچاسوں مکانات۔ لکڑی کے گرد آلود بند دروازہ۔ چھت سے بہتے ہوئے بارش کے پانی کے نشانات۔ کھڑکیوں، جھروکوں اور دروازوں پر پرانے رنگوں کے نقش و نگار۔ بہت سے گرے ہوئے مکانات۔ بعض گھر ایسے کہ اب گرے کہ اب گرے۔ چند پرانی دکانیں۔ دکانوں میں لکڑی کی پرانی طرز کی الماریاں یا کھوکھے۔ پتلی پتلی گلیاں۔ کچا فرش۔ گھروں کی دیوار کے ساتھ کھلی نالیاں۔ بیشتر مکانات بوسیدہ اور خستہ حال۔ بعض گھروں کی پہلی منزل پر جھروکے۔ ان پر لکڑی کی پٹیوں پر بڑی ہنرمندی کے ساتھ چوب تراشی کا کام۔ آس پاس زندگی کے آثار ناپید۔ کہیں کہیں کسی ویران سے گھر میں دو ایک لوگ نظر آئے جو اپنے حلیے اور لباس سے ان مکانات کی طرح پرانے معلوم ہوتے تھے۔ کچھ دیر کے لئے تو ہم پر ایک سحر سا طاری ہو گیا۔

ہم گلیوں سے دائیں بائیں مکانات کی قطاروں کو دیکھ رہے تھے کہ ایک جگہ بند گلی۔ بریک لگا تو سحر سے آزاد ہوئے۔ کس مشکل اور مہارت سے سمیع بھائی نے Reverse کرکے گاڑی Back کی۔

اگر یہ واقعی کئی سو سال پرانا محلّہ ہے تو اسے جوں کا توں خوب محفوظ کیا گیا اور اگر پرانے محلّہ کی طرز پر اسے دوبارہ تعمیر کیا گیا ہے تو اس کے معمار اور محنت کش مبارکباد کے مستحق۔ ہم کئی بار جدہ آئے۔ لیکن پہلی بار یہ Historical District دیکھا۔

جدہ کی مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے شاہراہِ فلسطین پہنچے۔ اس کے بعد ہالیڈے اِن ہوٹل گئے۔ بہت زیادہ جدید، خوبصورت اور کشادہ نہیں تھا۔ ہم نے وہاں جا کر وضو کیا اور ہوٹل کی مسجد میں نمازِ ظہر ادا کی۔ ہوٹل کی مناسبت سے مسجد کہیں خوبصورت اور کشادہ تھی۔

Marfat.com

محلہ عزیزیہ:

ایس۔ایم ارشد ہمارے زمانہ طالب علمی کے ساتھی ہیں۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک رات ہمیں ان کے گھر قیام کرنا تھا کہ برسوں سے یہ روایت قائم ہے۔گو ہم نے ارشد کا گھر کئی بار دیکھا تھا لیکن ہم سمیع بھائی کی مکمل راہنمائی نہیں کر سکتے تھے اس لئے ارشد کو فون کر کے سمیع بھائی کی بات کرائی۔موبائل پر گفتگو کے دوران طے پایا کہ پاکستان ایمبیسی اسکول کے سامنے ہم انتظار کریں۔چند منٹ بعد ہی ارشد اپنی لمبی چوڑی اور قیمتی گاڑی میں ہمیں لینے آ گئے۔ہم نے ارشد سے سمیع بھائی کا تعارف کرایا۔ ارشد نے اصرار کیا کہ سمیع بھائی ان کے گھر چلیں۔سمیع بھائی نے ارشد کی گاڑی کو Follow کیا۔چند منٹ بعد ہم ارشد کے گھر پہنچ گئے۔

ہم نے اپنا اسباب اتارا۔۔۔ارشد بہت اصرار کر کے سمیع بھائی اور عالیہ بھابھی کو بھی گھر لے آئے۔کچھ دیر قیام کے بعد سمیع بھائی نے اجازت چاہی تو زاہدہ بھابھی نے کہا۔ ہرگز نہیں! آپ لوگ ہمارے ساتھ روزہ افطار کریں گے۔سمیع بھائی نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں طائف جانا ہے، دور کا سفر ہے اور پھر صبح دفتر بھی جانا ہے۔

ہماری مداخلت پر ارشد بمشکل راضی ہوئے۔ہم نے سمیع بھائی اور عالیہ بھابھی کا شکریہ ادا کیا اور خدا حافظ کہا۔

ارشد اور زاہدہ بھابھی سے ہماری بڑی بے تکلفی ہے، بیگم بھی زاہدہ بھابھی کی دوست ہیں۔پس بے تکلف ماحول میں، میں اور ارشد گپ شپ کرنے لگے۔پھر اچانک بھابھی نے کہا۔ارشد! رضوان بھائی کو آرام کرنے دیں، بھابھی بتا رہی ہیں کہ یہ دونوں بہت تھکے ہوئے ہیں۔ارشد نے جانے کیسے بھابھی کی بات مان لی۔خود بھی تھکا ہوا تھا کہ دفتر سے سیدھا ہمیں Pick کرتا ہوا گھر پہنچا تھا۔

عصر سے ذرا پہلے بیگم نے مجھے جگایا۔ہم نے کمرہ میں نماز ادا کی اور باہر لاؤنج

Marfat.com

میں آ گئے۔ ارشد اور ان کے بہنوئی ہمارے منتظر تھے۔ ہماری بیگم، زاہدہ بھابھی کیساتھ کچن میں جا کر باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

مغرب سے ذرا پہلے ہم ڈائنگ ٹیبل پر آئے۔ اس قدر اہتمام دیکھ کر ہم نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ زاہدہ بھابھی!۔۔۔ آپنے تو بہت تکلف کیا!۔

بھابی صبح سے کچن میں مصروف ہیں، ہماری بیگم نے بتایا۔

بھابھی اتنی ڈھیر ساری چیزیں دستر خواں پر دیکھ کر اچھا لگا لیکن سچ بات یہ ہے کہ آپ نے بہت زیادہ تکلف سے کام لیا۔

مجھے پتہ ہے رضوان بھائی! میرا دل رکھنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ معمول کا دستر خوان ہے۔ بس ایک دو چیزیں میں نے بنائی ہیں۔

ہم باتیں کر رہے تھے کہ اچانک خیال آیا اور میں نے پوچھا۔ کیا یہاں اذان کی آواز آتی ہے؟

مسجد تو قریب ہے لیکن دروازے، کھڑکیاں بند ہونے کی وجہ سے مسجد سے اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی لیکن T.V پر اذان نشر ہوتی ہے۔ جملہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ اللہ اکبر کی آواز سنائی دی۔

سب نے مل کر روزہ افطار کیا۔ اس کے بعد ارشد کی امامت میں ہم نے جماعت سے نماز ادا کی۔ ازاں بعد ہم لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔

اس دوران نعیم بازید پوری کا فون آ گیا۔ میں حیران ہوا کہ ان کو میری آمد کی اطلاع کیسے ملی۔ کہنے لگے قمر وارثی نے فون پر بتایا کہ آپ عمرہ پر آئے ہوئے ہیں انہوں نے آپ کا Cell No دیا تھا۔

ارشد پوچھنے لگے کہ کس کا فون ہے، میں نے بتایا کہ نعیم بازید پوری ہیں، فوراً

Marfat.com

میرے ہاتھ سے موبائل فون چھین لیا اور نعیم سے کہنے لگے میرے گھر آ جاؤ ساتھ کھانا کھائیں گے۔ظفر اقبال کو بھی بلایا ہے۔فون بند کر کے ارشد کہنے لگے اسلم میرے عزیزوں میں ہوتے ہیں۔

نعیم بازید پوری بہت سینئر صحافی اور کہنہ مشق شاعر ہیں۔فیملی کراچی میں مقیم ہے اور یہ تقریباً بیس سال سے جدہ میں رہتے ہیں، روزنامہ ''اُردو نیوز'' سے وابستہ ہیں۔ظفر اقبال ممتاز صحافی ہیں Sport کے حلقوں میں بڑے معروف ہیں۔ظفر اقبال ہمارے دوست اعجاز فاروقی کے بہت عزیز دوست ہیں۔ہر سال ظفر اقبال جب پاکستان آتے ہیں تو اعجاز فاروقی اپنی رہائش گاہ پر ان کے اعزاز میں بڑی پُر تکلف دعوت کرتے ہیں۔اس دعوت کے دس بارہ مستقل مہمان ہیں، ان میں اُردو کمنٹیٹر اور نامور صحافی منیر حسین KCA کے سیکریٹری سراج الاسلام بخاری، دوست محمد فیضی، ضیاء زبیری، ڈاکٹر فضل اور عبدالعزیز جکارتہ والا کے ساتھ ہم بھی شامل ہیں۔ظفر اقبال بہت زندہ دل اور ہنس مکھ ہیں، ان کی محفل میں بیٹھ کر انسان روزمرہ کی پریشانیاں بھول جاتا ہے۔

ظفر اقبال سے جدہ آمد کے موقع پر ہمیشہ ملاقات رہتی ہے۔ایک ڈیڑھ گھنٹہ گزرا ہوگا کہ اسلم بازید پوری آ گئے۔کہنے لگے ظفر اقبال ابھی مصروف ہیں لیکن آدھے گھنٹے میں پہنچ جائیں گے۔اسلم بازید پوری سے ہم نے مکہ مکرمہ کے بہت سے مقامات کے بارے میں سوالات کیے۔انہوں نے حرم شریف کی توسیع سے پہلے بہت سے اہم اور تاریخی مکانات دیکھے ہیں۔ان سے باتیں کر کے بہت سی چیزوں کا ہمیں علم ہوا۔انشاءاللہ اپنی آئندہ کتاب میں ان کا تذکرہ کریں گے۔

بھابھی کھانے کے لئے اصرار کرتی رہیں۔مگر ہم نے افطاری کے دوران بہت کچھ کھا لیا تھا اس لئے طے پایا کہ ظفر اقبال کا انتظار کیا جائے۔

خاصی دیر بعد ہم پھر ایک بار ڈائنگ ٹیبل پر پہنچے۔اب کی بار ہم ہی نہیں باقی

Marfat.com

مہمان بھی حیران ہوئے اور خوش بھی۔ ڈھیر ساری Dishes میں نے تو بہت احتجاج کیا۔

زاہدہ بھابھی! اب واقعی آپ نے زیادتی کی۔ اتنی Dishes۔۔۔افطاری کے بعد کھانے میں اس قدر تکلف!!۔

آپ لوگ کون سا روز روز آتے ہیں۔ اور پھر ایسا کوئی خاص اہتمام بھی نہیں ہے۔ زاہدہ بھابھی نے بڑی محبت سے کہا۔

نعیم بازید پوری نے کہا۔ رضوان صاحب! بس ٹوٹ پڑو۔۔۔بس پھر کیا تھا۔ قاب، ڈونگے، ڈشیز اور ہاٹ پاٹ سب کی نقابیں الٹ گئیں۔ ٹیبل پر آتے وقت یوں محسوس ہوتا تھا کہ بس تکلفاً دو چار لقمے لیں گے۔ لیکن تمام کھانے اس قدر لذیز تھے کہ ہم نے تو عشائیہ پلس سحری سمجھ کر تمام ڈشز پر ہاتھ صاف کئے۔ بلاشبہ بہت لذیز اور عمدہ کھانے بنائے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ ہماری بیگم بھی مسلسل تعریف کر رہی تھیں۔ کیونکہ انہیں اپنے ہاتھ کے پکائے ہوئے کھانوں کے علاوہ کم کم کسی اور دستر خوان پر کھانے پسند آتے ہیں۔ سب لوگوں نے زاہدہ بھابھی کی Cooking کی بہت تعریف کی۔

کھانا کھا کر ایک بار ہم پھر ڈرائنگ روم میں آگئے۔ ظفر اقبال کے ساتھ شاہد جمال بھی تھے جو یہاں کسی پرائیوٹ فرم میں کام کرتے ہیں۔ انہوں نے کئی کتابیں مرتب کی ہیں خاص کر "ماں" کے موضوع پر اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مل کر دو کتابیں شائع کی ہیں جن میں اُردو کے ممتاز شعراء کرام کی وہ نظمیں اور اشعار شامل کئے ہیں جو ماں کے بارے میں تخلیق کئے گئے ہیں۔ ازراہِ محبت شاہد جمال نے اپنی دونوں کتابیں مجھے تحفہ میں پیش کیں۔

غیر ممالک میں مقیم پاکستانیوں کے ساتھ اس قسم کی صحبتوں میں عام طور پر ملکی حالات اور اخلاقی اقدار کی تیزی کے ساتھ تبدیلی پر گفتگو ہوتی ہے۔ لیکن اس بار تمام دوست پاکستان کے بارے میں فکر مند تھے۔ پاکستان کی موجودہ حکومت۔ اقتصادی و

Marfat.com

بدحالی، آصف علی زرداری کی بحیثیت صدر مملکت کا انتخاب اور پاکستان پیپلز پارٹی کی طرزِ حکمرانی زیرِ بحث رہی۔ اتنی مایوس باتیں ہوتی رہیں کہ تھکن کے ساتھ ساتھ Dipression محسوس ہونے لگا۔ پھر میں نے موضوع گفتگو بدل دیا۔ ظفر اقبال اور نعیم بازید پوری ایک طویل عرصہ سے جدہ میں مقیم ہیں اور عمرہ کی ادائیگی کے لئے حرم شریف جاتے رہتے ہیں اس لئے انہیں مکہ مکرمہ کے بہت سے مقدس مقامات کے بارے میں خاصی معلومات تھیں اور بعض مقامات کو انہوں نے توسیع حرم سے پہلے خود دیکھا تھا۔ بیشتر تاریخی مقامات توسیع حرم میں شامل ہو گئے اور بعض مقامات پر عمارتیں تعمیر ہو گئیں۔ اللہ نے توفیق دی تو ہم اپنی آئندہ کتاب میں ان کا تذکرہ کریں گے۔

باتوں باتوں میں وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔ جانے کسی نے گھڑی دیکھی تو معلوم ہوا کہ ڈھائی تین بج گئے۔ زاہدہ بھابھی جاگ رہی تھیں اور ہمیں دو بار چائے بجھوا چکی تھیں۔ اب سب گھروں کو جانے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

ایک مدت کے بعد دوستوں سے مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی۔ سب کو باہر نکل کر خدا حافظ کہا۔ ارشد نے کہا، رضوان! آپ آرام کریں۔ سحری پر ملاقات ہو گی۔ زاہدہ بھابھی بھی ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔ کہنے لگیں، ڈیڑھ دو گھنٹے آپ آرام کر لیں میں سحری کے لئے اُٹھا دونگی۔ اب میں نے صاف لفظوں میں کہا۔

زاہدہ بھابھی! اب سحری کرنے کی بالکل ہمت نہیں۔

کیوں بھئی! روزہ نہیں رکھنا ہے کیا؟

کیوں نہیں؟ سحری تو ہم نے کر لی۔ اذان سے پہلے اُٹھ کر پانی پی لیں گے اور نماز پڑھ کر سو جائیں گے۔ کم از کم آپ ہمیں نہیں اُٹھائیں گی۔

خیر آپ کی مرضی! لیکن خیال رہے کہ میں جاگ رہی ہوں گی۔ کیونکہ میں عام طور پر بچوں کو اسکول بھیج کر سوتی ہوں۔

Marfat.com

آپ جاگتی رہیں گی؟ ۔ہم نے ذرا حیرت سے پوچھا۔

ہاں! میں T.V دیکھتی رہوں گی ۔سحری ہونے میں زیادہ وقت بھی تو نہیں ہے۔ خیر اگر چائے پینے کو دل چاہے تو بلا تکلف کہہ دیجئے گا۔

ہم نے ارشد اور زاہدہ بھابھی کو شب بخیر کہا اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔ بستر پر لیٹے تو حرم شریف کا منظر روشن ہو گیا۔ ماجد خلیل کا شعر دل کی ترجمانی کرنے لگا ۔

جو حاضر تھے عمل پیرا تھے اپنے اپنے مسلک پر
کہ رحمت سب پہ یکساں مہرباں تھی کل جہاں میں تھا

صبح بہت دیر سے اُٹھے۔ بیگم زاہدہ بھابھی کے ساتھ سامان کو Repack کرنے میں مصروف رہیں ۔ارشد دوپہر کے بعد دفتر سے آ گئے۔

ہماری فلائٹ کا وقت ایسا تھا کہ مقررہ وقت سے تین گھنٹے پہلے ایئر پورٹ پہنچنے کے لئے مناسب ہے کہ افطار کئے بغیر روانہ ہو جائیں۔ زاہدہ بھابھی مصر تھیں کہ گھر پر افطار کریں اور اس کے بعد ایئر پورٹ کے لئے روانہ ہوں۔

ہم نے زاہدہ بھابھی سے درخواست کی کہ Risk لینے سے بہتر ہے کہ ہم پہلے روانہ ہو جائیں ۔ ارشد نے ہماری حمایت کی ۔اب زاہدہ بھابھی نے افطاری کا سامان پیک کرنا شروع کیا۔ قصہ مختصر ہم افطار سے تقریباً پون گھنٹے پہلے رخصت ہوئے۔ زاہدہ بھابھی کا بہت شکریہ ادا کیا۔ بچوں کو دعائیں دیں۔ ارشد سے ہم نے بہت کہا کہ آپ زحمت نہ کریں، ڈرائیور ہمیں ایئر پورٹ چھوڑ آئے گا۔ مگر ارشد نہیں مانے اور ہمارے ساتھ ہی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

آدھے راستے ہم ٹریفک میں گھرے رہے اس کے بعد ایئر پورٹ کی طرف جانے والی سڑک پر گاڑی سبک روی سے چلتی رہی ۔راستے میں ایک Tool Pilaza پر رُکے۔ وہاں اللہ کا ایک نیک بندہ ہاتھوں میں افطار کے ڈبے لئے کھڑا تھا۔ ہماری

Marfat.com

گاڑی رُکی تو چار ڈبے ہماری طرف بڑھا دیئے۔ ارشد نے منع بھی کیا مگر بڑی محبت اور انکساری سے انہوں نے اصرار کیا تو ارشد نے ڈبے لے لئے۔ سعودیوں کے تمام کمزور روّیے ذہن میں ماند پڑ گئے۔ ان کی مہمان نوازی کے مناظر آنکھوں میں اُجالے بن کر چمکنے لگے۔

گاڑی ایئر پورٹ کی پارکنگ پر پہنچی۔ آس پاس بہت سکون تھا۔ دو چار گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ہم نے ایک ٹرالی تلاش کی۔ تمام سامان اس پر رکھا۔ ارشد سے گلے ملے اور اُنہیں رخصت کیا۔ اللہ تعالیٰ ارشد، زاہدہ بھابھی اور اُن کے بچوں کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔

روشن ایئر پورٹ، نہایت وسیع اور کشادہ، بیرونی لاؤنج، خودکار شیشے کے دروازے ہمیں آتا دیکھ کر کھل گئے۔ دائیں بائیں دونوں طرف شیشے کی دیوار کے ساتھ پلاسٹک کی آرام دہ کرسیاں، دور تک کئی قطاروں میں نصب تھیں۔ بہت سے مسافر افطار کا سامان لئے اذان کے منتظر تھے۔ ہم قریب کی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ بیگم نے جلدی جلدی زاہدہ بھابھی کے دیئے ہوئے افطار کے سامان کو پیکٹوں سے نکالنا شروع کیا۔ ہم نے وہ افطار کے ڈبے بھی کھولے جو ٹول پلازہ پر ایک نیک بندے نے دیئے تھے۔ بہت سی افطاری تھی۔ ہم نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے مسافروں کو کچھ حصہ دینا چاہا جواب میں انہوں نے ڈھیر ساری چیزیں ہماری طرف بڑھا دیں۔

مغرب کی اذان ہوئی۔ ہم نے سیر ہو کر افطار کیا۔ اذاں بعد لاؤنج میں موجود مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے چلے گئے۔ مسجد صاف ستھری اور کشادہ تھی۔ ایک وقت میں کئی سو افراد نماز ادا کر سکتے تھے۔

لاؤنج میں بیٹھے مسافروں نے Check-in کے لئے جانا شروع کیا تو ہم بھی قطار میں لگ گئے۔ تمام مراحل معمول کے مطابق طے ہو گئے۔ سرزمینِ حجاز سے ہمارے

Marfat.com

قدم اُٹھے P.I.A کے جہاز کی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے جہاز میں داخل ہو گئے۔

ہم اپنے وطن واپس جانے کے لئے اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ جانے کیوں ان بزرگ کا خیال آ گیا جنہوں نے نصف صدی پہلے، قدرت اللہ شہاب سے کہا تھا کہ:

"مدینہ میں رہو گے تو دل میں وطن کی یادیں سر اٹھائیں گی۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ تم اپنے وطن میں رہو اور دل میں مدینہ بسا رہے۔"

وقت مقررہ پر جہاز کراچی ایئرپورٹ پہنچ گیا۔۔۔ سحری کا وقت تھا۔ تمام مسافر جہاز سے اُتر کر Immigiration کے کاؤنٹر پر قطار بنائے کھڑے ہو گئے۔۔۔ بہت سے کاؤنٹر تھے مگر عملہ غائب۔ پتہ چلا کہ تمام لوگ سحری کرنے گئے ہیں۔ اب ہمیں سحری کی فکر ہوئی۔ آس پاس نہ کوئی ریسٹورنٹ، نا کوئی ٹک شاپ۔۔۔ سحری کا وقت ختم ہونے میں چند منٹ باقی رہ گئے۔ اب میں نے پریشان ہوکر دائیں بائیں کولر کی تلاش شروع کی تو امیگریشین کاؤنٹر کے ساتھ ایک کولر لگا ہوا تھا۔۔۔ میں نے ایک گلاس پانی پیا پیپر کپ میں پانی لے کر بیگم کے لئے لیا۔۔۔ مجھے پانی پیتے دیکھا تو بہت سے لوگ کولر کے قریب آ گئے اور بیشتر مسافروں نے پانی پی کر سحری کی نیت کی۔

P.I.A کی انتظامیہ سے زیادہ کسے خبر کہ سحری کے وقت کتنی فلائٹس آتی ہیں۔ ان میں بیشتر لوگ سحری کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ امیگریشن کاؤنٹر پر پہنچنے کے بعد مسافر نہ باہر نکل سکتا اور نہ ہی واپس لاؤنج یا Duty Free جا سکتا۔ رمضان کے مہینہ میں مسافروں کو سحری کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن کسی بھی قسم کی کوئی سہولت میسّر نہیں۔ ہمیں شاید اتنی شدت سے احساس نہ ہوتا لیکن چند گھنٹے پہلے ہم سعودیوں کی مدارات کے خوش گوار انداز دیکھ چکے تھے۔

بہر حال سحری کا وقت ختم ہوا تو P.I.A کا عملہ کاؤنٹر پر آیا۔ امیگریشن سے فارغ ہوئے۔

لگیج بیلٹ کے کنارے سامان کے انتظار میں، میں واپس پچھلے دنوں میں لوٹ گیا اور سوچنے لگا کہ ہر بندہ پر باب ملتزم یا مواجہ شریف میں ایک ایسا وقت بھی آتا

Marfat.com

ہے۔۔۔شاید سب بندوں پر آتا ہے جب بندہ بکھر جاتا ہے ۔۔۔ منتشر ہو جاتا ہے۔۔۔ٹوٹ جاتا ہے ۔۔۔ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے ۔۔۔مٹی ہے نا ۔۔۔ایک کچے گھروندے کی طرح ۔۔۔کچی دیوار کی طرح ڈھ جاتا ہے۔۔۔گر جاتا ہے، سچ پوچھو تو اندر ہی اندر شرم سے مر جاتا ہے۔

گناہوں پر نظر پڑتی ہے تو ۔۔۔دریائے وجود کے بند اور ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں ۔۔۔پہلے کانپنے لگتا ہے ۔۔۔پھر پلکیں بھیگتی ہیں ۔۔۔گلو رندھ جاتا ہے ۔۔۔ پھر ہچکیاں لیتا ہے ۔۔۔اور آخر میں چھلک پڑتا ہے ۔۔۔وہ گڑگڑاتا ہے ۔۔۔پہلے اس کا دل روتا ہے ۔۔۔پھر آنکھیں روتی ہیں ۔۔۔اس کے بعد پورا وجود رونے لگتا ہے ۔۔۔اسے لگتا ہے کہ اس کے اندر سے توبہ اور معافی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے ۔۔۔اور اس کا وجود بھیگتا جاتا ہے ۔۔۔اس وقت اس کی ذات کے لئے وقت ٹھہر جاتا ہے۔

اسے پتہ نہیں ہوتا کہ یہ لمحہ کتنا بڑا ۔۔۔یہ پل کس قدر طویل ۔۔۔یہ ساعت کتنی وسیع اور یہ گھڑی کتنی بڑی ہے ۔۔۔یہ سیکنڈ کتنے منٹ پر ۔۔۔اور منٹ کتنے گھنٹوں پر محیط ہوتے ہیں ۔۔۔بندہ تو بس اپنے رب سے مانگتا رہتا ہے ۔توبہ کرتا ہے ۔۔۔فریاد کرتا ہے ۔۔۔دعائیں کرتا ہے ۔۔۔معافیاں مانگتا ہے ۔۔۔کب تک ۔۔۔جانے کب تک ۔۔۔پھر بارش رک جاتی ہے ۔۔۔ابلتا چشمہ مدھم پڑ جاتا ہے ۔۔۔آندھی گزر جاتی ہے ۔۔۔طوفان تھم جاتا ہے ۔۔۔سیلاب اتر جاتا ہے۔

تب بندہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے وجود کے میلے کپڑوں کو پٹخ پٹخ کر دھویا گیا ہے ۔۔۔بار بار صاف پانی سے پاک کیا جا رہا ہے ۔۔۔پھر اس کے وجود کو نچوڑ کر باب ملتزم یا مواجہ شریف کے قریب تصوراتی الگنی پر ڈالنے کے بجائے ریاض الجنۃ کے سبز قالینوں پر یا ابراہیمؑ کے قدموں کے قریب مطاف میں سوکھنے کے لئے پھیلا دیا جاتا ہے۔

کچھ دیر تک بندہ وہم و گمان ۔۔۔امید و بیم ۔۔۔ہاں اور ناں ۔۔۔قبولیت و عدم ۔۔۔

Marfat.com

کامیابی وناکامیابی۔۔۔باریابی وعدم باریابی کے مرحلے میں رہتا ہے۔۔۔پھر تذبذب اور غیر یقینی کا برف پگھلنے لگتا ہے ۔۔۔اس کے بعد اس کے اندر کے "Digital Screen" پر کچھ لفظ چمکنے لگتے ہیں۔۔۔جلتے بجھتے رہتے ہیں۔

وہ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے

میرا رب دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے

یہ لفظ بار بار جلتے بجھتے رہتے ہیں بالآخر اجالا بنکر ٹھہر جاتے ہیں بصارت اور بصیرت دونوں تصدیق کرتے ہیں۔۔۔اور بندہ کو صاف نظر آتا ہے کہ اسکرین پر روشن لفظ ٹھہر گئے ۔۔۔لکھا ہوتا ہے۔۔۔

''میں نے تجھے معاف کیا''

تب بندہ ہلکا ہو جاتا ہے ۔۔۔ مطمئن ہو جاتا ہے ۔۔۔نہال ہو جاتا ہے۔۔۔ نوزائیدہ بچہ بن جاتا ہے۔۔۔نونہال بن جاتا ہے۔۔۔اسے پہلی بار خوشی ۔۔۔سرشاری و سرخوشی ۔۔۔اطمینان ۔۔۔سکون اور مسرت کے حقیقی اور ابدی معنی ومفہوم سمجھ میں آتے ہیں۔۔۔ان لفظوں کی تاثیر اس کے رگ و پے میں۔۔۔نس نس۔۔۔پور پور۔۔۔اور روم روم میں سرائیت کر جاتی ہے۔۔۔پھر وہ پورے یقین، ایمان، ایقان، اعتبار اور اعتماد کیے ساتھ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔۔۔پھر وہ دھیمے دھیمے قدموں سے الٹے پاؤں ریاض الجنۃ یا مطاف سے واپس لوٹتا ہے۔۔۔حرم شریف سے باہر آتا ہے۔۔۔لیکن اس کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔

بعض لوگ نصف النہار پر موجود سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں ۔۔۔کچھ برقی قمقموں کی روشنی کی مثال باہر نکلتے ہیں ۔۔۔بعض اس طرح باہر آتے ہیں جیسے کھڑکی پر سورج کی پہلی کرن ۔۔۔بعض اس طرح آتے ہیں جیسے آنگن میں پورے چاند کی رو پہلی چاندنی ۔۔۔بعض اس طرح باہر آتے ہیں جیسے تیز ہوا کی زد میں جلتی بجھتی موم بتی

Marfat.com

۔۔۔بعض اس طرح نکلتے ہیں جیسے دیے کی ٹمٹماتی لو کی کانپتی گنجلک روشنی ۔۔۔بعض لوگ اس طرح باہر نکلتے ہیں جیسے ٹارچ کی روشن لکیر۔۔۔اصل میں سب اجالے بندہ کے اندر سے طلوع ہو رہے ہوتے ہیں۔۔۔بندہ کے اندر ایمان وایقان اور عہد و پیمان کی جتنی قوت ہوتی ہے۔۔۔اتنی ہی دیر روشنی برقرار رہتی ہے۔

بعض ایسے ناسمجھ اور بے خبر ہوتے ہیں کہ وہ اس روشنی کو پاتے ہی فخر وانبساط کا شکار ہو جاتے ہیں۔۔۔ان کے قدم زمین پر نہیں ٹکتے۔۔۔ہواؤں میں اڑتے ہیں وہ ایک فاتح کی طرح نشہ میں جھومتے ہوئے باہر نکلتے ہیں۔۔۔کامیابی کے نشہ میں بدمست ہو جاتے ہیں۔۔۔جیت کی سرشاری اور سرمستی میں وہ اتنے ڈوب جاتے ہیں کہ شکستہ سپاہ کو پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے۔۔۔حالانکہ یہ "شکستہ سپاہ" شیطان کے سوا کوئی اور نہیں۔۔۔شیطان اس لمحہ موجود میں گم جاتا ہے لیکن اپنا تعاقب جاری رکھتا ہے۔۔۔اور کمزور روشنی کے ساتھ طلوع ہونے والوں پر جلد ہی قابو پالیتا ہے۔

میں نہیں جانتا۔۔۔لیکن میرا رب جانتا ہے کہ میں کتنی Energy لیکر حرمین شریفین سے واپس لوٹا ہوں۔۔۔ہاں اتنا جانتا ہوں کہ میں نے اپنے رب کا شکر ادا کرنے کی کوشش کی کیوں کہ میں خود کو رب کے شکر گزار بندوں میں شامل ہونے کا آرزو مند ہوں۔

ائر پورٹ پر سب بچے منتظر تھے

امی نہیں تھیں۔۔۔!

پچھلی بار جب عمرہ ادا کر کے لوٹا تھا تب بھی نہیں تھیں۔۔۔!!

لیکن اس سے پہلے گھر کے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑی ہو جاتی اور دروازہ پر اپنی آنکھیں رکھ دیتیں۔۔۔گاڑی سے اُتر کر میں ہینڈ بیگ صحن میں رکھتا۔۔۔ان کے قریب جاتا۔۔۔جھک کر دونوں ہاتھوں سے ان کے پیر چھوتا۔۔۔وہ اپنے دبلے پتلے نحیف ونزار وجود میں مجھے جکڑ لیتیں۔۔۔بس لمحہ بھر کے لئے۔۔۔پھر سر پر ہاتھ پھیرتیں اور دوسرے

Marfat.com

ہاتھ سے اپنی اوڑھنی کے پلو میں کانپتے ہوئے آنسوؤں کو چھپا لیتیں۔۔۔بس یہ لمحہ میرے لئے اس قدر زندگی آمیز اور فرحت بخش ہوتا کہ میں مدتوں سرشار رہتا۔۔۔!

اب وہ ایئر پورٹ پر بھی نہیں ہیں۔۔۔اور دروازہ کی چوکھٹ پر بھی نہیں ہونگی لیکن میرا تقین ہے کہ وہ جنت کے کسی دروازہ کی چوکھٹ پکڑے کھڑی ہیں اور میری راہ تک رہی ہیں۔۔۔جنت کے دروازہ کی چوکھٹ پر اپنی امّی کے کھڑے ہونے پر میرا کامل ایقان اور مکمل ایمان ہے۔۔۔بس اپنے پہنچنے اور ان کے قدموں کو چھونے کا تصور کر کے میں کانپ اٹھتا ہوں۔۔۔لیکن میرا رب بڑا معاف کرنے والا ہے۔

گھر پہنچ گئے۔۔۔زندگی معمول پر آ گئی۔۔۔

ایک دن اچانک احسان دانش کے ایک شعر نے میرا دامن پکڑ لیا۔۔۔

مِلا ہے جب کوئی زائر تو دل نے پوچھا ہے
یہ شخص لوٹ کر کیوں آ گیا مدینے سے

☆☆☆☆☆

Marfat.com

کچھ مصنّف کے بارے میں

رضوان صدیقی پاکستان کے معروف اور ممتاز افسانہ نگار، سفر نامہ نویس اور ڈرامہ نگار ہیں۔ ابتک ان کی پانچ کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ وہ یکم دسمبر ۱۹۴۱ء کو راجپوتانہ کی ریاست الور کے ایک قصبہ نرائن پور میں پیدا ہوئے۔ حیدر آباد سندھ سے انہوں نے اپنی تعلیم مکمل کی۔ انہوں نے بی۔ کام، ایل۔ ایل۔ بی اور جرنل ازم میں ماسٹرز کی ڈگریاں حاصل کیں۔

رضوان صدیقی پہلے فیملی پلاننگ افسر رہے اس کے شعبہ تعلقات عامہ میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ وہ سندھ کے پانچ گورنرز کے پریس سیکریٹری اور سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو کے تقریر نویس رہے۔ انہوں نے کئی وفاقی وزراء کے ساتھ **PRO** کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ادارہ ترقیات کراچی سے ڈائریکٹر پبلک ریلشنز کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ بعدازاں وہ تین برس تک ریڈیو پاکستان کے ماہنامہ ''آہنگ'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔

آرٹس کونسل آف پاکستان کراچی سے گزشتہ ۱۲ سال سے وابستہ ہیں انہوں نے ۹ بار آرٹس کونسل آف پاکستان کراچی کے انتخاب میں مختلف عہدوں پر کامیابی حاصل کی۔

رضوان صدیقی کی شخصیت کا ایک اور رخ بھی ہے اور میرے نزدیک وہ روشن و تابندہ ہے کہ وہ اسلامی اقدار پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔ فروغِ نعت میں ان کی خدمات لائق ستائش ہیں نقیب محفل کی حیثیت سے ان کا بڑا مقام ہے۔

رضوان صدیقی نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حج کی سعادت حاصل اور پانچ بار عمرہ کی سعادت حاصل کی، لیکن انہوں نے اپنے صرف ایک ''عمرہ'' کا احوال لکھا ہے۔

Marfat.com

کتاب پڑھنے کے بعد قاری یہ محسوس کرے گا کہ یہ ایک عمدہ اور خوبصورت سفرنامہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ قارئین کرام رضوان صدیقی کے سفرنامہ حرمین شریفین، کو پسند فرمائیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضور پُرنور آنحضرت ﷺ کے طفیل رضوان صدیقی کی سعی کو قبول فرما کر ان پر اپنا فضل وکرم فرمائے۔

میری خواہش ہے کہ رضوان صدیقی اسلامی موضوعات پر اب زیادہ توجہ دیں۔

طاہر سلطانی

0300-2831089

☆☆☆☆☆

رضوان صدیقی کی تصانیف

۱ "ایک گاؤں کی کہانی"

۲ "آستانے سے پیرس تک"

۳ "روشن اندھیرے"

۴ "جھیل سیف الملوک"

۵ "جوہر طراز"

زیرِ طبع

۱ "ملائشیا میں چند روز" (سفرنامہ)

۲ "رب راکھا" (افسانوں کا مجموعہ)

۳ "بے نام" (ناول)

Marfat.com

Marfat.com

رضوان صدیقی کی تحریریں اور اہلِ قلم کی آراء

رضوان صدیقی نے اپنی کہانیوں میں زندگی کے مختلف تجربوں کو جس طور پر سمیٹا ہے ان میں ابلاغ بھی ہے اور اثر آفرینی بھی۔ علامتی افسانے نے ہمارے افسانے کو بہت خراب کیا ہے اور مجھے آپ کے افسانے پڑھ کر اس لئے بھی خوشی ہوئی کہ آپ، اپنے افسانوں کا موادِ براہِ راست زندگی سے حاصل کرتے ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی

رضوان نے زندگی کو چشمِ وَا کے ساتھ دیکھا ہے اور اپنے مشاہدہ کو ذہن کے تجزیہ خانے سے گذار کر اُسے لفظ کا قالب عطا کیا ہے۔ اس کے افسانوں کی زبان اور ترتیبِ واقعات میں زندگی کی موج سامانی اور روانی ہے۔ اس کے افسانے نثر میں سہلِ ممتنع کی مثال ہیں۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی

رضوان صدیقی کی کہانیاں ان کی ہنرمندی کی شہادت دیتی ہیں، انہوں نے جس انداز میں مقامی تلازموں کو برتا ہے اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رضوان صدیقی بھوگ بھوگ کر لکھتے ہیں۔

جوگندر پال (نئی دہلی)

رضوان صدیقی اُردو فکشن کا ایک اہم نام ہے، انہوں نے بہت سے افسانے لکھے ہیں۔ افسانہ گردوپیش کی جزویات کے ساتھ اندرونِ ذات کی جانب بھی ایک سفر ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے جب اپنے ملک اور مغربی ممالک کا سفر کیا تو ایک باشعور فکشن نگار کی جُملہ حسیات کو زندہ رکھا اور اپنے سفرناموں میں وہ ساری دلچسپیاں اور فنی خوبیاں یکجا کر دیں جن کے مطالعے سے میری طبع سلیم کے لئے ایک ناول کے مطالعے کا سا لطف پیدا ہو گیا۔

رام لعل (لکھنؤ۔۲؍جون ۱۹۹۲ء)

رضوان صدیقی کا یہ مجموعہ انسانوں، ماحول اور معاشرے کا بڑا کامیاب مطالعہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان کا فن اور زیادہ دِل آویز انداز اختیار کر لے گا۔

ڈاکٹر محمد اسلم فرخی

رضوان صدیقی نے اپنے آپ کو قدیم و جدید میں نہیں اُلجھایا بلکہ زندگی کی سیدھی سچّی کہانیوں میں اپنے عہد کے ایسے مفاہیم کو سمویا ہے جس سے اُن کے خلوص کا اندازہ ہوتا ہے، وہ سندھ کے دیہات کے غریب، دُکھی، پریشان حال اور نجات ڈھونڈنے والوں کی کہانیوں میں اپنا خونِ جگر اس طرح صَرف کرتے ہیں کہ اس لہو کے سارے رنگ ان کے افسانوں میں نظر آتے ہیں۔

پروفیسر انجم اعظمی

Marfat.com